علیہم السلام
۱۴
چودہ معصومین
کی
دلچسپ داستانیں
مؤلف:
علامہ سید ابوالقاسم الدیباجی

چودہ معصومین کی

دلچسپ داستانیں

نوشتہ

علامہ سید ابو القاسم الدیباجی

ترجمہ

سید قمر عباس ہندی

فہرست

عنوان ______ صفحہ

فہرست

معصوم پنجم 'امام حسین علیہ السلام

معصوم ششم 'امام سجاد علیہ السلام

معصوم ہشتم امام جعفر صادق علیہ السلام

معصوم نہم امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

معصوم دہم 'امام رضا علیہ السلام

معصوم یازدہم 'امام محمد تقی علیہ السلام

معصوم دوازدہم 'امام علی نقی علیہ السلام

معصوم سیزدہم امام حسن عسکری علیہ السلام

معصوم چہاردہم 'امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف

پیش لفظ

انسان بغیر رہبر و راہنما کے اس شخص کی طرح ہے جو کسی تاریک بیابان میں نہایت اندھیری رات میں پھنس گیا ہو جہاں کسی ایسی روشنی کا دور دور تک پتہ نہ ہو جو اسے صحیح راستے تک پہنچا سکے اور اس طرح نہ اپنی منزل مقصود تک جا پہنچے۔ وہ بیابان بھی ایسا ہو جہاں نشیب و فراز ہو رہے اور کنوؤں کی بھرمار ہو اور جہاں وحشی درندے ہمیشہ گھات لگائے بیٹھے رہتے ہوں۔

اسی طرح بغیر رہبر کے انسان بیچ دریا میں غرق ہونے والے اس شخص کی طرح ہے جس کے پاس کوئی نجات دہندہ کشتی بھی نہ ہو یا اس شخص کی طرح ہے جو کسی پر پیچ و خم سڑک پر اندھیری رات میں گاڑی چلا رہا ہو۔

تو ہمیں یہ جان لینا چاہیے کہ وہ نجات دینے والا رہبر کون ہے؟ وہ روشنی اور وہ کشتی کیا ہے؟ جو تاریکیوں کو چھانٹ کر راستہ واضح کر دیتی ہے اور جو کوہ پیکر امواج سے مقابلہ کرتے ہوئے انسان کو اس کی منزل مقصود تک پہنچا دیتی ہے؟ خداوند مہربان نے پیغمبر اور ان کے اوصیاء کو لوگوں کا رہبر بنا کر بھیجا ہے۔ آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں اور آخری وصی، آپ ہی کے وصی حضرت علی علیہ السلام ہیں۔

ہم مسلمانوں کے دو عظیم راہنما ور ہبر ہیں: ۱۔ قرآن ۲۔ اہل بیت علیہم السلام۔۔
ولایت فقیہ کا مسئلہ در اصل انھیں چودہ معصوموں کی ولایت کے سلسلے کی آخری۔
کڑی حضرت امام زمان عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف کی نیابت کا نام ہے۔

چودہ معصوموں کی رہبری کے سلسلے میں دو دلچسپ حدیثوں کی طرف وجہ فرمائیے

۱۔ امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جابر بن عبد انصاری نے نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے:

"فاطمۃ بھجۃ قلبی و ابناھا ثمرۃ فوادی، و بعلھا نور بصری، والائمۃ من ولدھا امناتی والحبل الممدود، فمن اعتصم بھم فقد نجی، و من تخلف عنھم فقد ھوی۔"

(فاطمہ میرے دل کا سرور ہے اور اس کے بیٹے میرے دل کے ٹکڑے ہیں، اس کا شوہر میری آنکھوں کا نور ہے، اور اس کی اولاد میں ہونے والے امام، میری امانت اور (میری طرف) بڑھی ہوئی رسی ہیں جو ان سے متمسک رہا وہ نجات پا گیا اور جس نے نے ان سے منہ موڑا وہ گمراہ ہو کر خواہش نفس میں گرفتار ہو گیا۔"(۱)

۲۔ جب سورہ نساء کی ۵۹ ویں آیت نازل ہوئی:

"یاایھاالذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم۔"

(اے ایمان لانے والو، اللہ کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو اور اپنے درمیان میں سے صاحبان امر کی اطاعت کرو)

---

(۱)۔ بحار الانوار، ج ۲۴، ص ۱۴۲

جابر بن عبد اللہ انصاری کہتے ہیں:

"میں رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے عرض کیا" خدا اور اس کے رسول کو تو ہم نے پہچان لیا لیکن یہ " صاحبان امر " کون لوگ ہیں جن کی اطاعت خداوند عالم نے اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت سے ساتھ لازم کی ہے؟"

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ " اے جابر یہ لوگ میرے جانشین ہیں اور میرے بعد میری امت کے رہبر ہوں گے ان میں سے پہلے علی ابن ابی طالب ہیں ان کے بعد ان کے بیٹے حسن پھر حسین...."

اس طرح آپ نے بارہ اماموں کے نام شمار کئے۔

جابر نے سوال کیا۔ " کیا امام زمانہ کی غیبت کے دور میں ان کے اصحاب اور دوستوں کو ان کی ذات سے کوئی فائدہ بھی پہنچے گا؟"

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ "اس خدا کی قسم جس نے مجھے مبعوث کیا ہے لوگ ان کے نور وجود اور ان سے اپنی دوستی کے ذریعے اس طرح فائدہ اٹھائیں گے جس طرح لوگ بادلوں کی اوٹ میں چھپے ہوئے سورج سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔" (۱)

یہ کتاب

یہ کتاب محترم ناشر کی خواہش پر لکھی گئی ہے اس کتاب کو لکھتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ اس کے مضامین رواں اور عام فہم زبان میں ہوں تا کہ یہ کتاب چودہ

معصومین کے نجات بخش و تعمیری مکتب کے دروس کی حیثیت کر سکتے (۱)

اس کتاب میں راقم الحروف نے مندرجہ ذیل روش اختیار کیا ہے۔

سب سے پہلے ہر معصوم کی شناخت کے متعلق ایک خلاصہ ذکر کیا ہے اور اس کے بعد ہر معصوم سے متعلق دس داستانیں نقل ہوئی ہیں یہ داستانیں اکثر ایسی سر گزشتوں پر مبنی ہیں جو نصیحت اور اسلامی سماج اور سیاست کے مختلف پہلوؤں کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہیں۔ ان کی مجموعی تعداد ۱۴۰ ہے۔

امید ہے کہ یہ کتاب مفید ہو گی اور خاندان رسالت کے عظیم مکتب سے بہرہ مند ہونے میں ہمارے اور سارے پڑھنے والوں کے لئے معاون و مددگار ثابت ہو گی۔

حوزہ علمیہ علامہ سید ابوالقاسم الدیباجی

---

(۱) امالی الدین صدوق، ص ۱۳۶ ۔ بحار ج ۳۶، ص ۲۵۰

معصوم اول

پیغمبر اسلام

صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

معصوم اول :

رسول خدا (ص)

نام ـــ: محمد، احمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

مشہور القاب ـــ: رسول اللہ، خاتم الانبیاء

کنیت ـــ: ابو القاسم

والدین ـــ: عبد اللہ، آمنہ

وقت اور مقام ولادت ـــ: طلوع فجر روز جمعہ، ۱۷ ربیع الاول ۵۷۱ عیسوی (بعثت سے چالیس سال قبل) مکے میں

وقت، مقام رحلت اور مرقد شریف ـــ: روز دو شنبہ ۲۸ صفر سن ۱۱ ہجری مدینے میں ۶۳ سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی آپ کا روضہ مبارک مدینے میں مسجد النبی کے ساتھ ہے۔

دوران عمر ـــ: تین مرحلوں میں منقسم ہے۔

۱۔ نبوت سے پہلے (چالیس سال)

۲۔ نبوت کے بعد مکے میں (۱۳ سال)

۳۔ مکے سے مدینہ کی طرف ہجرت اور حکومت اسلامی کی تشکیل کے بعد (تقریباً دس سال)

۱۔ مکے میں ایک یہودی کی عجیب داستان

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی پیدائش کے وقت مکے کا ایک نہایت باخبر یہودی قریش کے پاس آ کر بڑے تعجب سے کہنے لگا: "کیا آج رات تمہارے درمیان کوئی لڑکا پیدا ہوا ہے؟" انھوں نے جواب دیا۔ "نہیں"

یہودی نے کہا۔ "تو پھر وہ فلسطین میں پیدا ہوا ہو گا۔ اس کا نام احمد ہے۔ اس کی علامتوں میں ایک یہ نشانی بھی ہے کہ خاکی ریشم کی طرح اس کے شانوں کے درمیان ایک تل ہو گا۔"

قریش الگ الگ ہو کر اس لڑکے کی تلاش میں جٹ گئے آخر کار انھوں نے پتہ لگا ہی لیا کہ عبد اللہ بن عبد المطلب کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا ہے۔ انھوں نے واپس آ کر اس یہودی عالم سے پوری بات بتائی۔ یہودی خود اس لڑکے کے پاس آیا اور اسے آمنہ کی گود سے لیکر اس کے شانوں کو دیکھنے لگا اور پھر بیہوش ہو گیا۔ جب اسے ہوش آیا تو حاضرین نے اس سے سوال کیا۔ "تمہیں کیا ہو گیا تھا؟"

اس نے جواب دیا۔ "مقام نبوت قیامت تک کے لئے بنی اسرائیل کے ہاتھوں سے نکل گیا خدا کی قسم یہ لڑکا وہی پیغمبر ہے جو بنی اسرائیل کو ہلاک کرے گا۔"

اس خوشخبری کو سن کر قریش خوش ہو گئے۔

یہودی نے ان سے کہا۔ "خدا کی قسم یہ نومولود تم کو ایسی عظمتیں عطا کرے گا

کہ جن کی باتیں دنیا کے گوشے گوشے میں زبان زد خاص و عام ہوں گی۔"(۱)

۲۔ حضرت رسول خدا (ص) کے گم ہونے کی ایک دلچسپ داستان

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جب پیدا ہوئے تو آپ کے والد اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے، آپ کی سرپرستی جناب عبد المطلب کرتے تھے۔ چھ سال کی عمر میں والدہ کا بھی انتقال ہو گیا اور جب آپ کی عمر آٹھ سال تک پہنچی تو آپ کے جد امجد عبد المطلب کا بھی انتقال ہو گیا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پیدائش کے وقت یہ رسم تھی کہ اطراف مکہ سے دودھ پلانے والیاں (دایائیں) کسی نومولود بچے کی تلاش میں مکے آیا کرتی تھیں اور بچہ حاصل ہو جانے کی صورت میں اسے اپنے ساتھ لے جاتی تھیں اور اسے دودھ پلانے کی اجرت سے اپنی روزی روٹی چلایا کرتی تھیں۔

بادیہ نشین خاندان سے تعلق رکھنے والی ایک نہایت اعلیٰ نسب اور پاک دامن خاتون حلیمہ سعدیہ بھی اسی مقصد کے تحت مکے آئی تھیں مگر وہ کسی نوزاد بچے کی تلاش میں ناکام رہی تھیں لہٰذا مایوس ہو کر اپنے گھر کی طرف واپس لوٹ رہی تھیں کہ جناب عبد المطلب نے انھیں راستے میں دیکھ کر کہا۔" میرے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا ہے تم اسے دودھ پلانے کی ذمہ

---

(۱) کحل البصر، طبع بیروت، ص ۷۰

داری قبول کر لو۔"

جناب حلیمہ نے ایک معاہدے کے تحت، جناب عبد المطلب کی پیش کش قبول لیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ لے کر اپنے خیمہ کی طرف چل دیں۔

اس کے بعد سے رسول خدا، بیابان میں ان بادیہ نشینوں کے ساتھ رہنے لگے اس طرح تقریباً چار سال کا عرصہ، جناب حلیمہ سعدیہ کی سرپرستی میں گزر گیا اس دوران، جناب حلیمہ نے اس بچے کے نہایت عجیب و غریب حالات کا مشاہدہ کیا جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جگہ گئے تھے خیر و برکت کے تمام ابواب ان کے لئے وا ہو گئے تھے زراعت والہی نعمتوں کی اس قدر، بھرمار ہو گئی کہ اس سے پہلے کسی نے ان کا تصور بھی نہیں کیا تھا۔

اس دوران، جناب حلیمہ دو یا تین دفعہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی والدہ کے پاس لائیں۔

اور آخر کار پانچویں سال میں، جناب حلیمہ نے سوچا۔ "یہ ایک غیر معمولی اور لاثانی بچہ ہے کہیں دشمن اسے کوئی نقصان نہ پہنچائیں۔" لہذا انھوں نے فیصلہ کیا کہ مکے لا کر آپ کو جناب عبد المطلب کے سپرد کر دیا جائے۔ (۱)

جناب حلیمہ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر مکے پہنچیں تو سب سے پہلے خانہ کعبہ آئیں تا کہ وہاں سے، جناب عبد المطلب کے گھر جا سکیں کہ تبھی اچانک انھوں نے ایک ندائے آسمانی سنی، خطاب حجر اسود سے تھا:

"اے مقدس مقام! آج لاکھوں سورجوں کے نور تجھ پر چمکیں گے۔"

---

(۱) کحل البصر، ص ۲۰، سیرت حلبیہ، ج ۱، ص ۸۱ اور ۱۰۶

جناب حلیمہ اس آواز کو سن کر بد حواس ہو گئیں اور نہایت شوق و خوف سے آواز دینے والے کو تلاش کرنے لگیں مگر انھیں کوئی دکھائی نہ دیا دفعتاً انھوں نے محسوس کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان کے پاس موجود نہیں ہیں۔

آپ نے انھیں ہر طرف تلاش کیا مگر وہ کہیں نہ ملے۔ آپ بہت پریشان ہوئیں۔ وہ بدحواسی اور ہیجانی کیفیت میں فریاد کرتی ہوئی مکے کی گلیوں میں دوڑ دوڑ کر ایک ایک سے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا پتہ پوچھنے لگیں مگر سبھی نے لاعلمی کا اظہار کیا۔

آہ! کیا جانکاہ حادثہ ہے ایسا لگتا ہے جیسے حلیمہ پہاڑ کی بلندی سے کسی گہری گھاٹی میں گر پڑی ہوں پریشانی و غم سے حلیمہ ہلاک ہوئی جارہی تھیں وہ اس طرح تڑپ تڑپ کر رو رہی تھیں گویا زمین و آسمان بھی ان کے ساتھ ساتھ گریہ کناں ہو۔

اچانک ایک بوڑھا عصا کا سہارا لئے ہوئے ان کے پاس آیا اور تسلی دیتے ہوئے کہنے لگا۔ "پریشان نہ ہو میں ایسے بت کو جانتا ہوں کہ اگر وہ مہربانی کر دے تو تمہارا بچہ مل جائے گا۔ چلو اس بت کے پاس چل کر دعا کی جائے۔"

وہ عصا بدست بوڑھا، حلیمہ کو لیکر بت "عزیٰ" (یا ہبل) کے پاس آیا اور آپ سے کہنے لگا۔ "جب بھی ہماری کوئی چیز گم ہو جاتی ہے تو ہم اسی بت کے پاس آتے ہیں یہ ہماری راہنمائی کر دیتا ہے۔"

اس کے بعد اس بوڑھے نے بت کو سجدہ کیا اور بچہ مل جانے کی دعا مانگتے ہوئے کہا کہ اس لڑکے کا نام "محمد" ہے۔

جیسے ہی نام "محمد" ان بتوں کے درمیان لیا گیا وہ بت اور اس کے پاس موجود سارے بت تھرتھراتے ہوئے زمیں بوس ہو گئے۔

اس عجیب صورت حال کو دیکھ کر وہ بوڑھا ٹھنڈی برفیلی ہواؤں میں برہنہ شخص کی طرف کانپنے لگا۔

حلیمہ ابھی تک پریشان تھیں اور محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی یاد میں آنسو بہا رہی تھیں فریاد کر رہی تھیں۔

"اے گم شدہ بچے تو کہاں ہے؟"

اس بوڑھے نے حلیمہ کی دل جوئی کرتے ہوئے کہا۔"اس طرح کا واقعہ آج تک دیکھنے میں نہیں آیا اب نیا زمانہ آگیا ہے بڑے تعجب کی بات ہے کہ محمد کا نام سنتے ہیں تمام بت زمین بوس ہو گئے۔"

اب جناب عبد المطلب بھی محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی گمشدگی سے باخبر ہو گئے تھے، آپ باآواز بلند روتے ہوئے سر و سینہ پیٹ رہے تھے اسی حالت میں آپ خانہ کعبہ میں آئے اور خدا سے فریاد کرنے لگے۔ "پالنے والے! میں اس لائق تو نہیں کہ تجھ سے خطاب کر سکوں، میرے سجدے، میرے آنسو اس لائق تو نہیں کہ میں انھیں یاد دلاؤں پالنے والے! تجھے اس بچے سے جو خاص لگاؤ ہے اسی خاص لگاؤ کا واسطہ مجھے اس کا پتہ بتا دے۔"

اچانک کعبے کے اندر سے ایک ندا آئی:

"مطمئن رہو تم ابھی اس بچے کے رخساروں کی زیارت کر لوگے۔"

عبد المطلب نے کہا۔

"وہ اس وقت کہاں ہے؟"

ہاتف نے ایک جگہ کا پتہ بتایا۔ عبد المطلب وہاں پہنچے آپ کے ساتھ قریش کے کچھ اور لوگ بھی تھے۔ آخر کار عبد المطلب کو وہ بچہ ایک پیڑ کے نیچے مل ہی گیا جلد مغ سے سے گے

بڑھ کر اسے آغوش میں لیا اور اپنے گھر لے آئے۔(۱)

۲۔ ایفائے عہد

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مبعوث ہونے سے پہلے کچھ دن بھیڑیں اور بکریاں چرایا کرتے تھے۔ اس زمانے میں جناب عماریاسر بھی یہی کام کیا کرتے تھے۔

ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور جناب عماریاسر نے آپس میں یہ طے کیا کہ کل اپنی بھیڑوں کو "فخ" کے بیابان میں لے جائیں گے جہاں سبزہ اگا ہوا تھا۔

دوسرے دن رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنی بھیڑوں کو لے کر فخ کی طرف چل پڑے مگر عمار تھوڑی دیر سے پہنچے۔

عمار کہتے ہیں۔

"میں جب فخ کے بیابان میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنی بھیڑوں کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں اور انھیں چرنے نہیں دے رہے ہیں۔"

میں نے کہا۔

"انھیں کیوں روک رہے ہیں؟"

آپ نے فرمایا۔ "میں نے تم سے یہ وعدہ کیا تھا کہ ہم ساتھ میں اپنی بھیڑوں کو ان

---

(۱) مثنوی مولوی، دفتر چہارم، ص ۲۲۷ سے اقتباس

چراگاہوں میں لے لائیں گے، لہذا یہ مناسب نہیں تھا کہ تمہارے آنے سے پہلے میری بھیڑیں یہاں چرنے لگیں۔(۱)

۴۔ رسول خدا کے قتل کی سازش کا ناکام ہونا

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مبعوث ہونے سے پہلے ہی صداقت و امانت میں سب کے لئے قابل اعتماد تھے مکہ اور اطراف مکہ کے سارے ہی لوگ آپ سے محبت کرتے تھے لیکن جب آپ چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے اور آپ نے اعلانیہ طور سے بت پرستی اور مختلف خرافاتی رسوم کی مخالفت شروع کر کے لوگوں کو وحدانیت کی طرف بلانا شروع کیا تو وہی لوگ آپ کے جانی دشمن ہو گئے۔ طرح طرح کی اذیتیں پہنچانے لگے۔ یہاں تک کہ انھوں نے آپ کے قتل کا فیصلہ کر لیا۔

مگر بنی ہاشم جو ــــ کچھ کے علاوہ ــــ سب کے سب کافر تھے آپ کے قتل سے اتفاق نہیں رکھتے تھے، انھیں لوگوں میں رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا نہایت سخت دشمن، آپ کا چچا ابولہب بھی تھا مگر وہ بھی اپنے بھتیجے کو قتل کر دینے کے حق میں نہیں تھا۔

لہذا قریش کے سرداروں نے آپس میں یہ طے کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ابولہب کی غیر موجودگی میں قتل کیا جائے۔ اس سلسلے میں جلسے ہونے لگے ابولہب

---

(۱) کحل البصر، ص ۱۰۴

کی بیوی "ام جمیل" نے ان سے کہا۔ "میں منصوبہ بندی کر کے ابولہب کو فلاں روز عیش و عشرت میں مشغول کر کے تمام چیزوں سے بے خبر رکھوں گی تم اسی دن ابولہب کی بے خبری میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قتل کر دینا۔"

وہ طے شدہ دن آ گیا۔ ام جمیل نے اپنے گھر کے دروازے کو مضبوطی سے بند کر لیا اور ابولہب کو ایک کمرے میں لا کر اس کے سامنے خورد و نوش کی مختلف اشیاء ڈھیر کر دینے کے بعد اس سے طرح طرح کی باتیں کرنے لگی اس طرح وہ اپنے منصوبے میں پوری طرح کامیاب رہی اور اس نے ابولہب کو گھر سے نکلنے کا موقع ہی نہیں دیا۔

حضرت علی علیہ السلام کے والد جناب ابو طالب کو اس سازش کی بھنک لگ گئی۔ آپ نے فوراً اپنے بیٹے حضرت علی علیہ السلام کو (جن کی عمر اس وقت سولہ یا سترہ سال تھی) بلا کر کہا "بیٹے اپنے چچا ابولہب کے گھر جاؤ، دق الباب کرو اگر دروازہ کھل جائے تو گھر میں داخل ہو جانا اور اگر دروازہ نہ کھلے تو اسے توڑ کر اپنے چچا کے پاس جا کر کہنا کہ میرے والد نے کہا ہے۔

"ان امرء عمہ عینہ فی القوم فلیس بذلیل۔

"بلاشبہ جس کا چچا قوم کا سردار ہو وہ ذلیل نہیں ہوتا۔"

حضرت علی علیہ السلام تیزی سے ابولہب کے گھر کی طرف چل پڑے، دروازہ بند تھا آپ نے دق الباب کیا لیکن دروازہ نہ کھلا آپ نے دروازے کو دھکا دیا اور وہ ٹوٹ گیا آپ گھر میں داخل ہو کر ابولہب کے پاس پہنچے۔

ابولہب نے کہا۔ "میرے بھتیجے! کیا ہوا؟"

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا۔ "میرے والد نے کہا ہے کہ "جس کا چچا قوم کا

سردار ہوتا ہے وہ ذلیل نہیں ہوتا۔"

ابولہب نے کہا۔ "تمہارا باپ صحیح کہتا ہے مگر ہوا کیا ہے؟"

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا۔ "تمہارے بھائی کا لڑکا گھر سے باہر قتل ہونے والا ہے اور تم عیش و عشرت میں مشغول ہو؟"

ابولہب کے جذبات بھڑک اٹھے، وہ جوش میں کھڑا ہوا تلوار کھینچ کر گھر سے باہر نکلنا ہی چاہتا تھا کہ ام جمیل نے اس کا راستہ روک لیا، ابولہب نے نہایت غصہ میں آکر اسے ایک ایسا کرارا طمانچہ لگایا کہ وہ بھینگی ہو گئی وہ چیختی ہوئی الگ ہٹ گئی، ابولہب گھر سے باہر کی طرف دوڑا۔ قریش کے لوگوں نے جب ابولہب کو تلوار اٹھائے نہایت غصے میں دوڑتے دیکھا تو انھوں نے پوچھا۔

"ابولہب کیا ہو گیا؟"

ابولہب نے کہا۔ "میں نے تم لوگوں کے ساتھ یہ معاہدہ کیا ہے کہ تم جس طرح چاہو میرے بھائی کے بیٹے محمد کو اذیت پہنچاؤ مگر تم لوگ معاہدے کو توڑ کر اسے قتل کرنا چاہتے ہو!؟ لات و عزیٰ کی قسم! میں نے مسلمان ہونے کا فیصلہ کر لیا ہے اب تمھیں پتہ چلے گا کہ میں تمہارے ساتھ کیسا سلوک کرتا ہوں۔"

قریش نے جب اپنی سازش کا بھانڈا پھوٹتے دیکھا اور ابولہب کے مسلمان ہو جانے سے ہونے والے نقصان کا اندازہ لگایا تو وہ سب اس کے قدموں پہ گر کر معافی مانگنے لگے یہ صورت حال دیکھ کر ابولہب نے بھی اپنا فیصلہ بدل دیا۔ (۱)

---

(۱) روضۃ الکافی، ص ۲۷۶، ۲۷۷

اس طرح سے قریش کی سازش بیکار ہو گئی۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

"عدو شود سبب خیر ۔گر خدا خواہد۔"

۵۔مدینے کی طرف ہجرت کے وقت رسول خدا کا ایک معجزہ

جب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو مجبوراً مکہ چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت کرنی پڑی تو اس سفر کے دوران آپ ام معبد خزاعی نامی ایک بادیہ نشین عورت کے خیمے کے قریب پہنچے۔ آپ نے اس سے تھوڑا سا گوشت یا دودھ خریدنا چاہا مگر قحط کی وجہ سے گوشت اور دودھ اس کے پاس نہیں تھا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس کے پاس ایک بھیڑ دیکھی آپ نے ام معبد سے دودھ دوہنے کی اجازت طلب کی۔

ام معبد نے آپ کو اجازت دیتے ہوئے کہا۔ "اگر یہ بھیڑ دودھ دیتی ہوتی تو ہم بھی اس سے استفادہ کرتے اور تم بھی، مگر افسوس اس بھیڑ کا دودھ بھی خشک ہو چکا ہے۔"

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بھیڑ کے تھنوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے دعا کی کہ خدا اسے دودھ سے لبریز کر دے اچانک اس کے تھنوں سے دودھ بہنے لگا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور ام معبد کے پورے خاندان نے پیٹ بھر کر اس کا دودھ پیا اس کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے برتنوں کو بھی اس کے دودھ سے بھر دیا۔ اس طرح آپ وہاں سے ایک واضح معجزہ دکھا کر روانہ ہو گئے ابو معبد (اس عورت کا شوہر) جنگل سے واپس

آیا تو اس نے خیمے کے تمام برتنوں کو دودھ سے بھرا دیکھا اسے بڑا تعجب ہوا اس نے اپنی بیوی سے پوچھا۔ "یہ اتنا سارا دودھ کہاں سے آیا؟" کیونکہ جب وہ جنگل گیا تو اس وقت بچوں کے لئے خیمے میں ایک قطرہ بھی دودھ نہیں تھا۔

ام معبد نے کہا۔ "ایک شریف، مبارک، بلند مقام اور خوبصورت مرد یہاں سے گزرا ہے یہ اسی کی برکتیں ہیں۔"

ابو معبد نے کہا۔ "یقیناً یہ قریش کا سب سے بزرگ اور بلند مقام شخص ہے۔" اس نے اسی وقت قسم کھائی کہ جب بھی اس سے ملاقات ہو گی وہ اس پر ایمان لے آئے گا اور اس کے قریبی پیروکاروں میں شامل ہو جائے گا۔(۱)

۶۔اقدار کا پاس

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم شیر خوارگی کے زمانے میں حلیمہ سعدیہ کے پاس حلیمہ انھیں دودھ پلایا کرتی تھیں۔ آپ کے اور کئی لڑکے اور لڑکیاں تھیں اس طرح وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے رضاعی بھائی بہن تھے۔

جب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مبعوث ہو گئے (ظاہراً یہ مدینہ کا واقعہ ہے) تو ایک دن آپ کی رضاعی بہن آپ کے پاس آئی آپ بہت خوش ہوئے اس کے لئے آپ نے

---

(۱) کحل البصر، طبع بیروت، ص ۸۰

اپنی عبا زمین پر بچھا دی اسے وہاں بٹھایا اور نہایت خندہ روئی سے اس سے باتیں کرنے لگے آپ نے اس کی اور اس کے گھر والوں کی خیریت دریافت کی اور جب تک وہ آپ کے پاس بیٹھی رہی آپ بڑی خندہ روئی سے اس سے باتیں کرتے رہے۔

اس کے بعد آپ کا رضاعی بھائی آیا۔ آپ نے اس کا بھی احترام کیا اور تھوڑی دیر اس سے بھی باتیں کی لیکن جو گرم جوشی اور خوشدلی اپنی رضاعی بہن سے بات کرتے وقت موجود تھی وہ اس وقت دکھائی نہ پڑی ایک شخص نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے عرض کیا۔ "آپ کا رضاعی بھائی مرد تھا پھر بھی آپ نے اپنی رضاعی بہن جیسی اس کی خاطر تواضع نہیں کی؟"

آپ نے جواب نے فرمایا۔

لانھا کانت ابر بوالدیھا منہ

"کیونکہ وہ اپنے والدین کے ساتھ اس سے زیادہ نیکی کا سلوک کرتی تھی۔"(۱)

بیشک رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس طرح کی اقدار جیسے والدین کا احترام وغیرہ کو معیار بنا کر لوگوں کا احترام کیا کرتے تھے۔

---

(۱) اصول کافی ج ۲ ص ۱۶۱

۷۔ خودسر دشمن آپ کی ضربت کے سامنے

ابی بن خلف نامی کافروں اور مشرکوں کا ایک سرغنہ بڑا ہی خود پسند اور خود خواہ تھا اس کے پاس ایک نہایت چابک گھوڑا تھا جس کی وہ بڑی توجہ سے دیکھ بھال کیا کرتا تھا تاکہ ایک دن اسی پر سوار ہو کر وہ محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کو قتل کر سکے۔ ایک دن رسول خدا سے سامنا ہونے پر اس نے بڑے گستاخانہ انداز میں آپ سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

"میرے پاس ایک گھوڑا ہے میں اسے روز گھاس کھلاتا ہوں تاکہ وہ چالاک اور موٹا تگڑا ہو جائے اور میں اس پر سوار ہو کر تمہیں قتل کر سکوں۔"

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس سے فرمایا۔ "نہیں بلکہ خدا کی مرضی سے میں تجھے قتل کروں گا۔"

اس واقعہ کو زمانہ گزر گیا۔ یہاں تک کہ ہجرت کے تیسرے سال مدینہ کے قریب پہاڑیوں کے دامن میں۔ جنگ اُحد کی آگ۔ بھڑک اٹھی ابی بن خلف اس۔ جنگ میں دشمن افواج کے سرداروں میں شامل تھا جنگ شروع ہوتے ہی اس نے چلا کر کہا۔ "محمد کہاں ہے؟ اے محمد! اگر تم بچ جاؤ تو میں نہ بچوں۔" اسی دوران اس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو میدان۔ جنگ کے درمیان دیکھ لیا وہ آپ کو قتل کرنے کے لئے بڑی تیزی سے لپکا، آپ نے "حارث بن صمہ" نامی ایک صحابی کا نیزہ بڑی سرعت سے لیا اور ابی بن خلف کی گردن میں اتار دیا۔

اس کی گردن زخمی ہوگئی وہ بوکھلاہٹ میں گھوڑے سے گر کر بھینسے کی طرح ڈکارنے لگا وہ کہہ رہا تھا۔ "محمدؐ نے مجھے مار ڈالا۔"

اس کے دوست اسے میدان جنگ سے باہر کھینچ لے گئے اور اسے تسلی دینے لگے کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں کچھ بھی نہیں ہوا تمہاری گردن پہ معمولی سا زخم آیا ہے اس سے اتنا مضطرب اور پریشان ہونے کی کیا بات ہے؟

اس نے کہا۔ "یہ ضربت جو محمدؐ نے مجھے لگائی ہے اگر دو قبائل ربیعہ اور مضر پہ پڑ جاتی تو وہ سب کے سب ہلاک ہو جاتے تمہیں معلوم نہیں ایک دن محمد نے مجھ سے کہا تھا۔ 'میں تجھے قتل کروں گا۔'"

وہ اپنے اس قول کے بعد مجھ پہ تھوک بھی دیتے تو وہی تھوک میری موت کا سبب بن جاتا۔

اس ضربت کے بعد ابی خلف ایک دن سے زیادہ زندہ نہ رہ سکا اور آخر کار وہ ہلاک ہو گیا۔(۱)

---

(۱) بحار الانوار ج ۲۰ ص ۲

۸۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ہنسی

ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آسمان کی طرف دیکھ دیکھ کر ہنس رہے تھے۔ ایک شخص نے آپ سے عرض کیا۔

"آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟"

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ "میں نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی تو دیکھا کہ دو فرشتے زمین پر آئے تاکہ اس باایمان بندے کی دن رات عبادت کا اجر لکھیں جو ہر روز اپنی ایک مخصوص جگہ پر بیٹھ کر نمازیں پڑھا کرتا تھا مگر وہ بندہ مومن وہاں موجود نہ تھا بلکہ وہ بیمار ہو کر بستر پر پڑا ہوا تھا۔ وہ فرشتے لوٹ گئے اور خدا کے حضور جا کر عرض کیا۔ "ہم معمول کے مطابق اس بندہ مومن کی عبادت کی جگہ پر گئے مگر وہ وہاں موجود نہ تھا بلکہ اس کے بجائے وہ بستر پر بیماری کے عالم میں لیٹا ہوا تھا۔"

خداوند عالم نے ان فرشتوں سے کہا۔ "جب تک وہ بیمار ہے اس کے لئے وہی ثواب لکھتے رہو جو اس کے لئے عبادت کے وقت ہر روز لکھا کرتے تھے۔ میرے لئے یہ واجب ہے کہ اس کی عبادت کا ثواب اس کی بیماری کی پوری مدت تک لکھتا رہوں۔" (۱)

---

(۱) فروع کافی، ج ۱، ص ۳۱، بحار الانوار، ج ۲۲، ص ۸۳

۹۔ قبیلہ بنی سلیم کے ایک ہزار افراد کا ایک ساتھ ایمان لانا

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک بادیہ نشین عرب آپ کے پاس آیا اس نے ایک "گوہ" کا شکار کیا تھا اور اسے اپنی آستین میں چھپا رکھا تھا۔ اس نے نہایت گستاخانہ انداز میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اشارہ کرکے چیختے ہوئے پوچھا۔ "یہ کون ہے؟"

۔ لوگوں نے کہا۔ "یہ پیغمبر ہیں۔"

اس نے پیغمبر اکرم سے کہا۔ "لات وعزیٰ کی قسم! میرے نزدیک تم سے زیادہ قابل نفرت کوئی نہیں ہے اگر میرا قبیلہ مجھے جلد باز نہ کہتا تو میں ابھی تمھیں قتل کر دیتا۔"

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "تو آخر کیوں اتنی سخت باتیں کر رہا ہے؟ خدائے عظیم پر ایمان لے آ۔"

بادیہ نشین نے کہا۔ "میں اس وقت تک تم پر ایمان نہیں لے آؤں گا جب تک یہ گوہ تم پر ایمان نہ لے آئے۔"

یہ کہہ کر اس نے گوہ کو زمین پر پھینک دیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے پکارا۔

"یا ضب (اے گوہ)"

گوہ نے نہایت شستہ زبان میں کہا۔

"لبیک و سعدیک"

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ "تو کس کی عبادت کرتا ہے؟"

گوہ نے کہا۔ "میں اس کی عبادت کرتا ہوں جس کا عرش، آسمان میں اور جس کا شکوہ، زمین میں، راستے، دریا میں، جس کی رحمت جنت میں اور جس کا عذاب جہنم میں ہے۔"

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ "میں کون ہوں؟"

گوہ نے کہا۔ "آپ لوگوں کے پروردگار کے پیغمبر اور خاتم الانبیاء ہیں جس نے آپ کی تصدیق کی وہ نجات پا گیا اور جس نے آپ کی تکذیب کی وہ گھاٹے میں رہا۔"

اس واقعے کا مشاہدہ کر کے وہ بادیہ نشین اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف رخ کر کے کہا۔ "میں جب تمہارے پاس آیا تھا تو تم میرے نزدیک دنیا کے سب سے زیادہ قابل نفرت فرد تھے مگر اب تم پوری دنیا میں میرے لئے تمام انسانوں سے زیادہ محبوب ہو۔ یہاں تک کہ خود مجھ سے، میرے ماں باپ سے بھی زیادہ عزیز ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا وحدہ لاشریک ہے اور تم اس کے رسول ہو۔"

اس طرح وہ ایمان کامل کے ساتھ اپنے قبیلے لوٹ گیا۔ اس نے گھر جا کر اپنے اہل خاندان سے پورا ماجرا بیان کیا اور انھیں بھی اسلام کی طرف دعوت دی آخر کار اس کے قبیلے کے ایک ہزار افراد مسلمان ہو گئے۔ (۱)

---

(۱) خرائج راوندی، ص ۱۸۴، بحار، ج ۱۷، ص ۴۰۷

۱۰۔ رسول خدا کا تواضع

ایک دین ایک لاابالی عورت راستے سے گزر رہی تھی اس نے دیکھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم چند غلاموں کے ساتھ زمین پر بیٹھے ہوئے کھانے میں مشغول ہیں۔ اس نے بڑے تعجب سے کہا۔ "اے محمد! خدا کی قسم تم غلاموں کی طرح بیٹھے کھانا کھا رہے ہو۔"

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ "ویحک ای عبد اعبد منی۔"

"وائے ہو تجھ پر مجھ سے بڑا غلام کون ہے؟"

عورت نے کہا۔ "اپنے کھانے میں سے ایک لقمہ مجھے بھی دے دو۔"

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اسے ایک لقمہ دے دیا۔

عورت نے کہا۔ "نہیں خدا کی قسم! مجھے وہ لقمہ چاہیے جو تمہارے منہ میں ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے منہ سے لقمہ نکال کر اسے دیا اس عورت نے وہ لقمہ کھالیا اس کے بعد وہ آخر عمر تک کبھی بیمار نہ ہوئی۔ (۱)

---

(۱) کحل البصر ۱۰۲

معصوم دوم

فاطمہ زہرا

سلام اللہ علیہا

معصوم دوم

فاطمہ زہرا (س)

نام :۔ فاطمہ صدیقہ

مشہور القاب :۔ زہرا صدیقہ، کبریٰ، طاہرہ، راضیہ، مرضیہ، انسیہ، بتول، زہرہ، حوریہ، محدثہ وغیرہ۔۔

کنیت :۔ ام الحسنین، ام ابیھا اور ام الائمہ۔

والدین :۔ محمد رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خدیجہ کبریٰ سلام اللہ علیہا۔

وقت اور مقام ولادت :۔ طلوع فجر جمعہ ۲۰ جمادی الثانیہ بعثت کے ۵ویں سال، مکہ

ہجرت اور شادی :۔ تقریباً آٹھ سال کی عمر میں آپ نے حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ مدینے کی طرف ہجرت کی اور ہجرت کے دوسرے سال ماہ ذی الحجہ کے ابتدائی ایام میں آپ کی حضرت علی علیہ السلام سے شادی ہوگئی۔ آپ کے پانچ لڑکے اور لڑکیاں تھیں۔ امام حسن، امام حسین، جناب زینب، جناب ام کلثوم اور جناب محسن علیہم السلام۔

وقت اور محل شہادت :۔ ۱۵ یا ۱۳ جمادی الاولیٰ نماز مغرب و عشاء کے درمیان یا سنہ ۱۱ ہجری میں ۳ جمادی الثانیہ کو اٹھارہ سال کی عمر میں مدینے میں آپ کی شہادت واقع ہوئی۔

مرقد :۔ آپ کا مرقد تین مقدس مقامات میں سے کسی ایک جگہ ہے، رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی قبر کے کنارے، قبرستان بقیع میں یا مسجد نبوی میں رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے منبر اور قبر کے درمیان۔

دوران عمر :۔ دو مراحل میں منقسم ہے۔

۱۔ والد اور شوہر کے ساتھ گزاری ہوئی زندگی۔

۲۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات کے بعد کے ایام جو سیاسی اور اجتماعی اعتبار سے نہایت اہمیت کے حامل ہیں۔

۱۔ حضرت علی اور فاطمہ زہرا (ع) رسول خدا (ص) کی مبارکباد اور نصیحت

حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی شادی کو ابھی زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان سے ملاقات کے لئے آئے آپ نے انھیں مبارکباد دی اور تھوڑی دیر کے بعد جب حضرت علی علیہ السلام کسی کام سے باہر گئے تو آپ نے جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے پوچھا:

"کیسی ہو؟ تم نے اپنے شوہر کو کیسا پایا؟"

جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا۔ "بابا جان میں نے اپنے شوہر کو بہترین شوہر پایا مگر قریش کی کچھ عورتیں یہ کہہ رہی تھیں کہ تمہارے باپ نے ایک مفلس اور تہی دست شخص سے تمہاری شادی کر دی ہے۔"

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔ "بیٹی نہ تمہارا باپ فقیر ہے اور نہ ہی تمہارا شوہر، خداوند عالم نے زمین کی تمام سونے چاندی کی کانوں کو میرے اختیار میں دے رکھا ہے لیکن میں نے ان کی طرف کوئی توجہ نہیں کی بلکہ میں نے اللہ کے پاس موجود جزا کو اپنے لئے بہتر جانا۔ اے بیٹی!! اگر تمھیں ان باتوں کا علم ہوتا جن کا علم تمہارے باپ کو ہے تو پھر یہ دنیا تمہاری نظروں میں بے وقعت و کم مایہ ہو جاتی خدا کی قسم میں نے تمہارے تربیت اور نصیحت میں کسی طرح کی کوئی کاہلی نہیں کی تمہارا شوہر ایمان، علم اور حلم میں سب سے بہتر

ہے۔اے بیٹی! خداوند عالم نے پوری دنیا پر نظر دوڑائی اور سارے انسانوں میں سے دو لوگوں کا انتخاب کیا ان میں سے ایک کو تمہارا باپ بنایا اور دوسرے کو تمہارا شوہر۔

یا بنتہ نعم الزوج زوجک لا تعصی لہ امر آ

اے بیٹی تمہارا شوہر بہترین شوہر ہے اس کی کسی بات کی مخالفت نہ کرنا۔

اس کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو اپنے پاس بلا کر جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کے متعلق کچھ باتیں کی، منجملہ آپ نے فرمایا۔ "فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اسے اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے اسے خوش کیا اس نے مجھے خوش کیا۔" امام علی علیہ السلام جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی شان میں فرماتے ہیں۔

"خدا کی قسم میں نے کبھی بھی فاطمہ کو ناراض نہیں کیا اور نہ ہی کبھی انھیں کسی کام کے لئے مجبور کیا۔یہاں تک کہ خداوند متعال نے ان کی روح کو اپنے حضور طلب کرلیا اسی طرح انھوں نے بھی مجھے کبھی ناراض نہیں کیا اور نہ ہی میری کسی بات کی مخالفت کی میں جب ان کی طرف دیکھتا تھا میرے تمام غم دور ہو جاتے تھے۔(۱)

(۱) ست الاحزان، ص ۶۲ اور ۶۳

۲۔ جناب فاطمہ زہرا (س) کی نظر میں عورت کی بہترین صفت

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

" کچھ لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے میں وہاں موجود تھا رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے لوگوں کی طرف رخ کر کے فرمایا۔

"اخبرونی ای شئی خیر للنساء"

"مجھے بتاؤ کہ عورتوں کے لئے کون سی چیز سب سے زیادہ بہتر ہے؟"

ہم میں سے کوئی بھی اس سوال کا صحیح جواب نہ دے پایا۔ اس کے بعد لوگ ادھر ادھر ہو گئے میں گھر آیا اور جناب زہرا سلام اللہ علیہا سے مسجد کا پورا واقعہ بتایا اور اس کے ساتھ یہ بھی جتا دیا کہ ہم میں سے کوئی بھی اس سوال کا جواب نہ دے سکا۔

جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے فرمایا۔ "لیکن مجھے اس کا جواب معلوم ہے:

خیر للنساء ان لایرین الرجال ولایراھن الرجال

"عورتوں کے لئے سب سے بہتر شئے یہ ہے کہ نہ وہ مردوں کو دیکھیں اور نہ ہی انھیں مرد دیکھیں۔"

بعض روایتوں میں اس طرح آیا ہے " ان لا تری رجلا ولا یراھا رجل " نہ وہ کسی مرد کو دیکھے اور نہ کوئی مرد اسے دیکھے۔

میں رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس پہنچا اور میں نے کہا کہ آپ نے مسجد

میں جو سوال کیا تھا اس کا یہ جواب ہے۔

"عورت کے لئے سب سے بہتر چیز یہ ہے کہ نہ وہ کسی نامحرم کو دیکھے اور نہ ہی اس کو کوئی نامحرم مرد دیکھ سکے۔"

آپ نے فرمایا۔ "تم تو میرے پاس ہی تھے مگر اس وقت تو تم نے اس سوال کا جواب نہیں دیا لہذا اب یہ بتاؤ تمھیں اس سوال کا جواب کس نے بتلایا؟"

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا۔ "فاطمہ نے یہ جواب دیا ہے۔"

رسول خدا اس جواب سے بہت خوش ہوئے اور آپ نے فرمایا۔

"ان فاطمۃ بضعۃ منی"

"بلاشبہ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔" (۱)

۲۔ رسول خدا (ص) کی حدیث میں فاطمہ زہرا (س) کا خاص احترام

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات کے چند ہی دنوں بعد جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کے گھر ایک شخص آیا باریابی کی اجازت لینے کے بعد اس نے آپ سے عرض کیا۔ "کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کوئی چیز آپ کے پاس یادگار کے طور پر چھوڑی ہے تاکہ آپ اس سے مجھے بھی استفادہ کا موقع دیں؟"

---

(۱) کشف الغمۃ ج ۲، ص ۲۳ اور ۲۴

جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو اپنے والد کی ایک حدیث یاد آگئی۔ آپ نے اپنی کنیز سے فرمایا۔

"ھات تلک الجریدۃ"

"اس نوشتہ کو یہاں لے آؤ۔"

کنیز نے اس نوشتے کو تلاش کیا مگر وہ مل نہ سکا۔ وہ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کے پاس آکر کہنے لگی۔ "مجھے وہ نوشتہ نہیں ملا۔"

جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا نے اس سے کہا۔

"ویحک اطلبیھا فانھا تعدل عندی حسناً و حسیناً۔"

"وائے ہو تجھ پر اسے ڈھونڈ کہ وہ میرے نزدیک حسن و حسین کے برابر ہے۔"

کنیز دوبارہ گئی اور اس نوشتے کو توجہ سے ڈھونڈنے لگی اور آخر کار اس نوشتہ کو راکھ کے ڈھیر میں تلاش کر ہی لیا اسے صاف کر کے جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کے پاس لے آئی۔ آپ نے وہ نوشتہ سوال کرنے والے شخص کے سامنے پڑھا اس میں اس طرح لکھا تھا۔

"لیس من المومنین من لم یامن جارہ بوائقہ..."

"وہ مومن ہی نہیں جس کے شر سے اس کا پڑوسی امان میں نہ ہو اور جو خدا اور آخرت پر یقین رکھتا ہے وہ کبھی اپنے پڑوسی کو تکلیف نہیں پہنچاتا اور جو خدا اور روز جزا پر اعتقاد رکھتا ہے وہ یا تو اچھی باتیں کرتا ہے اور نہیں تو خاموش رہتا ہے؟ خداوند عالم لوگوں کی بھلائی چاہنے والے، بردبار اور پارسا کدامن انسان کو پسند کرتا ہے، بدزبان، کینہ توز اور حد درجہ سوال کرنے والے کو ناپسند کرتا ہے جان لو! کہ حیا انسان کا جز، اور ایمان، بہشت کا سبب ہوتا ہے اور برا بھلا کہنا بے شرمی کی دلیل ہے اور بے شرمی جہنم میں داخل ہونے کا سبب ہوتی

ہے۔"(۱)

۴۔ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کے ہار کی برکت

ایک رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کچھ مسلمانوں کے ساتھ نماز جماعت پڑھ رہے تھے نماز ختم ہونے کے بعد کچھ لوگ آپ کے پاس بیٹھ گئے تبھی ایک بوڑھا فقیر رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حضور آ کر کہنے لگا۔" بھوک مارے ڈال رہی ہے میں برہنہ بھی ہوں آپ مجھے کھانے اور پہننے کے لئے عطا کریں میں بہت ہی تہی دست اور مفلس ہوں۔"

اس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس کچھ بھی موجود نہ تھا۔ آپ نے جناب بلال سے فرمایا۔"اس بوڑھے کو فاطمہ کے گھر پہنچا دو۔"

جناب بلال اسے لے کر جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کے گھر آئے اور آپ سے اس کی حد درجہ غربت کا ماجرا بیان کیا۔

تین دن ہو چکے تھے جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے گھر میں بھی کھانے پینے کو کچھ موجود نہ تھا۔ علی و فاطمہ علیہما السلام خود بھی بھوکے تھے مگر اس باوجود جناب فاطمہ اس فکر میں تھیں کہ اس فقیر کو خالی ہاتھ نہ لوٹایا جائے۔

آپ کے پاس ایک چاندی کا ہار تھا جسے آپ کی چچازاد بہن (جناب حمزہ کی بیٹی

---

(۱) دلائل الامامۃ۔ طبری، ص ۱، سفینۃ البحار، ج ۱، ص ۲۲۱

نے تحفے کی طور پر دیا تھا آپ نے وہ ہار اتارا اور اس بوڑھے کو دیتے ہوئے فرمایا۔ "اسے بیچ کر اپنی ضرورتوں کو پورا کر لو۔"

وہ بوڑھا خوش ہو کر جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کے گھر سے باہر آیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حضور آ کر واقعہ بیان کیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بہت متاثر ہوئے اور آپ کی آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے۔

اس بوڑھے نے ہار بیچنا چاہا تو جناب عمار یاسر نے فرمایا۔ "کتنے میں بیچو گے؟"

بوڑھے نے کہا۔ "اتنے کھانے میں جس سے میرا پیٹ بھر جائے اور ایک لباس مل جائے جس میں میں نماز پڑھ سکوں اور ایک دینار تا کہ سفر کے اخراج ادا کر کے میں اپنے گھر لوٹ سکوں۔"

جناب عمار نے ایک جنگ میں حاصل ہونے والے مال غنیمت کو بیچ کر کچھ روپئے جمع کر رکھے تھے آپ نے بیس دینار اور دو سو درہم اس بوڑھے کو دیئے اس کے ساتھ ہی آپ نے اسے ایک جوڑا کپڑا اپنی سواری اور ایک وقت کھانے کی دعوت بھی دی۔

وہ بوڑھا بہت خوش ہوا۔ اس نے جناب عمار یاسر کا شکرہ ادا کیا اور آپ کو اس طرح دعا دی۔

"پالنے والے! تو فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کو اتنا کچھ دے دے جتنا نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہو اور نہ کسی کان نے سنا ہو۔"

رسول خدا نے فرمایا۔ "آمین" اس کے بعد وہ بوڑھا چلا گیا۔

عمار یاسر نے اس ہار کو مشک سے معطر کیا اور اسے ایک یمانی کپڑے میں لپیٹ کر "سہم" نامی اپنے ایک غلام کو دیتے ہوئے فرمایا۔ "جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کے پاس جا کر یہ

ہار نہیں دے دینا میں نے تجھے بھی انھیں کو بخش دیا آج کے بعد سے تو جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا غلام ہے۔"

سہم نے جناب عمار کے احکام کی تعمیل کی جناب فاطمہ سلام اللہ نے ہار لے لیا اور سہم کو آزاد کر دیا۔

سہم شروع سے آخر تک پورے واقعے کا مشاہدہ کر چکا تھا۔اپنی آزادی کی بات سن کر وہ ہنسنے لگا جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے اس پوچھا۔"تو کیوں ہنس رہا ہے۔"

سہم نے کہا۔"اس ہار کی برکت دیکھ کر مجھے ہنسی آرہی ہے اس ہار نے ایک بھوکے کو سیر کیا ایک برہنہ کو لباس عطا کیا ایک فقیر کو مالدار کیا۔ایک غلام کو آزاد کیا اور پھر آخر کار اپنے مالک کے پاس لوٹ آیا۔"(۱)

۵۔جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا محاذ جنگ پر

ہجرت کا پانچواں سال تھا۔رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دشمن کو حملے سے باز رکھنے کے لئے خندق کھودنے کے احکامات جاری کر دیئے تھے۔وہ خود بھی مسلمانوں کے ساتھ ایک عظیم مورچے کی تیاری میں مشغول ہو گئے۔حالات کی سنگینی کا یہ عالم تھا کہ کبھی کبھی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سمیت مسلمان کئی دنوں تک بھوکے ہی رہ جاتے تھے۔

---

(۱) بشارۃ المصطفیٰ، ص ۱۶۷

ایک دن جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ایک روٹی کا ٹکڑا لے کر محاذ پہ پہنچ گئیں۔ جب آپ وہ روٹی رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دینے لگیں تو آپ نے پوچھا۔ "جگر گوشہ! یہ کہاں سے لے آئی ہو؟"

آپ نے عرض کیا۔ "یہ اس روٹی کا ٹکڑا ہے جسے میں نے حسنؑ و حسینؑ کے لئے پکایا تھا۔ یہ میں آپ کے لئے لے آئی ہوں۔"

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ "بیٹی فاطمہ تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ روٹی کا وہ پہلا ٹکڑا ہے جسے تمہارا باپ تین دنوں کی مسلسل بھوک کے بعد منہ میں ڈال رہا ہے۔" (۱)

۶۔ رسول خدا (ص) کے نزدیک جناب فاطمہ (س) کی اہمیت

جناب عائشہ کہتی ہیں: فاطمہ سے زیادہ میں نے کسی کو رسول خدا مشابہ نہیں دیکھا جب فاطمہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس آتی تھیں تو آغوش پھیلا کر آپ ان کا استقبال کرتے اور ان کے ہاتھوں کا بوسہ لیتے اور اپنی جگہ پہ بٹھاتے تھے اسی طرح جب بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فاطمہ کے گھر جاتے، آپ بھی کھڑی ہو کر رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہاتھوں کا بوسہ لیتی تھیں۔

---

(۱) مجمع البیان، ج ۹، ص ۲۵۲

جب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات نزدیک ہوئی تو آپ نے جناب فاطمہ کو اپنے پاس بلایا اور آہستہ آہستہ باتیں کرنے لگے میں نے دیکھا کہ فاطمہ رو رہی ہیں اس کے بعد رسول خدا نے دوسری دفعہ فاطمہ سے کچھ کہا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ہنس رہی ہیں میں نے سوچا اور لوگوں پر فاطمہ کی ایک یہ بھی برتری ہے کہ وہ روتے روتے ہنس رہی ہیں۔ میں نے فاطمہ سے وجہ دریافت کی تو انھوں نے فرمایا۔ "اس طرح تو میں اسرار کو فاش کر دوں گی۔"

جب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات ہو گئی تو میں نے فاطمہ سے عرض کیا۔ "اس دن رونے اور پھر ہنسنے کی کیا وجہ تھی؟"

آپ نے جواب میں فرمایا۔ "اس دن سب سے پہلے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مجھے بتایا کہ وہ اس دنیا سے جانے والے ہیں میں یہ سن کر رونے لگی اس کے بعد آپ نے مجھ سے فرمایا۔ "میرے اہل بیت میں تم سب سے پہلے مجھ سے آملو گی۔" یہ سن کر میں خوش ہو گئی اور ہنسنے لگی۔"(۱)

۷۔ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی پارسائی

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جب سفر پر جاتے تو واپسی کے وقت سب سے پہلے جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے گھر تشریف لے جاتے اور کچھ مدت وہیں رہتے تھے

---

(۱). بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۲۵

اس کے بعد اپنے گھر آتے تھے ۔ایک دفعہ آپ سفر پر گئے تو جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے مدت میں چار چیزوں کا اپنی زندگی میں اضافہ کرلیا۔

۱۔دو چاندی کے کنگن ۔ ۲۔ایک ہار ۳۔دو گوشوارے ۴۔ گھر کا ایک پردہ

یہ سب کچھ اپنے شوہر اور والد کی سفر سے واپسی کی ایک طرح کی تیاری تھی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سفر سے واپس لوٹے اور معمول کے مطابق سب سے پہلے جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کے گھر تشریف لے گئے ۔ آپ کے کچھ اصحاب گھر کے دروازے پر کھڑے ہو گئے انھیں معلوم نہیں تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کب باہر آئیں گے انھیں علم نہیں تھا کہ آپ جلدی ہی نکل آئیں گے یا ہمیشہ کی طرح آپ کو باہر آنے میں دیر لگے گی۔

مگر ان لوگوں نے دیکھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم غصے کے عالم میں بڑی جلدی گھر سے نکل آئے اور مسجد میں جا کر منبر کے پاس بیٹھ گئے۔

جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا سمجھ گئیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا یہ برتاؤ اس پردہ، کنگن، ہار اور گوشوارے کی وجہ سے ہے ۔ آپ نے فوراً وہ سب کچھ آپ کی خدمت میں یہ کہہ کر بھیج دیا "میرا سلام کہہ کر یہ کہنا کہ ان چاروں اشیاء کو راہ خدا میں صرف کر دیجئے۔"

جب وہ شخص وہ سب لے کر رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اور اس نے آپ کا پیغام رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو سنایا تو آپ نے تین دفعہ فرمایا۔" فاطمہ نے اپنا فرض پورا کر دیا۔اس کا باپ اس پر فدا ہو۔"

اس کے بعد آپ نے فرمایا۔" دنیا محمد و آل محمد کے لئے نہیں بنائی گئی ہے اللہ

نزدیک اگر اس دنیا کی اہمیت مکھی کے پروں کے برابر بھی ہوتی تو کافروں کو اس میں سے ایک گھونٹ پانی بھی نصیب نہ ہوتا۔"

اس کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کے گھر تشریف لے آئے (۱) اور اس طرح آنحضرت نے آرائش و زینت سے پرہیز کا درس دیا اور جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا نے ان کے احکام کی فوراً اطاعت کو ظاہر کیا۔

۸۔ حق کا دفاع

فدک مدینے سے تقریباً ۱۴۰ کلومیٹر کی دوری پر واقع ایک زرخیز علاقہ تھا۔ یہاں پانی کی فراوانی کی وجہ سے سرسبز و شاداب نخلستانوں کی بھرمار تھی یہ علاقہ یہودیوں کے ہاتھ میں تھا۔ ہجرت کے ساتویں سال خیبر کی فتح کے بعد مسلمانوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی قیادت میں اس علاقہ کا رخ کیا۔ یہودیوں نے بغیر کسی مزاحمت کے ہتھیار ڈال دیئے اس کے بعد فدک رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذاتی ملکیت ہو گیا۔ جب سورہ اسرا کی ۲۶ ویں آیت "و آت ذا القربی حقہ" نازل ہوئی تو آپ نے فدک کا علاقہ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو بخش دیا۔ (۲)

---

(۱) آمالی صدوق، بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۲۰

(۲) میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۲۸۸، کنز العمال، ج ۲، ص ۵۸

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات کے بعد ابو بکر نے فدک پر قبضہ کر لیا اور جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کے نوکروں کو وہاں سے بھگا دیا۔ آپ اپنے حق کے لئے کئی دفعہ ابو بکر کے پاس گئیں ایک دفعہ ابو بکر نے آپ سے کہا۔ "اگر تم یہ دعوی کرتی ہو کہ فدک تمہارا حق ہے تو اس دعوی کے لئے گواہ پیش کرو۔"

جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا "ام ایمن" کو گواہ بنا کرلے آئیں۔ ام ایمن ایک قابل اعتماد خاتون تھیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے آپ کو بہشت کی بشارت دی تھی۔ آپ نے ابو بکر کے پاس آ کر کہا۔ "میں گواہی دیتی ہوں کہ جب سورہ اسراء کی ۲۶ ویں آیت نازل ہوئی تو آنحضرت نے فدک جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کو بخش دیا تھا۔" اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے بھی ایسی ہی گواہی دی۔ اس طرح ابو بکر کے نزدیک جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا دعوی ثابت ہو گیا اور انھوں نے فدک کی واپسی کا حکم نامہ تحریر کر کے جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے حوالے کر دیا۔

اس واقعے کی اطلاع جب عمر کو ہوئی تو انھوں نے ابو بکر پر شدید اعتراض کیا اور جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کے پاس جا کر حکمنامہ کو چھین لیا اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اس کے بعد کہا۔

"فدک تمام مسلمانوں کا مال ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ہم انبیاء جو کچھ بھی وراثت میں چھوڑتے ہیں وہ عام ملکیت ہوتا ہے اور فاطمہ کے شوہر علی کی گواہی بھی نا قابل قبول ہے کیونکہ یہ انھیں کے فائدے کی بات ہے اور ام ایمن کی تنہا گواہی سے حق ثابت نہیں ہوتا۔"

جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا عمر کے اس سخت رویے سے بہت ناراض ہوئیں اور

نہایت غمزدہ ہو کر عمر و ابو بکر کے پاس سے لوٹ آئیں۔(۱)

۹۔ آخر عمر تک فاطمہ سلام اللہ علیہا کا شدید اعتراض

حالانکہ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کی کوششوں کا کوئی خاص اثر نہیں ہوا تھا مگر اس کے باوجود آپ نے آخری عمر تک باطل سے ہار نہیں مانی وہ اپنے عمر کے آخری حصے تک اپنے حق کے غاصبوں سے ناراض رہیں۔ آپ اس داستان پر غور فرمائیے۔

جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا جب بستر شہادت پر تھیں تو اسی دوران ایک دن عمر اور ابو بکر نے حضرت علی علیہ السلام سے ملاقات کی اور کہا۔"فاطمہ سے کہیئے کہ وہ ہمیں اپنے حضور آنے کی اجازت دیں آپ جانتے ہیں کہ ہمارے اور ان کے درمیان کچھ ناگوار امور وقوع پذیر ہو چکے ہیں اسی لئے ہم ان کے حضور آ کر اپنے غلطیوں کی معافی چاہتے ہیں۔"یہاں تک وہ یہ کہتے ہوئے گھر کے دروازے تک آ گئے حضرت علی علیہ السلام گھر کے اندر تشریف لے گئے اور آپ نے جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا سے فرمایا۔" فلاں فلاں دروازے پر کھڑے اندر آنے کی اجازت مانگ رہے ہیں، تم کیا کہتی ہو؟"

جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے فرمایا۔"یہ گھر آپ کا ہے اور میں آپ کی بیوی ہوں، آپ جو چاہے کریں۔"

---

(۱) بیت الاحزان، ص ۱۷۲ اور ۱۷۳

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا۔ "اپنا نقاب ٹھیک کر لو۔"

جناب فاطمہ زہرا نے نقاب درست کیا اور اپنا چہرہ دیوار کی طرف گھما لیا وہ لوگ آپ کے بستر کے قریب آئے اور سلام کرنے کے بعد کہنے لگے۔ "تم ہم سے خوش ہو جاؤ اللہ تم سے خوش ہو گا۔"

آپ نے فرمایا۔ "تم یہاں کیوں آئے ہو؟"

انھوں نے کہا۔ "ہم نے آپ کے ساتھ گستاخی کی ہے، ہمیں یقین ہے کہ آپ اسے فراموش کر دیں گی اور ہمیں معاف کر دیں گی اور آپ کا دل ہماری طرف سے صاف ہو جائے گا۔"

جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے ان لوگوں سے فرمایا۔ "اگر تم اپنے اس قول میں سچے تو میں تم سے ایک سوال کرتی ہوں، تم اس کا جواب دو حالانکہ مجھے معلوم ہے کہ تمہیں اس سوال کا جواب معلوم ہے اگر تم نے میری باتوں کی تصدیق کر دی تو میں سمجھ جاؤں گی کہ تم لوگ سچے دل سے معافی مانگ رہے ہو۔"

انھوں نے کہا۔ "پوچھیے۔"

آپ نے فرمایا۔ "تمہیں خدا کی قسم ہے کیا تم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو یہ کہتے سنا ہے "فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اسے اذیت دی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی۔"

انھوں نے کہا۔ "ہاں ہم نے آنحضرت کو یہ کہتے سنا ہے۔"

جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا نے اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا۔

"خدایا! ان دو لوگوں نے مجھے بڑی اذیتیں پہنچائی ہیں میں تیری اور تیرے رسول

کی بارگاہ میں ان کی شکایت کر رہی ہوں، نہیں! خدا کی قسم میں تم لوگوں سے کبھی خوش نہیں ہو سکتی۔ یہاں تک کہ میں اپنے والد رسول خدا سے ملحق ہو جاؤں اور جو کچھ بھی تم نے میرے ساتھ کیا ہے انھیں بتا دوں پھر وہ ہمارے متعلق فیصلہ کریں گے۔"

ابو بکر تے روتے ہوئے کہا۔" وائے ہو مجھ پر۔" اور بڑی بے چینی کا مظاہرہ کرنے لگے، لیکن عمر نے ان سے کہا۔" اے خلیفہ! رسول ایک عورت کی باتوں کی وجہ سے تم اس طرح بے تاب ہو رہے ہو؟"(۱)

اب انھیں جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی مرضی کے حصول کی کوئی امید نہیں رہ گئی تھی لہذا وہ مایوس ہو کر لوٹ آئے۔

۱۰۔ اسلامی آداب کی پابندی

نماز کے مستحبات میں یہ بھی ہے کہ انسان نماز کے وقت خوشبو کا استعمال کرے اور معطر و پاکیزہ لباس میں وقار واحترام کے ساتھ نماز پڑھے۔

جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی عمر کے آخری لمحات تھے۔ اذان مغرب تھوڑی ہی دیر میں ہونے والی تھی نماز کا وقت قریب آ گیا تھا جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے اسماء بنت عمیس سے فرمایا۔" میرا عطر لے آؤ تاکہ میں معطر ہو سکوں اور میرا وہ لباس بھی لیتے آنا

---

(۱) کتاب سلیم بن قیس، ص ۲۵۴

جس میں میں نماز پڑھتی ہوں۔" اس کے بعد آپ نے وضو کیا لیکن جب آپ نے نماز پڑھنا چاہا تو آپ کی حالت غیر ہونے لگی آپ نے زمین پر سر رکھ دیا اور اسماء سے فرمایا "میرے پاس بیٹھی رہو جیسے ہی نماز کا وقت ہو مجھے اٹھا دینا تا کہ میں نماز پڑھ سکوں اگر میں اٹھ گئی تو کوئی بات نہیں اور میں نہ اٹھ سکی تو کسی شخص کو علی کے پاس میرے مرنے کی خبر لیکر بھیج دینا۔" اسماء کہتی ہیں نماز کا وقت ہو گیا میں نے کہا۔ "نماز کا وقت ہو گیا اے بنت رسول اللہ!"

مگر کوئی جواب سنائی نہیں دیا میں سمجھ گئی کہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا اس دنیا سے جا چکی ہیں (۱)

بلاشبہ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے آداب اسلام کی پابندی کا درس لینا چاہیے آپ نے اس حالت میں بھی نماز کا لباس پہنا خوشبو لگائی تا کہ نماز پڑھ سکیں اور وقت سے پہلے خود کو نماز کے تیار رکھیں۔

---

(۱) کشف الغمہ، ج ۲، ص ۶۲
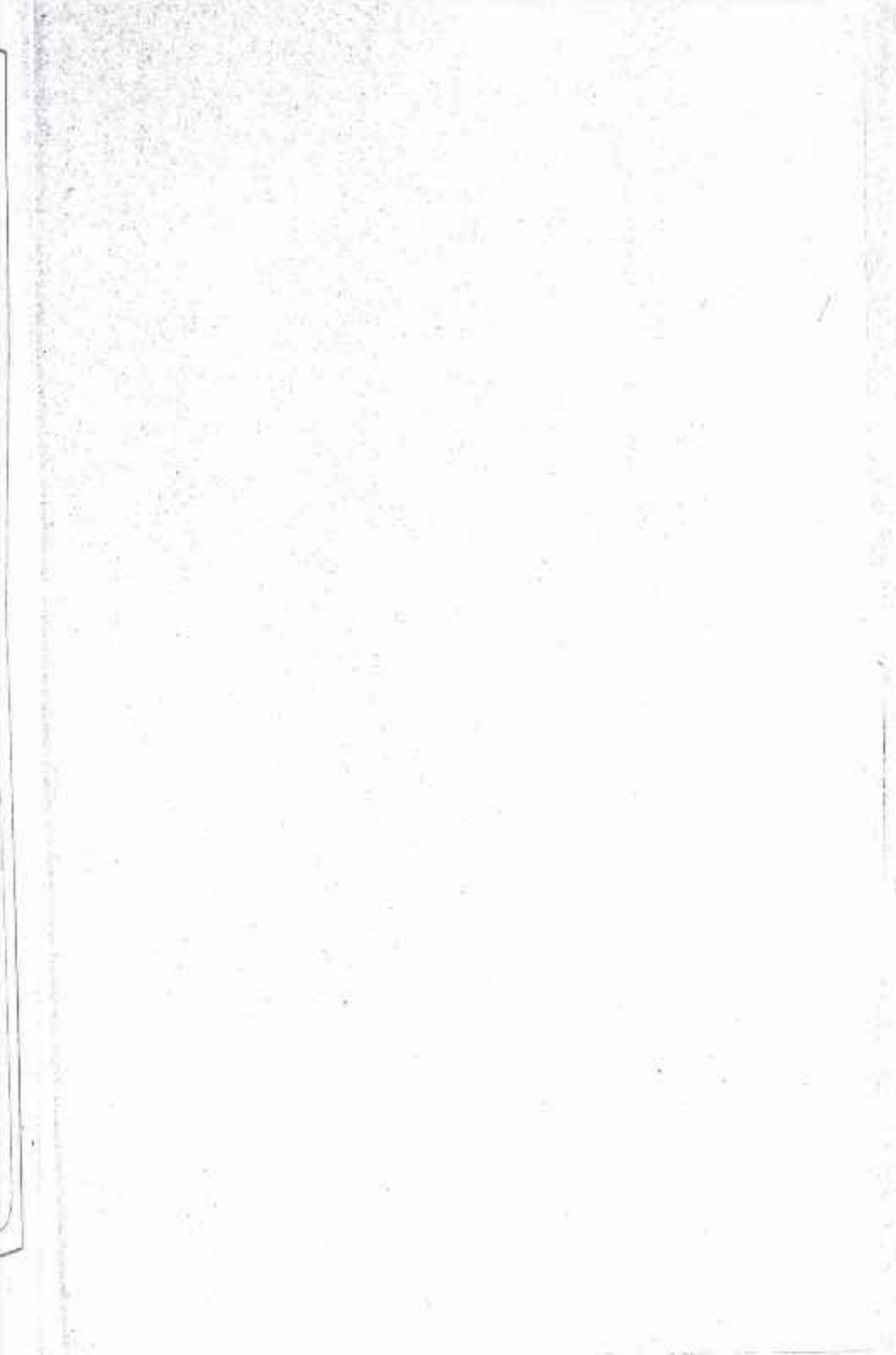
معصوم سوم

امام علی

علیہ السلام

معصوم سوم :

امام اول حضرت علی علیہ السلام

○ نام ـــ : علی (علیہ السلام)

مشہور لقب ـــ : امیر المومنین

کنیت ـــ : ابو الحسن

والدین ـــ : ابو طالب، فاطمہ بنت اسد

وقت اور مقام ولادت ـــ : ۱۳ رجب، بعثت سے ۱۰ سال قبل جوف کعبہ میں۔

دوران خلافت ـــ : ۳۶ ہجری سے ۴۰ ہجری (تقریباً چار سال اور نو مہینے)

مدت امامت ـــ : ۳۰ سال

وقت اور مقام شہادت ـــ : ۱۹ رمضان کو صبح کے وقت سنہ ۴۰ ھ میں ابن ملجم کے ہاتھوں مسجد کوفہ میں ضربت کھائی اور ۲۱ رمضان کو ۶۳ سال کی عمر میں کوفہ میں شہید ہو گئے۔

مرقد مقدس ـــ : نجف اشرف

دوران عمر ـــ : چار مرحلوں میں منقسم ہے۔

۱۔ بچپنا (تقریباً دس سال)

۲۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ (تقریباً ۲۳ سال)

۳۔ خلافت سے کنارہ کشی کی مدت (تقریباً ۲۵ سال)

۴۔ دوران خلافت (تقریباً چار سال نو مہینے)

۱۔ علی (علیہ السلام) پہلے مرد مسلمان

مورخین و محدثین کے اعتراف سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ سب سے پہلے جس نے اسلام قبول کیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہا وہ حضرت علی علیہ السلام کی ذات ہے جس کا قصہ کچھ یوں ہے:

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بعثت کے ابتدائی زمانے میں تین سال تک لوگوں کو ڈھکے چھپے طریقوں سے اسلام کی دعوت دیتے رہے سب سے پہلے حضرت علی علیہ السلام نے آپ کو دعوت قبول کیا اس کے بعد جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا نے اسلام قبول اور یہ تین افرد خفیہ طور سے نماز جماعت ادا کرتے تھے اور اسی طرح دوسرے اعمال انجام دیا کرتے تھے

بعثت کے تیسرے سال خدا کی طرف سے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنی دعوت کی علی الاعلان تبلیغ پر مامور ہوئے سورہ شعراء کی ۲۱۴ویں آیت اسی سلسلے میں نازل ہوئی

"وانذر عشیرتک الاقربین"

"اور تم اپنے قریبی رشتہ داروں کو (عذاب خدا سے) ڈراؤ"

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے خاندان کے تقریبا چالیس افراد کو جناب ابو طالب کے گھر مدعو کیا، ان میں اکثریت آپ کے چچاؤں اور چچازاد بھائیوں کی تھی۔ کھانے کے بعد جیسے ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی الہی ذمہ داری کو نبھانے کے لئے کچھ کہنا چاہا ابو لہب نے شور و غل کر کے لوگوں کو بھڑکا کر محفل کو درہم برہم کر دیا۔ بعض

موّرخین کے قول کے مطابق ابو لہب نے دو دفعہ اس طرح کی حرکت دہرائی ۔ دوسری دفعہ پھر آنحضرت نے لوگوں کو مدعو کیا، حضرت علی کو حکم دیا کہ تھوڑے کھانے اور دودھ کا انتظام کریں اس دفعہ بھی تقریباً ۴۰، ۴۵ افراد کھانے پر موجود تھے جب ان لوگوں نے کھانا کھالیا تو ابو لہب نے ایک بار پھر مجمع کو منتشر کر دینا چاہا کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے آج بھی اپنی رسالت کی طرف دعوت دینے کے لئے لوگوں کو اکٹھا کیا ہے لیکن ایک طرف سے جناب ابو طالب نے اسے باز رکھا اور دوسری طرف رسول خدا نے بڑھ کر اس سے پہلے ہی اپنی بات کہہ دی جس کی وجہ سے وہ اپنے منصوبے میں ناکام رہا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی بات اس طرح شروع کی :

"اے فرزندان عبد المطلب ! میں خدا کی طرف سے تم لوگوں کے لئے بشیر نذیر بنا کر بھیجا گیا ہوں مجھ پر ایمان لے آؤ، میری مدد کرو تا کہ تم ہدایت یافتہ ہو جاؤ اور دنیا میں عرب و عجم کے سردار اور آخرت میں اہل بہشت میں شمار کئے جاؤ۔

اے میرے عزیزو ! میری طرح کوئی بھی اپنے رشتہ داروں کے لئے تحفہ نہ لایا ہوگا میں تمہارے لئے دنیا و آخرت کی سعادت لے کر آیا ہوں ۔ ہے کوئی ہے جو میرا بھائی بنے، میرے دین کی پشت پناہی کرے تا کہ وہ میرا خلیفہ و وصی بن جائے اور آخرت میں بھی میرے ساتھ جنت میں رہے ؟"

تمام حاضرین پر موت کا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ تبھی اچانک ایک نوجوان نے اس سناٹے کو توڑ دیا ۔ وہ علی (علیہ السلام) تھے (اس وقت آپ کی عمر ۱۳ سال تھی) آپ نے کھڑے ہو کر کہا۔ "اے رسول خدا میں تمہاری مدد کروں گا۔" آپ نے فرمایا۔ "بیٹھ جاؤ۔" اس کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دوسری مرتبہ اپنی بات دہرائی مگر اس دفعہ بھی حضرت علی کے

علاوہ کسی نے کوئی جواب نہ دیا تیسری دفعہ بھی رسول خدا نے اپنی بات کہی مگر اس دفعہ بھی حضرت علی ہی نے کھڑے ہو کر مدد کا وعدہ کیا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔

ان ھذا اخی و وصی و خلیفتی علیکم فاسمعوا لہ واطیعوہ

"یہ میرا بھائی، میرا وصی اور تم پر میرا جانشین ہے لہذا تم اس کی باتوں کو سنو اور اس کی اطاعت کرو۔"

حاضرین منتشر ہو گئے۔ ہر ایک کچھ نہ کچھ کہتا جا رہا تھا۔ ابو لہب بہت ہی ناراض تھا۔ اس نے جناب ابو طالب کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔ "محمد نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم اپنے بیٹے کے احکامات کو سن کر اس کی اطاعت کرو۔"

جناب ابو طالب نے فرمایا۔ "اے اعور! چپ رہ تجھ سے کیا مطلب؟"

اس جلسے میں اقربا کو اکٹھا کرنے میں حضرت علی علیہ السلام کے والد جناب ابو طالب کا بڑا ہاتھ تھا اور اس دعوت میں آپ کے بیٹے حضرت علی علیہ السلام نے بڑی شجاعت و جواں مردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی وفاداری کا اعلان کر دیا۔(۱)

---

(۱) الغدیر، ج ۲، ص ۲۵۴ اور ۲۵۵، اہل سنت کی متعدد کتب روائی کے حوالے سے

۲۔امام علی علیہ السلام کی فداکاری کا ایک نمونہ

ہجرت کے تیسرے سال جنگ احد کی آگ بھڑک اٹھی یہ بڑی مشکل لڑائی تھی نوبت یہاں تک آپہنچی تھی کہ جنگ کے آخری مراحل میں کفار کی جیت ہو گئی اور سارے مسلمان سر پہ پیر رکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے ،صرف حضرت علی اور "ابو دجانہ انصاری"نام کے ایک صحابی کے علاوہ کوئی میدان جنگ میں موجود نہ تھا (بعض روایتوں کے مطابق بنی ہاشم کے چند جوان بھی موجود تھے) پانچ ہزار نفری پہ مشتمل فوج اور ابوسفیان کی رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو قتل کرنے کی مسلسل کوششوں سے پیدا ہو جانے والی بھیانک صورت حال میں صرف علی علیہ السلام ہی کی ذات تھی جو پروانے کی طرح شمع رسالت کے اردگرد طواف کر رہی تھی جب بھی کوئی گروہ آنحضرت کی طرف حملہ آور ہوتا تھا حضرت علی علیہ السلام ان کے سامنے ڈٹ جاتے اور انھیں تتر بتر کر دیا کرتے تھے ۔اس جنگ میں آپ نے بہت سے مشرکوں کو قتل کیا۔اسی دوران آپ کی تلوار ٹوٹ گئی۔ آپ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس آکر عرض کیا۔"اے رسول خدا! مرد تلوار سے لڑا کرتے ہیں مگر میری تلوار ٹوٹ گئی ہے۔"

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی ذوالفقار نامی تلوار آپ کو عنایت کی۔ آپ دشمنوں پہ اسی تلوار سے مسلسل حملہ کرتے اور دوسری طرف سے ان کے حملوں کا منہ توڑ جواب بھی دیتے آپ ، کا پورا جسم زخموں سے اس طرح چور چور تھا کی آپ پہچانے نہیں

جاتے تھے۔

جناب جبرئیل نازل ہوئے اور انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کہا۔

"یا محمد ان ھذہ لھی المواساۃ"

"اے محمد بلاشبہ برادری و تعاون اسے کہتے ہیں۔"

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔

"انہ منی وانا منہ"

"وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔"

جناب جبرئیل نے کہا۔

"وانا منکما"

"اور میں آپ دونوں سے ہوں"

اسی دوران اہل بدر نے ایک آسمانی صدا سنی:

"لاسیف الاذوالفقار و فتی الا علی"

"ذوالفقار جیسی کوئی تلوار نہیں اور علی جیسا کوئی جوان نہیں۔"(۱))

ہاں یقیناً اس وقت علی کی فداکاری اتنی ہی اہمیت کی حامل تھی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فخر کرنے لگے کہ علی مجھ سے ہے۔اور درگارہ خداوندی کے مقرب ترین فرشتے جبرئیل کو بھی یہ خواہش تھی کہ وہ علی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ہوں یعنی ان کے حصے میں ان فضائل کا کچھ حصہ آجائے جو حضرت علی علیہ السلام اور رسول خدا صلی

---

(۱) علل الشرائع

اللہ علیہ و آلہ وسلم کو عطا ہوئے تھے۔

۲۔ حضرت علی علیہ السلام کی کشتی

حضرت علی علیہ السلام کے والد جناب ابو طالب کو کشتی بہت پسند تھی۔ اس وقت عربوں کے درمیان یہ عام رسم تھی کہ وہ کسی کو لوگوں کے درمیان لے آتے اور دوسرا کوئی اس سے کشتی لڑتا باقی سب لوگ تماشا دیکھتے۔

جناب ابو طالب اپنے لڑکوں، اپنے بھائیوں کے لڑکوں اور چچاؤں کے لڑکوں کو اکٹھا کرتے اور ان سے کہتے تھے۔ "دو دو آدمی کشتی لڑو۔" اس وقت حضرت علی علیہ السلام کی عمر تقریباً چودہ سال تھی۔ جناب ابو طالب دیکھتے تھے کہ ان کا بیٹا جس سے بھی کشتی لڑتا ہے جیت جاتا ہے تو آپ علی علیہ السلام کی جیت کا منظر دیکھتے ہوئے کہا کرتے تھے۔

ظہر علی "علی جیت گئے۔"

اسی لئے حضرت علی کو "ظہیر" بھی کہا جانے لگا۔

بڑے ہونے کے بعد بھی حضرت علی علیہ السلام نے بڑے بڑے عرب کے پہلوانوں سے کشتی لڑی اور انھیں ہرایا۔ (۱)

---

(۱) مناقب شہر آشوب ج ۱ ص ۳۲۹

۴۔ حضرت علی علیہ السلام کا رعب و جلال عمر کی زبان سے

ابو وائلہ کا کہنا ہے۔ "ایک دن میں عمر بن خطاب کے ساتھ ایک جگہ سے گزر رہا تھا میں انھیں کچھ بڑبڑاتے ہوئے سنا تو میں نے کہا۔ "عمر! کیا ہوا یہ کیا بڑبڑا رہے ہو؟"

اس نے کہا۔ "وائے ہو تجھ پر۔ کیا تو شیر کے بیٹے، شیر کو نہیں دیکھ رہا ہے جس نے سرکشوں اور ظالموں کو دو تلواروں سے ہلاک کیا ہے؟"

میں نے اپنے اطراف نگاہیں دوڑائیں اچانک میں نے دیکھا کہ ہم سے چند قدموں کے فاصلے سے حضرت علی علیہ السلام گزر رہے ہیں میں سمجھ گیا کہ اس شیر سے عمر نے علی کو مراد لیا ہے۔ میں نے عمر سے کہا۔ "تم جس بہادر کا ذکر کر رہے ہو اس سے مراد یہ علی ہیں؟"

اس نے کہا۔ "آؤ میں تمھیں علی کی بہادری کے قصے سناؤں۔"

میں اس کے پاس گیا اس نے کہنا شروع کیا۔

"جنگ احد میں ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں اس طرح سے بیعت کی "ہم کبھی راہ فرار نہیں اختیار کریں گے ہم میں سے جو بھی بھاگے گا وہ گمراہ ہو گا اور ہم لوگوں میں سے جو بھی مار ڈالا جائے گا وہ شہید ہو گا اور پیغمبر اس کے سرپرست و ولی ہوں گے۔ "جنگ احد میں اچانک میں نے دیکھا کہ سو بہادر سردار جن میں سے ہر ایک کے ساتھ سو سو بہادر سپاہی موجود ہیں گروہوں میں بٹ کر ہم پر حملہ آور ہو رہے ہیں ہمارے قدم اکھڑ گئے اور بوکھلاہٹ میں ہم میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے اسی وقت میری نظر علی پر پڑی میں نے

دیکھا کہ وہ شیر ببر کی طرح لڑ رہے ہیں انھوں نے ہمیں دیکھ کر ایک مٹھی ریت اٹھائی اور ہمارے منہ پر مار کر کہنے لگے ۔ "تمہارے چہرے برے ہوں، گم ہو جائیں، آخر تم کہاں بھاگ رہے ہو کیا جہنم کی طرف جا رہے ہو؟" لیکن ہم میدان کی طرف نہ پلٹے تو انھوں نے ہم پر حملہ کر دیا ان کے ہاتھ میں ایک چوڑی سی تلوار تھی جس سے موت کا خون ٹپک رہا تھا۔ آپ نے چیخ کر کہا۔ "تم نے بیعت کی تھی اور اب بیعت شکنی کر رہے ہو۔ خدا کی قسم! کافروں سے زیادہ تم موت کے گھاٹ اتارے جانے کے قابل ہو۔" میں نے ان کی آنکھوں کو دیکھا گویا وہ زیتون کے تیل سے جلائی ہوئی دو مشعلیں ہوں جن میں آگ بھڑک رہی ہو یا پھر وہ دو خون سے بھرے پیالے ہوں۔ ہمیں یقین ہو گیا کہ وہ ہمارے پاس آ کر ہم سب کو نیست و نابود کر دیں گے اصحاب کے درمیان سے نکل کر میں ان کی طرف دوڑا نزدیک پہنچتے ہی میں نے کہا "اے ابو الحسن خدا کے واسطے! خدا کے واسطے عرب کبھی جنگ سے بھاگتے ہیں اور کبھی حملہ کرتے ہیں اور نیا حملہ پچھلے کے فرار کی تلافی کر دیتا ہے۔"

مجھے ایسا محسوس ہوا کہ آپ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ انھوں میری طرف سے اپنا چہرہ گھما لیا اس دن سے سے آج تک علی کے رعب و دبدبے کی میرے دل پر دھاک بیٹھی ہے ان کا وہ رعب و جلال اب بھی مجھے اچھی طرح یاد ہے (۱)

"فواللہ ماخرج ذلک الرعب من قلبی حتی الساعۃ"

"خدا کی قسم اس دن کی وحشت اور اس روز کا خوف اب بھی میرے دل میں موجود ہے (۱)

---

(۱)۔ بحار الانوار، ج۲۰، ص ۵۳

٥۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور علی علیہ السلام کا احترام

جابر (رہ) کہتے ہیں۔ "میں اور عباس (رسول خدا کے چچا) پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس تھے کہ اچانک علی علیہ السلام نے ہمارے پاس آکر سلام کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان کے احترام کے لئے اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے ان کے سلام کا جواب دیا اور ان کی پیشانی کا بوسہ لیا اس کے بعد آنحضرت نے بڑے احترام سے انھیں اپنے داہنی طرف بٹھالیا۔

عباس نے عرض کیا۔ "اے رسول اللہ! کیا آپ علی سے محبت کرتے ہیں؟"

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ "یا عم واللہ ان اللہ اشد حبالہ منی"

اے چچا! خدا کی قسم! خدا مجھ سے زیادہ علی سے محبت کرتا ہے۔"

اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ "خداوند عالم نے ہر نبی کی اولاد کو خود اسی کی نسل میں قرار دیا ہے لیکن میری اولاد کو اس نے علی کی نسل میں قرار دیا ہے۔" (١)

---

(١) ذخائر العقبی طبری، ص ٦٧، میزان الاعتدال، ج ٢، ص ١٦٦

۶۔ امام علی علیہ السلام کی پارسائی

"زاذان" نقل کرتا ہے۔ "حضرت علی علیہ السلام کے دوران خلافت میں جب کوفہ میں بیت المال کا ایک بڑا حصہ آیا کرتا تھا ایک دن حضرت علی علیہ السلام کے غلام قنبر بیت المال سے چند سونے اور چاندی کے برتن آپ کے پاس لائے اور عرض کیا۔" جو کچھ بھی آپ کے پاس تھا آپ نے اسے بانٹ دیا اور اپنے لئے کچھ بھی بچا کر نہ رکھا یہ چند برتن میں نے آپ کے لئے بچا لئے ہیں۔"

حضرت علی علیہ السلام نے اپنی تلوار نیام سے کھینچ کر قنبر سے کہا۔ "وائے ہو تم پر تم میرے گھر میں آگ لانا چاہتے ہو۔" اس کے بعد آپ نے ان برتنوں کو ٹکڑے ٹکڑے کیا اور ناظم شہر کو بلا کر لوگوں میں برابر سے بانٹ دینے کے لئے دے دیا۔(۱)

۷۔ علی علیہ السلام کا عدل

بیت المال کی تقسیم کے سلسلے میں حضرت علی علیہ اسلام کسی طرح کی کوئی تبعیض کے قائل نہ تھے۔ آپ عرب کو عجم پر، مرد کو عورت پر اور اشراف کو غلاموں پر کبھی

(۱)۔ بحار الانوار، ج ۴۱، ص ۱۱۳

ترجیح نہیں دیتے تھے۔یہی وجہ تھی کہ قوم پرست اور متعصب افراد معاویہ کے ساتھ ہو گئے۔

ایک دن حضرت علی علیہ السلام کے چاہنے والے ایک گروہ نے آپ کے پاس آکر عرض کیا "ہم آپ کو سمجھا رہے ہیں۔ہم آپ کی بھلائی چاہتے ہیں اگر آپ اشراف عرب کو دوسروں پر ترجیح دیں تو یہ آپ کی حکومت کی ترقی کے لئے سود مند ثابت ہو گی۔"

حضرت علی علیہ السلام ان کی یہ بات سن کر غضبناک ہو گئے۔آپ نے فرمایا۔"کیا تم مجھے اپنے ماتحتوں پر ظلم کرنے کا مشورہ دے رہے ہو تاکہ میں اس ظلم کے ذریعے کچھ مددگار پیدا کر لوں؟ خدا کی قسم جب تک دنیا موجود ہے اور جب تک ایک ستارہ دوسرے کے پیچھے چلتا رہے گا میں اس وقت تک ایسا عمل ہرگز انجام نہیں دے سکتا یہ دولت اگر میری ذاتی ملکیت ہوتی تب بھی میں اسے لوگوں کے درمیان مساوی طور پر تقسیم کرتا یہ تو مال خدا ہے۔"

اس کے بعد آپ نے فرمایا۔" اے لوگو جو بھی کوئی نیک کام نا اہل لوگوں کے ساتھ انجام دیتا ہے وہ کچھ مدت کے لئے تاریک دل اور نا اہلوں کے نزدیک قابل تعریف رہتا ہے اور ان کے دلوں میں محبت پیدا کر لیتا ہے لیکن اگر کبھی اس کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آجائے اور اس صورت میں وہ اپنے دوستوں کا محتاج ہو جائے تو یہی لوگ اس کے بد ترین دوست اور سب سے زیادہ برا بھلا کہنے والے ہوتے ہیں۔(۱)

---

(۱)۔ بحار الانوار، ج ۴۱، ص ۱۱۱

۸۔ حضرت علی علیہ السلام کا اخلاص

صبح کا وقت تھا بہت سے مسلمان رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس آئے ہوئے تھے مجلس لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔ آنحضرت نے مجمع کی طرف رخ کر کے فرمایا۔"آج تم میں کس نے خدا کی مرضی کے حصول کے لئے اپنا مال صرف کیا ہے؟"

تمام حاضرین خاموش ہو گئے۔ صرف حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا۔"میں گھر سے نکلا تو میرے پاس صرف ایک دینار تھا جس سے میں آٹا خریدنا چاہ رہا تھا تبھی راستے میں میری ملاقات مقداد سے ہو گئی ان کے چہرے ہی سے بھوک کا احساس ہوتا تھا میں نے وہ دینار انھیں دے دیا۔"

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔"تم پر خدا کی رحمت ہو۔"

اسی دوران ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا۔"میں نے آج علی سے زیادہ مال انفاق کیا ہے وہ اس طرح کہ ایک مرد اور عورت سفر کرنا چاہ رہے تھے مگر ان کے پاس زاد راہ نہ تھا میں نے انھیں ایک ہزار درہم دیا اور انھوں نے اس سے اپنا زاد راہ مہیا کیا۔ آنحضرت خاموش رہے۔

حاضرین میں سے کچھ لوگوں نے کہا۔"اے رسول خدا علی کی بات سن کر آپ نے فرمایا تھا"تم پر خدا کی رحمت ہو" اس شخص نے علی سے زیادہ دولت انفاق کی ہے مگر آپ نے اس کے متعلق کچھ نہیں کہا؟"

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔"کیا تم نے کبھی دیکھا ہے کہ کوئی

خدمت گزار بادشاہ کے لئے کوئی معمولی سا تحفہ لے جاتا ہے اور بادشاہ اس کا بڑا احترام کرتا ہے۔ اسے اپنے بغل میں جگہ دیتا ہے۔ مگر جب کوئی دوسرا خدمت گزار نہایت نفیس تحفہ لے کر بادشاہ کے پاس جاتا ہے تو وہ اس کا بالکل احترام نہیں کرتا؟"

لوگوں نے عرض کیا۔ "ہاں رسول خدا ہم نے ایسا دیکھا ہے۔"

آپ نے فرمایا۔ "اسی طرح علی کا انفاق ہے انھوں نے وہ ایک دینار محض خدا کی مرضی کے حصول کے لئے ایک بندہ مومن کی حاجت روائی کی غرض سے انفاق کیا تھا۔ مگر دوسرے شخص نے اپنا مال رسول خدا کے بھائی یعنی علی کی رقابت میں انفاق کیا تھا اس انفاق سے اس کا مقصد علی پر برتری حاصل کرنا تھا۔ خداوند عالم نے اس کے عمل کو فضول بلکہ عظیم گناہ قرار دیا ہے۔ جان لو کہ اگر اس طرح کی نیت کے ساتھ تم زمین و آسمان جتنا سونا ہی کیوں نہ انفاق کر دو اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا بلکہ تم رحمت خدا سے اتنا ہی دور اور اس کے عذاب سے اتنا ہی قریب ہوتے چلے جاؤ گے۔ (۱)

۹۔ علی (ع) کی شجاعت اور فرشتوں کا شکریہ

ہجرت کا دوسرا سال تھا۔ ایک ہزار افراد پر مشتمل دشمنوں کا لشکر مسلمانوں سے جنگ کے لئے آمادہ تھا اس لشکر کو روکنے لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۳۱۳ مسلمانوں کے

(۱) تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام، ص ۳۰

ساتھ بدر کے مقام پر پہنچ گئے کفر و اسلام کے سپاہیوں کے درمیان شدید جنگ ہوئی اور آخر کار لشکر اسلام فاتح ہوا۔

اس جنگ کے دلچسپ واقعات میں سے ایک واقعہ یہ بھی ہے: جنگ کی شب، بدر میں موجود کنویں کے ایک طرف مسلمانوں کا لشکر تھا اور دوسری طرف کافر فوج نے پڑاؤ ڈال رکھا تھا۔ مسلمانوں کے پاس پانی ختم ہو گیا۔ آنحضرت نے مسلمانوں سے فرمایا۔

"کون ہے جو اس کنویں سے پانی لے آئے؟ (اس کنویں سے پانی لانا بہت مشکل تھا کیونکہ اس طرح سیدھے کافروں کے تیر اندازوں کا سامنا کرنا پڑتا۔) رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بات سن کر تمام مسلمان خاموش رہے لیکن حضرت علی علیہ السلام نے آگے بڑھ کر فرمایا۔" اے رسول خدا میں تیار ہوں۔" آپ نے ایک مشک اٹھائی اور کنویں کی طرف چل پڑے۔ مشک کو پانی میں ڈالا اور جب وہ بھر گئی تو آپ نے اسے باہر کھینچ لیا، لیکن تبھی اچانک ایک آندھی آئی اور مشک زمین پر گر پڑی اس کا سارا پانی بہہ گیا۔ حضرت علی علیہ السلام نے بغیر کسی خوف و ہراس کے دوبارہ مشک کنویں میں ڈالی اور پانی بھر جانے کے بعد اسے اوپر کھینچ لیا مگر اس دفعہ پھر تیز ہوا چلی اور مشک کا سارا پانی بہہ گیا۔ تیسری دفعہ بھی ایسا ہی ہوا، حضرت علی علیہ السلام نے چوتھی دفعہ مشک بھری اور اسے لے کر رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس تشریف لے آئے۔ آپ نے پورا ماجرا آنحضرت سے بیان کیا۔

آپ نے فرمایا۔" وہ پہلی آندھی جبرئیل کی طرف سے تھی جو ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ تمہارے پاس آکر سلام کر رہے تھے۔ دوسری دفعہ کی آندھی میکائیل کی طرف سے تھی وہ بھی ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ تمہارے پاس آکر سلام کر رہے تھے۔ تیسری دفعہ کی آندھی اسرافیل کی طرف سے تھی جو ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ آکر تمہیں سلام کر رہے

تھے" (۱)

ان سب فرشتوں کا سلام در حقیقت نہایت حساس اور خطرناک موقع پر نہایت بہادری سے اسلام کی حفاظت اور دین خدا کی نصرت کے سلسلے میں حضرت علی علیہ السلام کے لئے فرشتوں کے شکریے کا ایک طریقہ تھا۔

۱۰۔ ۱۲۰ سال بعد حضرت علی علیہ السلام کی قبر کا نشان ملا

جب حضرت علی علیہ السلام شہید ہو گئے تو آپ کے بیٹوں نے رات کو نہایت راز داری سے آپ کو دفن کر دیا۔ آپ کی قبر کا کسی کو علم نہیں تھا کیونکہ اس زمانے میں آپ کے بہت سے کینہ توز اور بد ذات دشمن تھے خاص طور سے خوارج اور بنی امیہ تو آپ کے ان دشمنوں میں سے تھے جو نبش قبر کی حد تک جا سکتے تھے۔

کئی سال گزر گئے۔ آپ کی قبر لاپتہ رہی۔ یہاں تک کہ ہارون رشید کے زمانے میں رونما ہونے والے ایک واقعہ سے آپ کی قبر کی جگہ معلوم ہو گئی۔ یہ واقعہ کچھ اس طرح تھا۔

عبد اللہ بن حازم کہتا ہے۔ "ایک دن ہم ہارون کے ساتھ شکار کی غرض سے کوفہ سے باہر گئے اور "غریین" کے اطراف ایک بیابان میں پہنچے ہم نے وہاں بہت سے ہرنوں کو دیکھا فوراً ہی ہم نے اپنے شکاری کتے اور باز ان پر چھوڑ دیئے وہ ہرن وہیں پر موجود ایک ٹیلے پر

---

(۱) اعلام الوری، ص ۱۹۲

چڑھ گئے اور اوپر پہنچ کر وہیں کھڑے ہو گئے ۔ اچانک باز اس ٹیلے کے کنارے آ کر بیٹھ گئے اور شکاری کتے لوٹ پڑے ۔

ہارون کو اس واقعے سے بڑا تعجب ہوا وہ سوچنے لگا کہ آخر کیا بات ہے کہ ہرنوں نے اس ٹیلے پر پناہ لی اور شکاری کتوں نے اس پر چڑھنے کی جرات نہ کی ؟

ہم نے دوبارہ دیکھا کہ وہ ہرن ٹیلے سے اتر آئے ۔ انھیں دیکھتے ہی شکاری کتے پھر ان کی طرف دوڑ پڑے ہرن دوبارہ ٹیلے پر چڑھ گئے اور کتے کھڑے ہو گئے اس طرح تین دفعہ ہو ہوا ہارون نے مجھ سے کہا۔

"جلدی کرو اس جگہ کے بارے میں تحقیق کرو مجھے لگتا ہے یہ کوئی مقدس مقام ہے اور اس جگہ کوئی راز پوشیدہ ہے ۔ "

ہم اس ماجرے کی تحقیق میں مشغول ہو گئے ، اسی دوران بنی اسد قبیلے کے ایک بوڑھے سے ہماری ملاقات ہوئی ۔ ہم اسے لے کر ہارون کے پاس پہنچے ہارون نے اس سے اس سلسلے میں کچھ سوالات کئے ۔

بوڑھے نے کہا۔

" کیا میں امان میں ہوں ؟ "

ہارون نے اسے امان دی تو بوڑھے نے کہنا شروع کیا۔

"میرے والد نے اپنے والد سے نقل کیا ہے وہ کہتے تھے "حضرت علی علیہ السلام کی قبر اسی ٹیلے پر ہے اور خداوند عالم نے اس جگہ کو حرم قرار دیا ہے جو بھی وہاں پناہ گزیں ہو جاتا ہے محفوظ رہتا ہے "

ہارون گھوڑے سے اتر پڑا۔اس نے پانی طلب کر کے وضو کیا اور ٹیلے کے پاس پہنچ کر نماز پڑھی اور اپنے جسم پر وہاں کی خاک مل کر اس نے گریہ کیا۔اس کے بعد ہم وہاں سے سیدھے کوفے لوٹ آئے (۱) اس طرح حضرت علی علیہ السلام کی قبر شریف کا ۱۳۰ سال کے طویل مدت کے بعد پتہ چلا۔

---

(۱) ہارون کی خلافت جس کا آغاز سنہ ۱۷۰ھ میں ہوا اور حضرت علی علیہ السلام کی شہادت جو سنہ ۴۰ھ میں واقع ہوئی۔ کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ آپ کی قبر ۱۳۰ سالوں سے زیادہ مدت تک پوشیدہ رہی
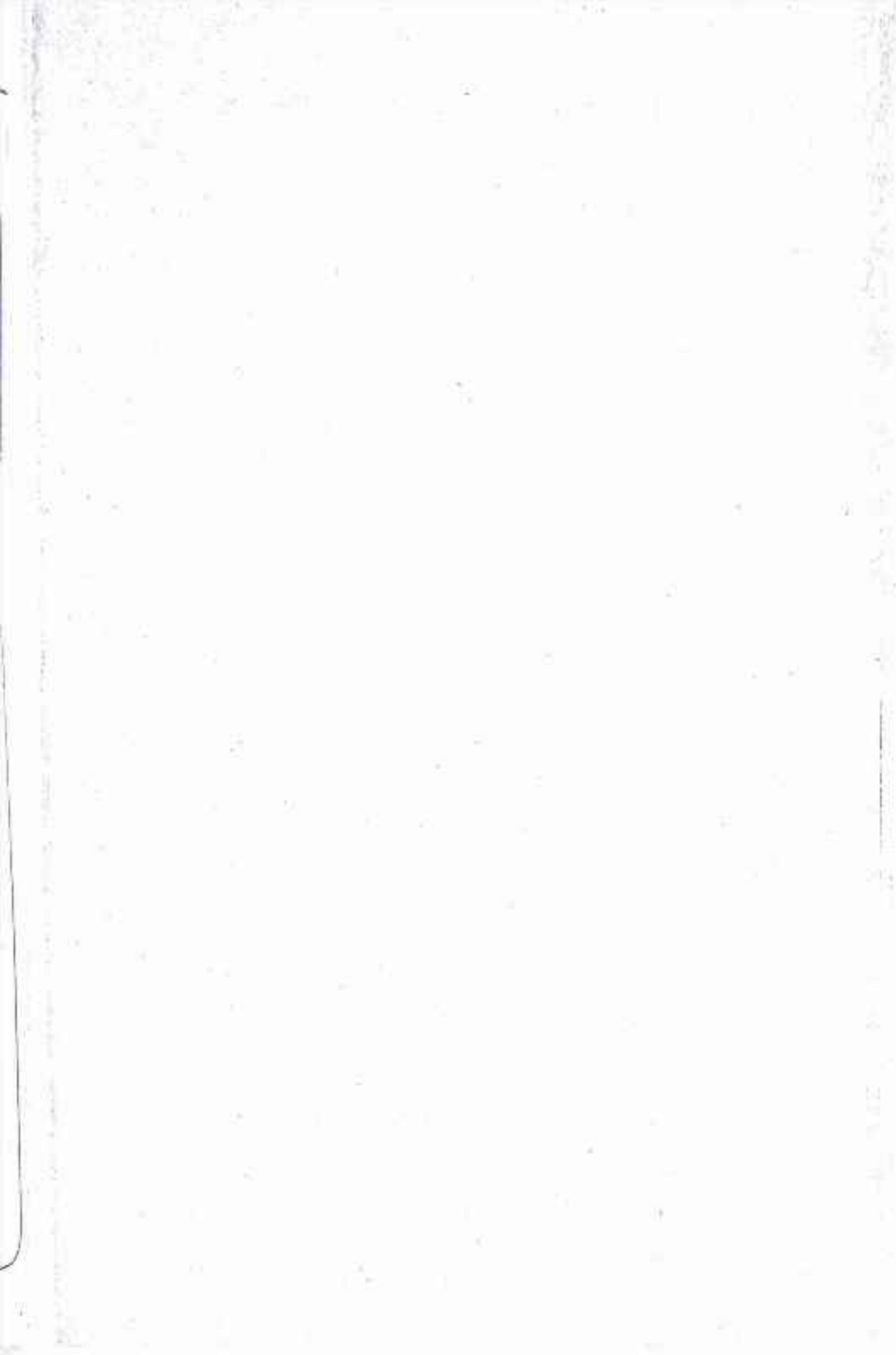
معصوم چہارم

امام حسن

علیہ السلام

معصوم چہارم

امام دوم امام حسن علیہ السلام

نام ـــ: حسن علیہ السلام

مشہور القاب ـــ: مجتبیٰ، سبط اکبر

والدین ـــ: علی و فاطمہ علیہم السلام

کنیت ـــ: ابو محمد

وقت اور جائے ولادت ـــ: ہجرت کے تیسرے سال نیمہ رمضان کو مدینہ میں

وقت اور مقام شہادت ـــ: ۲۸ صفر ہجرت کے پچاسویں سال تقریباً ۴۷ سال کی عمر میں معاویہ کے حکم سے جعدہ کے ذریعے دیئے جانے والے زہر کی وجہ سے مدینے میں آپ کی شہادت واقع ہوئی۔

مرقد ـــ: مدینہ میں قبرستان جنت البقیع

دوران زندگی ـــ: تین حصوں میں منقسم ہے

۱۔ پیغمبر (ص) کے ساتھ (تقریباً ۷ سال)

۲۔ والد کے ساتھ (تقریباً ۳۰ سال)

۳۔ امامت کا زمانہ (تقریباً ۱۰ سال)

۱۔ امام حسن علیہ السلام کی نام رکھائی

جب امام حسن علیہ السلام پیدا ہوئے تو جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا۔ "اس نوزاد کا نام رکھو۔"

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا۔ "اس مولود کا نام رکھنے میں میں اپنے پروردگار پر سبقت نہیں کروں گا خداوند عالم نے جبرئیل پر وحی کی" محمد کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے ان کے پاس جاکر انھیں مبارکباد پیش کرو اس کے بعد کہو۔ "علی کی تم سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی اس نوزاد کا وہی نام رکھو جو ہارون کے بیٹے کا نام تھا۔"

جبرئیل رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور مبارکباد پیش کرنے کے بعد کہا۔ "خداوند عالم نے مجھے دیا ہے کہ اس نوزاد کا نام موسیٰ کے بھائی ہارون کے بیٹے کے نام پر رکھیے۔"

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "اس کا کیا نام تھا؟"
جبرئیل نے کہا۔ "اس کا نام "شبر" تھا۔ آپ نے فرمایا۔ "میری زبان عربی ہے۔"
جبرئیل نے کہا۔ "اس کا حسن نام رکھ دیں۔" رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نوزاد کا نام حسن رکھ دیا۔(۱)

---

(۱) اعلام الوری، ص ۲۱۰

۲۔امام حسن و حسین علیہما السلام کی سفارش پر ایک گنہ گار کی آزادی

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ تھا۔امام حسن اور امام حسین چھوٹے تھے۔
ایک شخص سے ایک گناہ سرزد ہو گیا جس کی وجہ سے وہ شرم کے مارے لوگوں کی نظروں کے
سامنے نہیں آتا تھا۔اس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھی آنا چھوڑ دیا۔
دن اس شخص نے امام حسن و حسین علیہما السلام کو دیکھا ان کے قریب پہنچا اور انھیں اپنے
کاندھے پر بٹھا کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گیا۔اس نے آپ سے
عرض کیا۔"میں گنہ گار ہوں،اور ان دو شاہزادوں کی پناہ میں آپ کے حضور آیا ہوں آپ مجھے
معاف کر دیجئے۔"

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس منظر کو دیکھ کر ایسا ہنسے کہ آپ نے اپنے دہان
مبارک پر اپنا ہاتھ رکھ لیا اس کے بعد آپ نے اس گنہ گار شخص سے فرمایا۔"جا تو آزاد ہے۔"
اس کے بعد آپ نے امام حسن اور امام حسین علیہما السلام سے فرمایا۔"اس شخص نے
اپنا گناہ معاف کرانے کے لئے تم کو شفیع بنایا۔اسی وقت سورہ نساء کی ۶۴ ویں آیت نازل
ہوئی۔

... ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ
توابا رحیما۔

"اور اگر گنہ گار اپنے اوپر ظلم کرنے کے بعد تمہارے پاس آ کر اللہ سے استغفار

کریں اور رسول بھی ان کے لئے استغفار کرے تو اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحیم پائیں گے۔"(۱)

۲۔ حضرت علی علیہ السلام کے زمانے میں امام حسن علیہ السلام کا فیصلہ

حضرت علی علیہ السلام کا دور خلافت تھا۔ لوگوں نے ایک قصاب کو خون آلود چھری کے ساتھ ایک کھنڈر میں دیکھا۔ وہیں پہ ایک شخص کی خون میں ڈوبی ہوئی لاش بھی پڑی تھی۔ ظاہری قرائن سے یہی پتہ چلتا تھا کہ اس شخص کا قاتل یہی قصاب ہے۔ سپاہی اسے گرفتار کر کے حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں لے آئے۔

امام علی علیہ السلام نے اس قصاب سے پوچھا۔ "اس شخص کو کس نے قتل کیا؟"

قصاب نے کہا۔ "میں نے اسے قتل کیا ہے۔"

امام علی علیہ السلام نے واقعے کی ظاہری شہادتوں اور قصاب کے اقرار کو مد نظر رکھتے ہوئے قصاص کے طور پر اسے سزائے موت کا حکم دیا۔

سپاہی جب اسے قتل گاہ کی طرف لے کر جانے لگے تو اس شخص کا اصلی قاتل ان کے پیچھے دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا۔ "جلدی نہ کرو، اسے میں نے قتل کیا ہے یہ قصاب بے گناہ ہے۔"

---

(۱) مناقب آل ابی طالب، ج ۴، ص ۴۰۰

سپاہی ان دونوں کو لے کر حضرت علی علیہ السلام کے پاس پہنچے اور انھوں نے پوری بات آپ سے بتائی۔ اصلی قاتل نے قسم کھائی کہ اس شخص کو میں نے ہی قتل کیا ہے۔

امام علیہ السلام نے قصاب سے فرمایا۔ "تو پھر تو نے کیوں اس قتل کا اقرار کیا تھا؟"

اس نے کہا۔ "میں بری طرح پھنس چکا تھا۔ خون آلود چاقو میرے ہاتھ میں تھا اور وہاں ایک خون میں ڈوبی لاش بھی موجود تھی اقرار کے علاوہ میرے پاس کوئی چارہ نہیں تھا مگر حقیقت یہ تھی کہ میں نے ایک بھیڑ ذبح کی تھی، خون آلود چاقو لئے ہوئے میں رفع حاجت کے لئے اس کھنڈر میں چلا گیا اس خون آلود لاش کو میں نے وہیں دیکھا تھا۔ بدحواس ہو کر میں کھڑا ہی ہوا تھا کہ سپاہیوں نے مجھے اس کا قاتل سمجھ کر گرفتار کر لیا۔"

حضرت علی علیہ السلام نے حاضرین سے فرمایا۔

"اس قصاب کو اور جو خود کو اصلی قاتل کہتا ہے حسن کے پاس لے جاؤ وہی فیصلہ کریں گے۔ وہ سب امام حسن علیہ السلام کے پاس آئے اور آپ سے پوری بات بیان کی امام حسن علیہ السلام نے فرمایا۔

"امیر المومنین سے کہو اگر اپنے آپ کو اصلی قاتل کہنے والے شخص نے ہی قتل کیا ہے تو اس کے عوض اس نے ایک دوسرے شخص (قصاب) کی جان بھی بچائی ہے۔ خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

"و من احیا نفسا فکانما احیا الناس جمیعا"

"جو بھی کسی نفس کو زندہ کر دیتا ہے وہ گویا سارے لوگوں کو زندہ کر دیتا ہے۔"

(سورہ مائدہ۔ آیت ۳۲)

امام علیہ السلام نے قاتل اور قصاب دونوں کی رہائی کا حکم دے دیا اور مقتول کی

دیت، بیت المال سے ادا کی۔(۱)

۴۔امام حسن علیہ السلام کا کرم

ایک دن امام حسن علیہ السلام کی ایک کنیز نے آپ کو ایک پھول لا کر دیا آپ نے اس ہدیے کے مقابلے میں اسے آزاد کر دیا۔

بعض حاضرین نے کہا۔"آپ نے اسے ایک پھول کی وجہ سے آزاد کر دیا؟"

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا۔"یہ طریقہ خداوند عالم نے ہمیں سکھایا ہے۔جیسا کہ قرآن میں آیا ہے (سورہ نساء، آیت ۸۶)

"واذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منھا او ردوھا"

"جب بھی کوئی تمہارا احترام کرے تو اس کا اس سے اچھا جواب دو۔"

یہاں پر بہترین احترام اسے آزاد کرنا ہی تھا۔(۲)

---

(۱) نور الثقلین، ج ۱، ص ۶۲۰

(۲) تفسیر نمونہ، ج ۴، ص ۴۲ب

۵۔امام حسن علیہ السلام کی شجاعت کا ایک نمونہ

جنگ جمل میں حضرت علی علیہ السلام نے اپنے بیٹے جناب محمد حنفیہ کو بلا کر اپنا نیزہ انھیں دیتے ہوئے فرمایا۔ "اس نیزے سے دشمنوں کی صفوں پر حملہ کرو۔"

محمد بن حنفیہ نے نیزہ لیا اور دشمن پر حملہ کر دیا۔ لیکن قبیلہ "بنی ضبہ" کے سپاہیوں نے ان کی حملے کو روکا اور انھیں پیش قدمی نہیں کرنے دی، آپ نے پسپائی اختیار کی اور اپنے والد کے پاس لوٹ آئے۔ یہ دیکھ کر امام حسن علیہ السلام نے نیزہ لیا اور دشمنوں پر کر دیا اور کچھ دیر بعد خون آلود نیزہ لئے اپنے والد کے پاس لوٹ آئے۔ جب محمد حنفیہ نے امام حسن علیہ السلام کی بے انتہا شجاعت کا مشاہدہ کیا تو شرم کے باعث ان کا چہرہ سرخ ہو گیا اور انھوں نے شکست کے احساس سے اپنا سر جھکالیا۔

حضرت علی علیہ السلام نے ان سے فرمایا۔

لا تانف فانہ ابن النبی وانت ابن علی

"خود برانہ سمجھو وہ نبی کا بیٹا ہے اور تم علی کے۔"(۱)

---

(۱)۔ بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۳۴۵

۶۔ معاویہ کو دندان شکن جواب

حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کے کچھ ہی دنوں بعد معاویہ مدینہ آیا اور لوگوں کو مسجد میں اکٹھا کرنے کے بعد منبر پر جا کر امام علی علیہ السلام کی شان میں گستاخانہ تقریر کرنے لگا۔

امام حسن علیہ السلام مجمع سے اٹھے اور حمد و ثنائے خدا کے بعد کہنا شروع کیا۔" خداوند عالم نے جس پیغمبر کو بھی مبعوث کیا اس کا دشمن مجرموں کو قرار دیا جیسا کہ قرآن میں آیا ہے۔(سورہ فرقان، آیت ۳۱)

"و کذلک جعلنا لکل نبی عدوا من المجرمین"

"اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کا دشمن، مجرموں میں سے قرار دیا ہے۔"

اس کے بعد آپ نے معاویہ کی طرف رخ کر کے فرمایا۔

"میں علی کا بیٹا ہوں اور تو صخر کا (ابوسفیان)، تیری ماں ہند ہے اور میری ماں فاطمہ ہیں، تیری دادی نثیلہ ہے اور میری دادی خدیجہ ہیں ہم دونوں میں جو بھی حسب نسب کے لحاظ سے زیادہ پست اور یاد خدا سے زیادہ غافل اور کفر و نفاق میں زیادہ ڈوبا ہو اللہ اس پر لعنت کرے۔"

تمام حاضرین نے چیخ کر کہا۔" آمین، آمین"

معاویہ نے بڑی مجبوری کے عالم میں اپنی تقریر ادھوری چھوڑی، سر جھکائے منبر

اترا اور اپنے گھر کی طرف چلا گیا۔(۱)

جب امام حسن کوفے میں تھے اور وہاں معاویہ کا تسلط تھا تو اس کے کچھ طرفداروں نے اسے مشورہ دیتے ہوئے کہا۔"حسن ابن علی کوفیوں کے درمیان ایک بلند مقام کے حامل ہیں اگر تو انھیں زبردستی مسجد میں لائے اور خود منبر پر جا کر لوگوں کے سامنے انھیں شرمندہ کردے تو یہ بہت اچھی بات ہوگی۔"

معاویہ نے لوگوں کی اس پیش کش کو ٹھکرا دیا مگر ان لوگوں کے اصرار سے مجبور ہو کر آخرکار معاویہ نے یہ تجویز قبول کرلی۔نماز کے لئے مسجد آئے کچھ دوسرے لوگ بھی وہاں موجود تھے۔امام حسن علیہ السلام کو مسجد آنے کے لئے مجبور کیا گیا۔معاویہ منبر پر گیا اور حضرت علی علیہ السلام کی برائی کرنے لگا۔

اسی وقت امام حسن علیہ السلام نے کھڑے ہوئے زور سے کہا۔"اے پسر جگرخوارہ کیا تو امیر المومنین علی کی برائی کر رہا ہے؟ حالانکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔"جس نے علی کو برا بھلا کہا اس نے مجھے برا بھلا کہا اور جو مجھے برا بھلا کہتا ہے وہ خدا کو برا بھلا کہتا ہے اور جو خدا کو برا بھلا کہتا ہے اللہ اسے ہمیشہ کے لئے جہنم میں ڈال دیتا ہے۔"

اس کے بعد امام حسن علیہ السلام احتجاج کے طور پر مسجد سے نکل آئے۔(۲)

---

(۱) کشف الغمۃ،ج ۲،ص ۱۵۰

(۲) احتجاج طبرسی،ج ۱،ص ۱۴۵

۷۔ لڑکے کی پیدائش پر مبارکباد پیش کرنے کا طریقہ

خداوند عالم نے امام حسن علیہ السلام کو ایک لڑکا عنایت کیا تو قریش کا ایک گروہ آپ کے حضور آ کر اس طرح مبارکباد پیش کرنے لگا۔

"اس بہادر شہسوار کا قدم مبارک ہو۔"

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا۔ "مبارکباد پیش کرنے کا یہ کون سا طریقہ ہے؟" تمہیں اس طرح کہنا چاہیے ۔ "عطا کرنے والے کا شکر ادا کیجئے اور یہ عطا آپ کو مبارک ہو، خداوند عالم اسے بڑا کرے اور آپ اس کی نیکیوں سے فائدہ اٹھائیں۔"

یہ روایت اس طرح سے بھی نقل ہوئی ہے: خداوند عالم نے ایک شخص کو لڑکا عطا کیا، تو دوسرا ایک شخص اس کے پاس آ کر کہنے لگا۔ "اس شہسوار کا قدم مبارک ہو۔"

امام حسن علیہ السلام نے اس مبارک باد پیش کرنے والے سے فرمایا۔ "تجھے یہ کیسے معلوم ہے کہ یہ بچہ گھڑ سوار ہو گا یا پیدل ہی چلے گا؟"

اس نے عرض کیا۔ "میں آپ پر فدا ہوں مبارک باد کس طرح پیش کی جائے؟"

آپ نے فرمایا۔ "کہو عطا کرنے والے کا شکر ادا کرو، اور یہ عطا تجھے مبارک ہو، میں امید رکھتا ہوں کہ یہ بڑا ہو گا اور تم اس کی نیکیوں سے فائدہ اٹھاؤ گے۔"(۱)

---

(۱) فروع کافی، ج ۶، ص ۱۷

۸۔ یزید کی خواستگاری اور امام کا جواب

حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد معاویہ تمام اسلامی علاقوں کا حاکم ہو گیا مروان کو اس نے مدینے کا والی مقرر کیا۔ معاویہ نے مروان کے پاس خط لکھا کہ "عبداللہ بن جعفر (حضرت علی علیہ السلام کے بھتیجے) کی بیٹی کا میرے بیٹے کے لئے رشتہ مانگ وہ جتنا بھی مہر کہیں میں قبول کر لوں گا اس کے علاوہ اس کے باپ پر جتنا بھی قرض ہو گا میں ادا کر دوں گا کیونکہ یہ رشتہ بنی امیہ و بنی ہاشم کے کے درمیان صلح کا باعث بن جائے گا۔"

خط ملتے ہی مروان نے عبداللہ بن جعفر سے ملاقات کی اور یزید کے لئے ان کی بیٹی کا رشتہ مانگا۔

عبداللہ نے کہا۔ "ہماری عورتوں پر حسن بن علی کا اختیار ہے۔ میری بیٹی کے رشتے کی ان سے جا کر بات کر۔"

مروان امام حسن علیہ السلام کے پاس آیا اور آپ سے عبداللہ کی بیٹی کے رشتے کی بات کی امام نے فرمایا۔ "تو جسے چاہے بلالے میں ایک جلسے میں جواب دوں گا۔"

مروان نے دونوں خاندان یعنی بنی ہاشم اور بنی امیہ کے بزرگوں کو اکٹھا کیا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو امام حسن علیہ السلام بھی تشریف لے آئے۔

مروان نے کھڑے ہو کر حمد و ثنائے الٰہی کے بعد کہا۔

امیر المومنین معاویہ نے مجھے لکھا ہے کہ عبداللہ بن جعفر کی بیٹی زینب کا رشتہ

یزید کے لئے مانگوں اور کہا ہے کہ:

۱۔اس کے باپ کی جتنی خواہش ہو اتنا مہر میں قبول کر لوں گا۔

۲۔اس کے باپ پر جتنا بھی قرض ہو گا میں سب ادا کر دوں گا۔

۳۔یہ رشتہ بنی ہاشم اور بنی امیہ کے درمیان صلح و آشتی پیدا کر دے گا۔

۴۔معاویہ کا بیٹا یزید بے نظیر ہے اپنی جان کی قسم! یزید کے رشتہ دار ہونے پر تمہیں اس سے زیادہ فخر ہونا چاہیے جتنا یزید کو تمہارا رشتہ دار ہونے پر ہو گا۔

۵۔یزید وہ ہے جس کے چہرے کی برکت کے ذریعے بادلوں سے بارش کی دعا کی جاتی ہے۔

امام حسن علیہ السلام نے حمد و ثنا الٰہی کے بعد اپنی بات شروع کرتے ہوئے فرمایا۔

"۱۔جہاں تک مہر کی رقم کا سوال ہے تو اپنی بیٹیوں اور رشتہ داروں کے معاملے میں سنت رسول خدا کو مد نظر رکھتے ہوئے اس سے تجاوز نہیں کرتے۔

۲۔اور جہاں تک اس کے باپ کے قرضوں کا مسئلہ ہے تو کب ہماری عورتوں نے اپنے باپ کا قرض ادا کیا ہے؟

۳۔اور جو دو خاندانوں کے درمیان صلح و آشتی کی بات ہے تو "فانا عادینا کم للہ وفی اللہ فلا نصالحکم للدنیا" ہم نے تم سے اللہ کے بارے میں اللہ کے لئے دشمنی کی ہے لہذا ہم دنیا کے لئے تم سے صلح نہیں کر سکتے۔"

۴۔اور جو یہ بات ہے کہ یزید سے تعلق پر ہمارا فخر یزید کے ہم سے تعلق پر فخر سے زیادہ ہو گا تو اگر خلافت (وہ بھی غصبی) کا مقام نبوت سے اونچا ہے تو ہمیں یزید پر زیادہ فخر ہو گا لیکن اگر نبوت کا درجہ خلافت سے بلند ہے تو یزید کو ہم پر فخر کرنا چاہیے۔

۵۔ اور جو تو نے یہ کہا کہ یزید کے چہرے کی برکت سے بادلوں سے بارش طلب کی جاتی ہے تو یہ سراسر غلط ہے۔ یہ بات صرف محمد اور آل محمد علیہم السلام کی متعلق درست ہے لہذا میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ عبداللہ کی بیٹی زینب کی شادی اس کی چچازاد قاسم بن محمد کے ساتھ ہو گی میں یہیں پہ اسے قاسم کی بیوی قرار دیتا ہوں اس کا مہر میری وہ قابل کاشت زمین ہے جو مدینہ میں ہے یہ اتنی زمین ان کے لئے کافی ہو گی انھیں کسی اور کی ضرورت نہیں۔"

مروان نے کہا۔ "اے بنی ہاشم کیا تم اس طرح ہمیں کھلا ہوا جواب دو گے؟"

امام علیہ السلام نے فرمایا۔ "ہاں تیری ہر بات کا جواب تھا۔ ایک کے مقابل ایک۔

مروان مایوس ہو گیا اور اس نے معاویہ کو خط سارا ماجرا لکھ دیا۔

معاویہ نے کہا۔ "ہم نے ان سے رشتہ مانگا انھوں نے انکار کر دیا لیکن اگر وہ ہم سے رشتہ مانگیں تو ہم انکار نہیں کریں گے۔" (۱)

---

(۱)۔ بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۱۱۹۔۱۲۰

۹- چار منافق امام حسن (ع) کی گھات میں

معاویہ کی دوسری بہت سی سازشوں میں سے ایک سازش یہ بھی تھی کہ ایک دفعہ اس نے چار اشخاص کو امام حسن علیہ السلام کے قتل پر مامور کیا، وہ چار افراد مندرجہ ذیل تھے۔

۱۔ عمرو بن حریث ۲۔ اشعث بن قیس ۳۔ حجر بن حارث ۴۔ شیث بن ربیعی

معاویہ نے ان میں سے ہر ایک کو الگ الگ رازدارانہ طریقے سے اپنے پاس بلوایا کر کہا۔ "اگر تم نے حسن بن علی کو قتل کر دیا تو میں تمھیں دو ہزار درہم، شامی فوج کی ایک ٹکڑی کے سرداری دینے کے علاوہ اپنی ایک بیٹی سے تمہاری شادی بھی کر دوں گا۔"

امام حسن علیہ السلام کو اس سازش کو اطلاع ہو گئی، آپ ان منافق افراد کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے نہایت محتاط ہو گئے، آپ کپڑے کے نیچے زرہ پہننے لگے، اور اسی زرہ میں نماز بھی پڑھا کرتے، آخر کار ایک دن ان چاروں میں سے ایک منافق نے نماز کے عالم میں آپ کو تیر مارا لیکن زرہ کی وجہ سے یہ حملہ ناکام ہو گیا (۱)

(۱) بحار، ج ۴۴، ص ۳۳

۱۰۔ عذاب الٰہی سے امام حسن علیہ السلام کا گریہ

جب امام حسن علیہ السلام کا آخری وقت قریب ہوا تو آپ گریہ کرنے لگے۔ ایک شخص نے کہا۔ "یا بن رسول اللہ خدا کے نزدیک آپ کو بہت بڑا مقام حاصل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بھی آپ کی شان میں بہت کچھ فرمایا ہے، آپ نے بیس دفعہ پیدل حج کیا ہے اور تین دفعہ اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں ضرورت مندوں کے درمیان بانٹ دیا۔ یہاں تک کہ آپ نے اپنے جوتے بھی فقیر کو دے دیئے اس کے باوجود آپ گریہ کر رہے ہیں؟"

امام علیہ السلام نے فرمایا۔ "انما ابکی لخصلتین "لھول المطلع و فراق الاحبۃ" میں دونوں چیزوں کی وجہ سے رو رہا ہوں، روز قیامت کی اس گھڑی سے جب سب کے راز آشکار ہوں گے اور دوستوں کی جدائی کی وجہ سے۔(۱)

---

(۱) امالی صدوق، مجلس ۳۹ حدیث ۹

معصوم پنجم

امام حسین

علیہ السلام

معصوم پنجم:

امام سوم امام حسین علیہ السلام

نام ــــ: حسین علیہ السلام

مشہور لقب ــــ: سید الشہداء

کنیت ــــ: ابو عبداللہ

والدین ــــ: امام علی و فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہم

وقت اور مقام ولادت ــــ: ۳ شعبان ۴ ہجری کو مدینہ میں

وقت اور مقام شہادت ــــ: روز عاشور ۶۱ ہجری کو کربلا میں ۵۷ سال کی عمر میں۔

مرقد مقدس ــــ: کربلا

دوران زندگی ــــ: چار مرحلوں میں منقسم ہے

۱۔ عصر رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم (تقریباً ۶ سال)

۲۔ والد کے ساتھ (تقریباً ۳۰ سال)

۳۔ اپنے بھائی امام حسن علیہ السلام کے ساتھ (تقریباً ۱۰ سال)

۴۔ مدت امامت (تقریباً ۱۰ سال)

۱۔ امام حسین (ع) سے رسول خدا (ص) کی شدید محبت

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا زمانہ تھا ، ابھی امام حسین کم سن تھے ۔ایک دن آپ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی گود میں بیٹھے تھے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آپ سے کھیلتے ہوئے خود بھی ہنس رہے تھے اور امام کو بھی ہنسا رہے تھے ۔

عائشہ نے کہا ۔" اے رسول خدا آپ اس بچے کو کتنا چاہتے ہیں اور اسے دیکھ کر کتنا خوش ہوتے ہیں ؟!

آپ نے جواب میں فرمایا ۔"میں اسے اتنا کیوں نہ چاہوں اور اسے دیکھ کر کیوں نہ اتنا خوش ہو جاؤں جبکہ وہ میرے دل کا ٹکڑا اور میری آنکھوں کا نور ہے ، مگر میری امت اسے قتل کر دے گی جو بھی اس کی شہادت کے بعد اس کی قبر کی زیارت کرے گا خداوند عالم میرے حجوں میں ایک حج کا ثواب اس زیارت کرنے والے کو عطا کرے گا۔"

عائشہ نے کہا۔

"آپ کے ایک حج کا ثواب ؟!

آپ نے فرمایا۔

"نہیں بلکہ دو حج کا ثواب ۔"

عائشہ نے اور تعجب سے پوچھا۔

"دو حج کا ثواب ؟!"

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔

"نہیں بلکہ میرے تین حج کا ثواب۔"

اسی طرح سلسلہ چلتا رہا، یہاں تک کہ آپ نے فرمایا۔ "بلکہ خداوند عالم حسین کی زیارت کرنے والے کے نام میرے نوے حجوں اور نوے عمروں کا ثواب عطا کرے گا۔"(۱)

۲۔ امام حسین علیہ السلام کی سخاوت کا ایک نمونہ

امام حسین علیہ السلام گھر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ فقر و فاقہ سے تنگ آیا ایک بادیہ نشین وارد مدینہ ہوا اور سیدھے امام حسین علیہ السلام کے دروازے پر دستک دی اور یہ دو اشعار پڑھنے لگا۔

لم یخب الیوم من رجاک و من حرک من خلف بابک الحلقۃ

فانت ذوالجود، انت معدنہ ابوک قد کان قاتل الفسقۃ

"آج آپ سے امید لگا کر آپ کے دروازے کی زنجیر کھٹکھٹانے والا ناامید نہیں جائے گا آپ سخی اور جود و عطا کے معدن ہیں، آپ کے والد فاسقوں کو قتل کرنے والے تھے۔"

امام حسین علیہ السلام نے اپنی نماز مختصر کی اور نماز ختم کرنے کے بعد گھر کے باہر

---

(۱) کامل الزیارات، ص ۶۸

کھڑے اس اعرابی کے پاس آئے اس کے چہرے پر فقر و فاقہ کی علامتیں دیکھتے ہی آپ نے گھر میں آ کر قنبر کو آواز دی۔ قنبر دوڑے ہوئے آئے تو امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔" ہمارے خرچ میں سے کتنا پیسہ تمہارے پاس بچا ہوا ہے؟"

قنبر نے کہا۔"دو سو درہم بچے ہیں جن کے متعلق آپ نے فرمایا ہے کہ اسے آپ کے رشتہ داروں میں تقسیم کر دیا جائے۔"

امام علیہ السلام نے فرمایا۔"وہ سب لے آؤ جو اس کا زیادہ حق دار ہے وہ آ گیا ہے۔ قنبر جا کر وہ دو سو درہم لے آئے امام نے قنبر کے ہاتھ سے درہم لیے اور اعرابی کو دیتے ہوئے تین شعر پڑھے:

خذھا فانی الیک معتذر — واعلم بانی علیک ذو شفقة

لو کان فی سیرنا الغداة عصا — کانت سمانا علیک مندفقة

لکن ریب الزمان ذو نکد — والکف منا قلیلة النفقة

"اسے لو میں تم سے معذرت خواہ ہوں لیکن یہ بھی جان لو کہ میں تمہیں چاہتا ہوں اگر ہمارا ہاتھ بھرا ہوتا تو ہم تمہیں اور عطا کرتے لیکن زمانے کی سختیاں زیادہ عطا نہیں کرتیں اور ہمارا ہاتھ خالی ہے۔"

اعرابی نے وہ درہم لیے خوشی میں چند اشعار پڑھتا ہوا چلا گیا۔(1)

بعض روایتوں میں ملتا ہے کہ درہم لینے کے بعد اعرابی رونے لگا۔امام علیہ السلام نے پوچھا۔"ہمارا دیا ہوا کم ہے؟"

---

(1) اعیان الشیعہ ج ا ص ۹۹

اعرابی نے کہا۔ "نہیں بلکہ میں اس لئے رو رہا ہوں کہ کیا یہ مناسب ہے کہ اتنی جود و سخا والے یہ ہاتھ خاک کے نیچے چلے جائیں؟" (۱)

۲۔ امام حسین علیہ السلام کا تواضع

ایک دن امام حسین علیہ السلام ایک جگہ سے گزر رہے تھے کہ آپ نے دیکھا کہ کچھ فقیر زمین پر ایک چم ڑا بچھا کر کچھ خشک روٹی کے ٹک ڑے کھا رہے ہیں امام حسین علیہ السلام نے ان کو سلام کیا۔

ان لوگوں نے امام حسین علیہ السلام کے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا۔ "آئیے ہمارے ساتھ کھانا کھائیے۔" امام ان کے ساتھ وہیں زمین پر بیٹھ گئے۔اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ "اگر تمہاری یہ روٹی صدقہ نہ ہوتی تو میں تمہارے ساتھ کھالیتا۔اس کے بعد آپ نے فرمایا "اٹھو، چلو میرے گھر، آج تم میرے مہمان ہو۔"

وہ سب کھڑے ہوئے اور امام حسین کے ساتھ آپ کے گھر آئے۔امام نے ان کو غذا اور لباس دیا اس کے بعد آپ نے ان سب کو کچھ روپئے دینے کا حکم دیا۔اس طرح آپ نے انھیں خوش کر دیا۔اس کے بعد وہ سب آپ کے گھر سے چلے گئے۔ (۲)

---

(۱) منتہی الآمال، ج۱، ص ۲۰۹

(۲) بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۱۹۱

ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ امام ان کے ساتھ وہیں بیٹھ گئے اور کھانے میں ان کا ساتھ دیا اس کے بعد فرمایا۔ "خدا متکبروں کو پسند نہیں کرتا۔" (۱)

۴۔امام حسین علیہ السلام کی عظمت و بزرگواری

امام حسین علیہ السلام نے ایک جگہ سے گزرتے ہوئے دیکھا کہ ایک جوان ایک کتے کو کھانا کھلا رہا ہے ۔ آپ نے اس سے پوچھا۔ "تو کس جذبے کے تحت اس کتے کو کھانا دے رہا ہے؟"

اس نے عرض کیا۔ "میں غمگین ہوں ۔اس کتے کو غذا دے کر میں اپنے آپ کو خوش کرنا چاہ رہا ہوں ۔میرا غم یہ ہے کہ میں ایک یہودی کا غلام ہوں میں اس سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا ہوں ۔"

امام حسین علیہ السلام اس غلام کو لے کر اس کے یہودی آقا کے پاس پہنچے اور آپ نے دو سو دینار دیئے تا کہ اس غلام کو خرید کر آزاد کر دیں۔

یہودی نے کہا۔ "آپ کے مبارک قدم میرے دروازے آئے لہذا میں یہ غلام آپ کو بخش دے رہا ہوں ۔اس کے ساتھ ہی میں یہ باغ غلام کو بخش رہا ہوں یہ دو سو دینار آپ رکھ لیں۔"

امام حسین علیہ السلام نے غلام کو آزاد کیا اور وہ باغ اور دینار بھی اسے عطا کر دیا اس یہودی کی بیوی نے جب آپ کی اس عظمت و بزرگواری کا مشاہدہ کیا تو کہنے لگی ۔"میں

مسلمان ہو گئی اور میں نے اپنا مہر اپنے شوہر کو بخش دیا۔ "اس کے ساتھ ہی اس کے شوہر نے کہا۔ "میں بھی مسلمان ہو گیا اور یہ گھر میں نے اپنی بیوی کو بخش دیا۔ (۱)

۵۔ معاویہ کے خط کا منہ توڑ جواب

مدینہ میں معاویہ کا ایک جاسوس تھا جو خطوں کے ذریعے اسے مدینے کے حالات سے آگاہ کرتا رہتا تھا۔ اس نے اپنے ایک خط میں معاویہ کو لکھا۔ "حسین بن علی نے اپنی کنیز کو آزاد کرنے کے بعد اس سے شادی کر لی ہے۔"

جب معاویہ کو پتہ چلا تو اس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس اس مضمون کا خط لکھا:

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے اپنی کنیز کے ساتھ شادی کر لی ہے۔ اگر تم قریش کے عظیم قبیلے میں اپنے برابر کے ساتھ رشتہ جوڑتے تو شریف و نجیب اولاد پیدا ہوتی اور اس طرح سے تم اپنی شخصیت و مرتبے کو بھی محفوظ رکھ لیتے، لیکن نہ تم نے اپنی اولاد کے بارے میں غور کیا اور نہ ہی خود اپنے متعلق بلکہ ایک کنیز سے شادی کر لی یہ تو تمہاری شان کے خلاف ہے۔"

امام حسین علیہ السلام نے معاویہ کے خط کا جواب یوں دیا:

---

(۱) مناقب آل ابیطالب، ج ۴، ص ۷۵، کا خلاصہ

"میری آزاد کردہ کنیز کے ساتھ شادی کے متعلق تنقیدوں پر مشتمل تیرا خط مجھے ملا تجھے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ نسبی شرافت میں کوئی بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ میرے پاس ایک کنیز تھی میں نے خدا کی طرف سے جزا کے حصول کے لئے اسے آزاد کر دیا اس کے بعد سنت پیغمبر کی بنا پر اس سے شادی کر لی تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ اسلام نے زمانہ جاہلیت کے فضول رسم و رواج کو ختم کر دیا لہذا معصیت کار کے علاوہ کسی بھی مسلمان کو برا بھلا کہنا درست نہیں ہے بلکہ برا کہے جانے کے قابل وہ ہے جو اب بھی جاہلیت کی رسومات کا تابع ہو۔"

جب یہ خط معاویہ کے پاس پہنچا تو اس نے اسے پڑھنے کے بعد اپنے بیٹے یزید کو دے دیا اس نے خط پڑھنے کے بعد کہا۔

"حسین کا افتخار تجھ سے کہیں زیادہ ہے۔"

معاویہ نے کہا۔

"اس طرح نہیں ہے۔ بلکہ بنی ہاشم کی زبان نہایت تند و تیز ہوتی ہے یہ لوگ اپنی زبان سے چٹانوں کو ریزہ ریزہ کر دیتے ہیں اور دریاؤں میں شگاف ڈال دیتے ہیں۔"(۱)

---

(۱) اعیان الشیعہ ج ۱ ص ۵۲۸

۶۔امام حسین علیہ السلام کا انقلابی حلم وصبر

ایک دن امام حسین علیہ السلام کے ایک غلام سے ایسی خطا سرزد ہو گئی جس کے بدلے وہ سزا کا مستحق ہو گیا آپ نے اسے چند کوڑے لگانے کا حکم دیا۔

اس نے چیخ کر کہا۔"اے میرے مولا" والکاظمین الغیظ "(اور غصہ کو پی جانے والے...)

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔"اسے آزاد کر دو۔"

غلام نے اسی آیت کے بقیہ حصے کو پڑھا۔"والعافین عن الناس "(اور لوگوں کو معاف کر دینے والے)

آپ نے اس سے فرمایا۔"میں نے تجھے معاف کر دیا۔"

غلام نے کہا۔"واللہ یحب المحسنین "(اور اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔)

آپ نے فرمایا۔"میں نے تجھے راہ خدا میں آزاد کیا اور میں نے جو کچھ تجھے دیا ہے اس کا ایک گنا تیرے لئے۔"(۱)

اس طرح امام حسین علیہ السلام نے نہایت حلم و بردباری کا مظاہرہ کرتے ہوئے

---

(۱)اعیان الشیعہ،ج ۱،ص ۵۸۰

آیت کے ایک ایک لفظ پر عمل کیا اور اپنے غلام کو آزاد کر دیا۔

۷۔ امام حسین (ع) کی شجاعت کا ایک نمونہ

جب حر اور امام حسین علیہ السلام کا لشکر ایک دوسرے کے سامنے آیا اور حر نے آپ سے گفتگو کرنا شروع کی تو اس نے آپ سے نصیحت کے طور پر کچھ باتیں کہیں۔

"میں خدا کے لئے تمہیں اپنی جان کی حفاظت کے معاملے میں خبر دار کر رہا ہوں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اگر بات جنگ تک پہنچ گئی تو تم یقیناً قتل کر دیئے جاؤ گے۔"

امام حسین علیہ السلام نے نہایت شجاعت اور بہادری سے جواب دیا۔ "کیا تو مجھے موت سے ڈرا رہا ہے؟ اگر تم لوگ مجھے قتل کر دو گے تو کیا تم موت سے بچ جاؤ گے؟ میں وہی بات کہوں گا جو اس قبیلہ اوس کے ایک مسلمان نے محاذ جنگ پر جاتے ہوئے کہا تھا، جب اس کے چچا زاد بھائی نے اسے ڈراتے ہوئے کہا تھا۔" کہاں جا رہے ہو، وہاں موت ہے؟ تو اس نے جواب میں کہا تھا۔

"میں جا رہا ہوں اور موت جواں مرد کے لئے کوئی ننگ کی بات نہیں اگر اس کی نیت حق ہو اور وہ اسلام کی راہ میں لڑ رہا ہو۔

یہ کوئی عار نہیں کہ جواں مرد نیک و صالح مردوں کی راہ میں اپنی جان دے دے اور ہلاک ہونے والوں سے دور ہو جائے اور مجرموں کی مخالفت کرے۔

تو ایسی صورت میں اگر میں زندہ بچ گیا تو اپنے کیے پر نادم نہیں ہوں گا اور اگر میں

مرگیا تو لوگ مجھے برا نہیں کہیں گے۔ اور تیری ذلت کے لئے یہی کافی ہے کہ تو زندہ رہ اور ذلیل ہوتا رہ۔"(۱)

۸۔ شب عاشور امام حسین (ع) کی اپنے ایک صحابی سے گفتگو

شب عاشور امام حسین علیہ السلام کے تمام اصحاب نے ایک ایک کر کے اپنی وفاداری وجاں نثاری کا اعلان کر دیا۔ آپ کے ایک صحابی (محمد بن بشر حضرمی) کو تھوڑی ہی دیر پہلے اطلاع ملی تھی کہ ان کا لڑکا کافروں کے ہاتھوں محاذ پر قیدی بنایا جا چکا ہے۔ محمد نے کہا۔"میں نے اپنے بیٹے اور خود کو خدا کی راہ میں وقف کر دیا ہے لہذا اب میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میرا بیٹا مصیبت میں ہو اور میں اس کے بعد زندہ رہوں۔"

امام حسین علیہ السلام نے ان کی بات سن کر فرمایا۔"خدا تجھ پر رحمت کرے میں نے تیری گردن سے اپنی بیعت اٹھالی جا اور اپنے بیٹے کو آزاد کرانے کی کوئی تدبیر کر۔"

محمد نے کہا۔" اگر میں آپ سے جدا ہو جاؤں تو درندے مجھے پھاڑ ڈالیں اور وحشی جانور مجھے زندہ ہی کھا جائیں۔"

امام حسین علیہ السلام نے انھیں پانچ یمانی لباس عطا کئے جن کی قیمت ایک ہزار دینار تھی اور فرمایا۔"یہ اپنے دوسرے بیٹے کو دے دو تاکہ وہ اسے بطور فدیہ کفار کو دے دے

---

(۱) ترجمہ ارشاد المفید،ج ۲،ص ۸۲

اور اپنے بھائی کو آزاد کرائے۔"

شب عاشور امام حسین علیہ السلام اور آپ کے اصحاب راز و نیاز اور خدا سے مناجات میں مشغول تھے، کچھ رکوع میں تھے کچھ لوگ سجدے میں اور بعض کھڑے ہو کر اور کچھ بیٹھ کر عبادت کر رہے تھے، ان کی آوازیں مکھی کی بھنبھناہٹ کی طرح کربلا کے دشت میں گونج رہی تھیں، دشمن فوج کے ۱۳۲ افراد اس صورت حال کا مشاہدہ کر کے اتنا متاثر ہوئے کہ وہ سب اپنی فوج چھوڑ کر امام حسین علیہ السلام سے آملے۔(۱)

۹-امام حسین کے ہاتھوں بعض دشمنوں کے قتل نہ ہونے کا راز

امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"عاشور کے دن میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ آپ حملہ کرتے ہیں اور دشمنوں کو قتل کرتے جاتے ہیں مگر اسی دوران میں نے دیکھا کہ آپ بعض دشمنوں کو تلوار کی زد میں آجانے کے باوجود قتل نہیں کرتے بلکہ ان کے پاس سے گزر جاتے ہیں جبکہ اگر آپ چاہتے تو انھیں بڑی آسانی سے قتل کر سکتے تھے۔

مجھے اس راز کا پتہ نہ چل سکا لیکن جب میں منصب امامت پر فائز ہوا تو سمجھ گیا کہ میرے والد جن لوگوں کو قتل نہیں کر رہے تھے وہ ایسے لوگ تھے جن کی نسل میں کوئی محب

---

(۱)۔ بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۳۹۴

اہل بیت موجود تھا لہذا میرے والد نے ہمارے اس شیعہ کی صلب میں حفاظت کے لئے اس کے باپ کو قتل نہیں کیا۔(۱)

۱۰۔ ترکی غلام کی ہنسی

امام حسین علیہ السلام کے پاس ایک ترک غلام تھا۔ آپ اسے "اسلم" کہہ کر بلاتے تھے۔اس کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ وہ قاری قرآن تھا اور بڑی دلنشین آواز میں قرآن کی تلاوت کیا کرتا تھا۔

اسلم جنگ کے لئے تیار ہو گیا، امام حسین سے اجازت لینے کے بعد میدان جنگ چلا گیا جہاں اس نے اتنی شجاعت سے جنگ لڑی کہ دشمنوں کے ۷۰ سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور آخر کار زخموں سے چور چور ہو کر زمین پر گر پڑا۔

امام حسین علیہ السلام اس کے پاس آئے اور اپنے چہرے کو اس کے خون آلود چہرے پر رکھ کر رونے لگے، اسلم نے آنکھیں کھولی، لمحہ بھر کے لئے امام کا نورانی چہرہ دیکھا اور خوشی سے مسکراتے ہوئے جام شہادت نوش کر لیا۔(۲)

---

(۱) معالی السبطین ج ۲، ص ۲۱

(۲) اعیان الشیعہ ج ۱، ص ۶۰

معصوم ششم

امام سجاد

علیہ السلام

معصوم ششم:

امام چہارم، حضرت سجاد علیہ السلام

نام ـــ: علی (علیہ السلام)

مشہور القاب ـــ: سجاد، زین العابدین علیہ السلام)

والدین ـــ: امام حسین علیہ السلام، شہر بانو (یزد گرد سوم کی بیٹی)

وقت اور مقام ولادت ـــ: ۵ شعبان ۳۸ ھ (۱۵ جمادی الاولی) مدینہ منورہ میں۔

وقت اور مقام شہادت ـــ: ۱۲ یا ۱۸ یا بنابر قول مشہور ۲۵ محرم کو ۵۷ سال کی عمر میں۔

مرقد مقدس ـــ: مدینہ، قبرستان بقیع

دوران زندگی ـــ: دو مرحلوں میں منقسم ہے

۱۔ ۲۲ سال والد کے ساتھ

۲۔ ۳۵ سال اپنی امامت کے دور میں۔

آپ کے زمانے کے ظالم حکمراں ـــ یزید سے لیکر ہشام بن عبد الملک تک (امویوں کا دسواں خلیفہ)

۱۔ سجدے میں امام سجاد علیہ السلام کی دعا

طاووس یمانی کہتا ہے۔ "ایک شب میں کعبہ کے پاس سے گزر رہا تھا میں نے دیکھا کہ امام سجاد علیہ السلام حجر اسماعیل میں وارد ہوئے اور نماز پڑھنے میں مشغول ہو گئے اس کے بعد آپ سجدے میں گئے۔

میں نے سوچا۔ "یہ مرد صالح اور خاندان رسالت سے تعلق رکھتے ہیں بڑا اچھا موقع ہے مجھے سننا چاہیے کہ یہ سجدے میں کون سی دعا پڑھتے ہیں میں نے سنا کہ آپ سجدے میں فرما رہے ہیں۔

عبیدک بفنائک، مسکینک بفنائک، فقیرک بفنائک، سائلک بفنائک

تیرا چھوٹا سا بندہ تیرے گھر میں، تیرا مسکین تیرے گھر میں، تیرا فقیر تیرے گھر میں، تجھ سے سوالی تیرے گھر میں (آیا ہے)۔"

طاووس کہتا ہے۔ "میں نے یہ دعا یاد کر لی اور ہر مصیبت کے موقع پر اسے پڑھتا تھا میری پریشانیاں دور ہو جایا کرتی تھیں۔" (۱)

---

(۱) کشف الغمۃ، ج ۲، ص ۲۷۳

۲۔ حلم و شکر امام سجاد علیہ السلام

ایک دن آپ نے اپنے ایک غلام کو دو دفعہ بلایا لیکن اس غلام نے امام کی آواز سننے کے بعد بھی کوئی جواب نہ دیا۔ یہاں تک کہ اس نے تیسری دفعہ بلانے پر جواب دیا۔

آپ نے اس سے فرمایا۔ "کیا تو میری آواز نہیں سن رہا تھا؟"

غلام نے کہا۔ "کیوں نہیں میں آپ کی آواز سن رہا تھا۔"

امام نے فرمایا۔ "تو پھر جواب کیوں نہیں دیا۔"

غلام نے کہا۔ "مجھے آپ کی طرف سے اطمینان تھا۔" (کہ اگر جواب نہ دوں گا تو آپ ناراض نہیں ہوں گے۔)

امام نے فرمایا۔

"الحمد للہ الذی جعل مملوکی یامننی"

"اس خدا کا شکر ہے جس نے میرے غلام کو مجھ سے امان میں رکھا۔" (۱)

---

(۱) اعیان الشیعہ، ج ۱، ص ۶۳۳

۲۔ قیامت کے قصاص سے خوف

امام سجاد علیہ السلام نے اپنے اونٹ پر بیس دفعہ حج کے لئے مدینہ سے مکے کا سفر کیا اس پوری مدت میں آپ نے ایک دفعہ بھی اونٹ کو تازیانہ نہیں مارا۔ جب بھی اونٹ سستی کرتا تو آپ تازیانے کو بلند کرتے اور مارنے کا اشارہ کرتے تاکہ اونٹ تیز چلنے لگے اور آپ فرماتے تھے۔

"لولا خوف القصاص لفعلت۔"

"اگر قصاص کا خوف نہ ہوتا تو میں تجھے مارتا۔"(۱)

روایت میں آیا ہے کہ جب امام علیہ السلام شہید ہو گئے تو وہی اونٹ آپ کی قبر پر آیا، اپنے سر و گردن کو قبر پر رگڑنے لگا اس کے بعد اس نے ایک چیخ ماری اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے لوگوں نے امام باقر علیہ السلام کو واقعے کی خبر دی آپ اونٹ کے پاس تشریف لائے اور آپ نے فرمایا۔ "بہت ہے اب اٹھ اور جا خدا تجھے مبارک کرے۔"

اونٹ اٹھ کر چلا گیا، دوبارہ آیا اور قبر کے پاس لوٹ کر آنسو بہانے لگا۔ لوگوں نے پھر امام باقر علیہ السلام کو اطلاع دی آپ نے اونٹ سے کہا۔ "بہت ہے اٹھ اور جا۔" اونٹ اٹھ کر چلا گیا لیکن چند لمحوں بعد پھر لوٹ آیا اور اس دفعہ بھی قبر کے پاس آ کر لوٹنے لگا امام اس

---

(۱) اعیان الشیعہ، ج ۱، ص ۶۳۴

کے پاس آئے اور فرمایا۔ "اٹھ اور جا۔" مگر وہ نہیں اٹھا۔ آپ نے فرمایا۔ "اسے چھوڑ دو یہ رخصت ہونے والا ہے۔" اونٹ تین دن تک یوں ہی رہا اس کے بعد مر گیا۔(۱)

۴۔ ہرنی امام علیہ السلام کی پناہ میں

حمران (رہ) کہتے ہیں۔ "امام علیہ السلام اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک ہرنی آئی وہ چیخ چیخ کر امام کے سامنے اپنے پیر زمین پر مار رہی تھی۔

امام علیہ السلام نے حاضرین سے فرمایا۔ "تمھیں معلوم ہے یہ ہرنی کیا کہہ رہی ہے؟

انھوں نے کہا۔ "ہم نہیں جانتے۔"

آپ نے فرمایا۔ "یہ کہہ رہی کہ قریش کے فلاں شخص نے میرے بچے کو پکڑ لیا ہے میں آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ وہ میرے بچے کو لے آئے تا کہ میں اسے دودھ پلا سکوں۔"

امام سجاد علیہ السلام نے حاضرین سے فرمایا۔ "اٹھو ہم سب اس کے شکاری کے پاس چلیں۔" سب اٹھ گئے۔ جب وہ سب اس شکاری کے پاس پہنچے تو آپ نے اس سے فرمایا۔ "تیری گردن پر جو میرا حق ہے میں اس کی قسم دیتا ہوں کہ تو نے آج جس ہرن کے بچے کا شکار کیا ہے اسے باہر لے تا کہ اس کی ماں اسے دودھ پلا سکے۔"

---

(۱) انوار البہیۃ، ص ۱۲۸

شکاری بلا تامل اس بچے کو باہر لے آیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا۔ "اس ہرن کے بچے کو مجھے بخش دے۔"اس نے بڑی خوشی سے وہ بچہ آپ کو بخش دیا۔ امام اس بچے کو اس کی ماں کے پاس لے آئے ہرن اپنی ماں کے ساتھ جنگل کی طرف جانے لگا۔ ہرن کے بچے کی ماں جاتے وقت ایک خاص انداز سے اپنی دم ہلا رہی تھی اور ایک خاص انداز سے چاپلوسی کر رہی تھی امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا۔" کیا تم جانتے ہو کہ یہ ہرنی اپنے ان حرکتوں کے ذریعے کیا کہہ رہی ہے؟"

حاضرین نے عرض کیا۔ "نہیں ہم نہیں جانتے۔"

آپ نے فرمایا۔" یہ کہہ رہی ہے خداوند عالم آپ کے ہر غریب مسافر کو آپ تک پہنچا دے جس طرح اس نے میرے بیٹے کو مجھ تک پہنچایا خداوند عالم علی ابن حسین کو بخش دے۔"(۱)

۵۔ امام زین العابدین علیہ السلام کی تواضع

امام سجاد علیہ السلام حج پر جاتے وقت ایسے قافلے کا ساتھ اختیار کرتے تھے جس میں کوئی بھی آپ کو نہ پہچانتا ہو۔ لہذا آپ جب بھی ایک گمنام شخص کی طرح قافلے میں شامل ہوتے تھے تو آپ پہلے ہی سے طے کر لیتے تھے کہ میں قافلے کے خادموں کے ساتھ رہوں گا اور

---

(۱) الاختصاص، شیخ مفید، ص ۲۹۷

اہل کارواں کی ضرورتوں کا خیال رکھوں گا، ایک دفعہ اسی طرح کے ایک قافلے کے ساتھ آپ حج کرنے جا رہے تھے لیکن قافلے میں موجود ایک شخص نے آپ کو پہچان لیا اس نے دوسروں سے کہا۔ " یہ علی بن حسین ہیں " اہل کارواں آپکو پہچانتے ہی پروانہ وار آپ کے گرد اکٹھا ہو گئے آپ کے ہاتھوں اور پیروں کے بوسے لئے معذرت خواہانہ انداز میں کہنے لگے۔ "یا بن رسول اللہ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ خدانخواستہ ہمارے ہاتھوں آپ کو کوئی تکلیف پہنچے اور ہم جہنمی و ہلاک ہو جائیں؟ آخر آپ نے اپنی شناخت کیوں نہیں کرائی؟"

امام علیہ السلام نے فرمایا۔ "ایک دفعہ میں نے اپنے جاننے والے قافلے کے ساتھ سفر کیا تھا اس سفر کے دوران اہل کارواں نے میرا اس طرح احترام کیا جیسے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا احترام کرنا چاہیے اور مجھے یہ بات ہرگز پسند نہیں کہ میرے ساتھ ایسا سلوک کیا جائے اسی لئے میں نے کسی کو بھی اپنے بارے میں نہیں بتایا۔" (۱)

۶۔ اپنے غلام کے ساتھ امام زین العابدین علیہ السلام کی بزرگواری

امام کے پاس ایک غلام تھا آپ نے اسے ایک کھیت کی ذمہ داری سونپ دی تھی۔ ایک دن آپ کھیت میں تشریف لے گئے تو آپ نے دیکھا کہ پورا کھیت تباہ ہو گیا ہے، اس غلام نے کھیت کو زرخیز بنانے کے بجائے بنجر کر دیا ہے اور اس وجہ سے کافی نقصان

---

(۱) اعیان الشیعہ ج ۱ ص ۶۳۵

ہو گیا ہے۔ آپ غضبناک ہو گئے اور ہاتھ میں موجود تازیانے سے آپ نے اسے مارا لیکن اس کے فوراً بعد ہی آپ کی اپنے اس کام پر افسوس ہوا۔ گھر لوٹنے کے بعد آپ نے اس غلام کو بلوایا۔ جب غلام آپ کو خدمت میں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ آپ پشت برہنہ وہی تازیانہ لئے ہوئے ہیں۔ غلام ڈرا کہ شاید آپ پھر سزا دینے کا ارادہ رکھتے ہیں لیکن اچانک اس نے دیکھا کہ یہاں معاملہ بر عکس ہے۔ امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا۔ "کمیت میں میں نے آج تیرے ساتھ وہ سلوک کیا ہے جس کی مثال میری پوری زندگی میں نہیں ملتی لہذا تو یہ تازیانہ اٹھا اور مجھ سے قصاص لے۔"

غلام نے کہا۔ "آقا میں تو یہ سوچ رہا تھا کہ آپ مجھے اور سزا دیں گے میری غلطی ہی ایسی تھی کہ اس کی مجھے سزا ملے لہذا اس سزا کے بدلے آپ سے قصاص لینا کیونکر مناسب ہو سکتا ہے؟"

امام علیہ السلام نے فرمایا۔ "وائے ہو تجھ پر۔۔ قصاص لے۔"

غلام نے کہا۔ "خدا کی پناہ میں ہرگز ایسا کام نہیں کر سکتا۔"

امام علیہ السلام نے کئی دفعہ اس سے قصاص لینے کا مطالبہ کیا لیکن اس غلام نے ہر دفعہ نہایت عاجزی سے امام کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ آخر کار امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا۔

"اب جبکہ تو قصاص نہیں لے رہا ہے تو میں انفاق کے عنوان سے وہ کمیت تجھے بخشتا ہوں۔"(۱)

---

(۱) اعیان الشیعہ، ج ۱، ص ۶۳۲

۷۔امام سجاد علیہ السلام کے انفاق کا ایک نمونہ

امام سجاد علیہ السلام حج کے لئے مدینے سے نکلے اور مکے کی طرف چل پڑے، آپ کی بہن جناب سکینہ سلام اللہ علیہا نے آپ کے لئے ایک ہزار درہم بھیجے تاکہ اس سے آپ حج کے اخراجات پورے کرسکیں ۔جب آپ حرہ کے نزدیک پہنچے تو آپ کو وہ درہم مل گئے آپ نے انھیں لے لیا۔ ابھی تھوڑی ہی دور گئے ہوں گے کہ آپ نے چند فقیروں کو دیکھا، آپ نے تمام درہم ان کے درمیان تقسیم کردیے اور اپنے لئے کچھ بھی نہیں بچایا۔(۱)

۸۔امام سجاد علیہ السلام کی شجاعت کا ایک نمونہ

جب امام سجاد علیہ السلام اور ان کے ہمراہیوں کو اسیر کرکے قصر دار الامارہ میں لایا گیا تو مغرور و خونخوار عبید اللہ بن زیاد نے امام کی طرف رخ کرکے کہا۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"

آپ نے فرمایا۔ "علی بن حسین۔"

ابن زیاد۔ "کیا حسین کے بیٹے علی کو خدا نے نہیں مارا؟"

امام سجاد علیہ السلام ۔ "میرے ایک بڑے بھائی کا نام بھی علی تھا وہ لوگوں کے

---

(۱) فصول المہمۃ، ص ۱۸۹

ہاتھوں مارا گیا۔"

ابن زیاد۔ "نہیں اسے لوگوں نے نہیں، خدا نے مارا ہے۔۔"

امام سجاد علیہ السلام۔ "مرتے وقت خدا لوگوں کی روح قبض کرتا ہے اور کوئی بھی اس کی اجازت کے بغیر نہیں مرتا۔"

ابن زیاد نے چیخ کر کہا۔ "ان کی گردن اڑا دو۔"

یہ سنتے ہی، جناب زینب نے امام سجاد کو اپنے بازؤں میں چھپالیا اور فرمایا۔ "اے ابن زیاد، بس ہو چکا اب اس سے زیادہ ہمارا خون نہ بہا۔ اس کے علاوہ تو نے ہم میں سے کسی کو نہیں چھوڑا، اگر اسے بھی قتل کرنا چاہتا ہے تو مجھے بھی قتل کر دے۔"

تبھی امام سجاد علیہ السلام نے با آواز بلند ابن زیاد سے کہا۔"

اما علمت ان القتل لنا عادة و کرامتنا من اللہ شھادة۔

"کیا تجھے خبر نہیں کہ قتل ہونا ہماری عادت اور اللہ کی طرف سے ہماری بزرگی شہادت ہے؟"

ابن زیاد نے امام علیہ السلام کی بہادری اور اور جناب زینب کی جرائت کا مشاہدہ کرنے کے بعد کہا۔ "علی ابن حسین کو چھوڑ دو انھیں زینب کے لئے زندہ رہنے دو مجھے ان دونوں (جناب زینب اور امام سجاد علیہم السلام) کی محبت پر بڑا تعجب ہے یہ عورت (جناب زینب سلام اللہ علیہا) اس کے ساتھ قتل ہو جانا چاہتی ہے۔" (۱)

---

(۱) مقتل الحسین، مقرم، ص ۲۰۵-۲۰۶

۹۔ شہدائے کربلا کے مصائب پر گریہ

امام سجاد علیہ السلام کربلا کے تمام نشیب و فراز سے اچھی طرح باخبر تھے۔ شہادتیں اور خاندان رسالت کا قیدی بنایا جانا سب کچھ امام علیہ السلام کی آنکھوں کے سامنے ہوا تھا۔ واقعہ کربلا کے وقت بیماری کی وجہ سے آپ درجہ شہادت پر فائز نہ ہو سکے لیکن شہیدوں کے پیغام پہنچانے کے لئے آپ ہر موقع سے فائدہ اٹھاتے تھے کوفے، شام اور مدینے میں آپ کے زبردست خطبوں نے بنی امیہ کو بہت رسوا کیا اور ان کی بدترین حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کی راہوں کو ہموار کیا۔ شہداء کربلا کی جانگاہ یادوں کو تازہ کرکے ان پر گریہ و زاری کرنا بھی اسی تحریک کا ایک حصہ تھا۔ یزید کی حکومت کے خلاف لوگوں کے پاکیزہ احساسات کو ابھار کر آمادہ جنگ کرنے میں ان کا بہت بڑا کردار رہا ہے۔ آپ ذیل کی ایک داستان پر غور کریں۔

امام سجاد علیہ السلام کے ایک غلام کا کہنا ہے۔ "ایک دن امام علیہ السلام صحرا کی طرف گئے میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے مدینہ سے باہر آ گیا میں نے دیکھا کہ آپ ایک پتھر پر اپنی پیشانی رکھ کر گریہ کرتے ہوئے کچھ کہہ رہے ہیں میں نے غور کیا تو سنا کہ امام فرما رہے ہیں۔

"لا الہ الا اللہ حقاً حقاً، لا الہ الا اللہ تعبداً و رقاً، لا الہ الا اللہ ایماناً و تصدیقاً و صدقاً۔"

اس کے بعد آپ نے سجدے سے سر اٹھایا، آپ کا چہرہ اور پیشانی آنسوؤں سے تر تھے میں نے آگے بڑھ کر کہا۔ "مولا کیا اب وہ وقت نہیں آیا جب آپ کا غم ہلکا ہو اور آپ کا

گریہ کم ہو جائے؟"

آپ نے فرمایا۔ "وائے ہو تجھ پر یعقوب بن اسحاق بن ابراھیم خود پیغمبر اور پیغمبر کے بیٹے تھے ان کے بارہ لڑکے تھے خداوند عالم نے ان میں سے ایک کو ان کی نظروں سے دور کر دیا جس کے فراق میں ان کے سر کے بال سفید ہو گئے، کمر جھک گئی اور روتے روتے ان کی آنکھیں ضائع ہو گئیں حالانکہ ان کا وہ لڑکا اسی دنیا میں زندہ تھا۔ لیکن میں نے تو اپنے والد، بھائی اور اپنے سترہ رشتہ داروں کو قتل کے بعد زمین پر پڑے دیکھا ہے آخر کس طرح میرا غم ہلکا ہو سکتا ہے اور کس طرح میرا رونا کم ہو سکتا ہے؟" (۱)

۱۰۔ غریبوں کی امداد اور سفر کی تیاری

امام سجاد علیہ السلام رات میں ایک گمنام شخص کی طرح اپنے کاندھے پر آٹا اور روٹی وغیرہ لاد کر مدینہ کے فقیروں کے گھروں میں پہنچایا کرتے تھے۔ مدینے کے بہت سے فقیر اسی کے سہارے زندگی گزار رہے تھے لیکن انھیں اس بات کا قطعی علم نہیں تھا کہ ہر رات ان کے لیئے یہ رزق کہاں سے آتا ہے، کیوں ہر رات ایک نامعلوم شخص کے توسط سے انھیں کھانے کو مل جاتا تھا۔

جب امام سجاد علیہ السلام کی شہادت واقع ہوئی اور اس کے بعد وہ نامعلوم شخص نظر

---

(۱) ترجمہ لھوف، ص ۲۰۹ اور ۲۱۰

نہیں آیا تو لوگ سمجھ گئے وہ کوئی اور نہیں بلکہ امام سجاد علیہ السلام ہی تھے۔

زہری کہتا ہے۔ "برسات کی ایک سرد رات میں میں نے امام سجاد علیہ السلام کو کاندھے پر آٹے کی ایک بوری لادے کہیں جاتے دیکھا میں نے پوچھا۔ "یا بن رسول اللہ یہ آپ نے اپنے کاندھوں پر کیا لاد رکھا ہے؟"

آپ نے فرمایا۔ "میں سفر کرنا چاہتا ہوں یہ اسی سفر کا توشہ ہے اسے میں محلہ "حریز" لے جا رہا ہوں۔"

میں نے کہا۔ "میرا غلام یہیں پر ہے یہ سامان وہ پہنچا دے گا آپ زحمت نہ کریں

امام نے فرمایا۔ "نہیں میں خود ہی لے جاؤں گا۔"

میں نے کہا۔ "اچھا مجھے دے دیجیے میں ہی پہنچا دوں۔ بلاشبہ میں یہ سامان پہنچا کر آپ کی عزت بڑھاؤں گا۔" (یعنی آپ کے احترام کی حفاظت کروں گا۔")

امام نے فرمایا۔ "میں اپنے کو اس چیز (آٹے اور روٹی کی بوری سے زیادہ بلند مقام نہیں سمجھتا جو اس سفر میں میری نجات کا ذریعہ اور جس کے پاس میں پہنچنے والا ہوں اس کے نزدیک میری آمد کو نیک بنانے کا وسیلہ ہے تجھے خدا کی قسم! مجھے اکیلا چھوڑ دے۔ یہ کہہ کر آپ آگے بڑھ گئے۔ (ترجمہ کی صحت مشکوک ہے غور کر لیجئے گا۔)

لیکن جب کچھ دن گزرنے کے بعد بھی آپ کسی سفر پر نہیں گئے تو میں نے ایک دن آپ سے دریافت کیا۔ "آپ نے جس سفر کے بارے میں فرمایا تھا اس کا کیا ہوا؟ آپ ابھی تک نہیں گئے؟"

آپ نے فرمایا۔ "اے زہری سفر سے مراد وہ سفر نہیں تھا جو تو سمجھ رہا ہے بلکہ میری مراد موت کا سفر تھا اس سفر کے لئے تیار رہ اور جان لے کہ اس سفر کے لئے تیاری اس طرح ہو

سکتی ہے کہ تو:

۱۔ گناہوں سے دوری اختیار کرے۔

۲۔ نیک اعمال انجام دے اور لوگوں کی امداد کرے۔

ہاں وہ بوجھ امام فقیروں کے لئے لے جایا کرتے تھے تا کہ وہ آپ کے سفر آخرت کے لئے زاد راہ بنے۔ (۱)

(۱) اعیان الشیعہ، ج ۱، ص ۶۳۳

معصوم ہفتم

امام محمد باقر

علیہ السلام

معصوم ہفتم :

امام پنجم حضرت امام باقر علیہ السلام

نام ــــ : محمد بن علی

لقب ــــ : باقر۔

کنیت ــــ : ابو جعفر

والدین ــــ : امام سجاد علیہ السلام، فاطمہ (امام حسن مجتبی کی بیٹی) لہذا آپ ماں باپ دونوں کی طرف سے بنی ہاشم سے منسوب ہیں

وقت اور مقام ولادت ــــ : اول رجب یا سوم صفر، ۵۷ ہجری، مدینہ میں

وقت اور مقام شہادت ــــ : دوشنبہ، ۷ ذی الحجہ ۱۱۴ھ، ۵۷ سال کی عمر میں ہشام بن عبدالملک کے حکم سے آپ کو زہر دیا گیا آپ کی شہادت مدینے میں واقع ہوئی۔

مرقد مقدس ــــ : قبرستان بقیع، مدینہ

دوران عمر ــــ : تین مرحلوں میں تقسیم ہے

۱۔ تین سال چھ مہینے اور دس دن اپنے دادا امام حسین کے ساتھ

۲۔ ۳۴ سال و ۱۵ دن اپنے والد امام سجاد علیہ السلام کے ساتھ

۳۔ ۱۹ سال و دس مہینے ۱۲ دن آپ کی مدت امامت ہے، اس دوران بنی امیہ اور بنی عباس جنگ میں مشغول تھے۔ آپ نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئی بہت سے شاگردوں کی تربیت کی اور مذہب تشیع کی ترویج کے سلسلے میں بہت کام کیا۔

۱۔ رسول خدا (ص) کا امام باقر (ع) کو سلام

جابر بن عبد اللہ انصاری رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حقیقی اصحاب میں سے تھے، آپ کہتے ہیں ۔ "رسول خدا نے مجھ سے فرمایا تھا ۔ "قریب ہے کہ تم اس وقت تک زندہ رہو جب تک حسین کی نسل سے میرے اس بیٹے کو نہ دیکھ لو جس کا نام محمد ہے اور جو "علم کو شگافتہ کر دے گا۔" جب تم اس سے ملنا تو اسے میرا اسلام کہہ دینا ۔(۱)

جیسا آنحضرت نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا اور جابر کو اللہ کی طرف سے لمبی عمر عطا ہوئی ۔یہاں تک کہ انھوں نے امام باقر علیہ سلام کی زیارت کی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا سلام ان تک پہنچا دیا۔

جابر کی امام علیہ السلام سے مختلف مقامات پر ملاقات ہوئی انھیں میں سے ایک ملاقات کا ہم یہاں ذکر کر رہے ہیں۔

امام باقر علیہ السلام کا بچپنا تھا کہ ایک دن جناب جابر نے آپ کو گلی میں دیکھ کر پوچھا "اے بچے تو کون ہے؟"

امام باقر علیہ السلام ۔"میں محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہوں ۔"

جابر نے کہا ۔" میری طرف دیکھو، آپ نے جابر کی طرف دیکھا ،جابر نے کہا میری

---

(۱) ترجمہ ارشاد القلوب ج ۲، ص ۱۵۷

طرف پشت کرو انھوں نے ایسا ہی کیا اس کے بعد جابر نے کہا۔ "کعبہ کے رب کی قسم یہ بچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شبیہ ہے اس کے بعد جابر نے عرض کیا۔ "اے بچے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تمھیں سلام کہا ہے۔"

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا۔ "رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر سلام ہو اس وقت تک جب تک یہ زمین و آسمان باقی ہیں اور اے جابر تم پر بھی میرا سلام ہو کہ تم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا سلام مجھ تک پہنچایا۔"

جابر نے کئی مرتبہ کہا۔ "اے باقر، اے باقر بلاشبہ تم علم میں شگاف ڈالنے والے ہو۔"

اس کے بعد جناب جابر امام باقر علیہ السلام کی خدمت میں آنے لگے۔ وہ امام کے پاس بیٹھ کر علمی استفادے کیا کرتے، کبھی کبھی جابر سے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی کوئی حدیث نقل کرنے میں غلطی ہو جاتی تو امام علیہ السلام ان کی غلطی بتا دیتے تھے۔ جناب جابر امام کی بات قبول کر لیتے اور کہتے۔ "اے باقر، اے باقر میں خدا کو گواہ بناتا ہوں کہ اس نے بچپنے میں ہی تمھیں مقام امامت سے نوازا ہے۔"(۱)

---

(۱) علل الشرائع، ج۱، ص ۲۳۳، بحار، ج ۴۶، ص ۲۲۵

۲۔ نہی عن المنکر

ابو صباح کنانی (رہ) امام باقر علیہ السلام کے بہترین شاگرد تھے۔ ایک دن وہ امام کے پاس آئے، دستک دینے کے بعد ایک نوجوان کنیز نے آکر دروازہ کھولا، ابو صباح نے اس کی چھاتی پر ہاتھ مار کر کہا۔ "اپنے آقا سے کہہ کہ ابو صباح کنانی آیا ہے۔"

اسی وقت دیوار کے دوسری طرف سے امام علیہ السلام کی آواز سنائی دی:

ادخل لاام لک۔ "تیری ماں مرے آجا۔"

ابو صباح کا کہنا ہے۔ "گھر میں داخل ہونے کے بعد میں نے امام کے حضور پہنچ کر عرض کیا۔ " خدا کی قسم میرا کوئی برا ارادہ نہیں تھا۔ میں آپ کے متعلق اپنے اعتقاد میں استحکام پیدا کرنا چاہتا تھا (کہ کیا آپ کو اس بات کی اطلاع ہوتی ہے یا نہیں)

آپ نے فرمایا۔ "تم صحیح کہہ رہے ہو اگر تم یہ سوچتے ہو کہ دیواریں اور یہ پردے ہماری نگاہوں کو روک لیتے ہیں جیسے تمہاری نگاہوں کو روک دیتے ہیں تو پھر ہم میں اور تم میں فرق کیا رہ جائے گا۔ بہر حال اب اس طرح کے کام سے پرہیز کرنا۔"(۱)

---

(۱) کشف الغمۃ ج ۲، ص ۳۵۲

۲۔ نامحرم عورت سے ہنسی مذاق کی ممانعت

ابو بصیر کہتے ہیں۔ "میں کوفے میں تھا جہاں میں ایک عورت کو قرآن پڑھایا کرتا تھا ایک دن ایک موقع پر میں نے اس سے مذاق کر لیا۔

کافی مدت گزرنے کے بعد ایک دن میں مدینہ میں امام باقر علیہ السلام کے حضور آیا۔ آپ نے میری سرزنش کرتے ہوئے فرمایا۔ "جو تنہائی میں گناہ کرتا ہے اللہ اپنی نظر لطف اس سے ہٹا لیتا ہے وہ کیسی بات تھی جو تو نے اس عورت سے کہی تھی۔"

شرم کی شدت سے میں نے سر جھکا لیا اور توبہ کی۔ امام باقر علیہ السلام نے فرمایا۔ "محتاط رہو اب ایسا کام کبھی نہ کرنا۔" (۱)

۳۔ ایک پراسرار شخص کے سوال کا منہ توڑ جواب

جابر جعفی کہتے ہیں۔ "ہم تقریباً پچاس لوگ امام باقر علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ "کثیر النوی" نامی ایک شخص وارد مجلس ہوا وہ مذہب مغیریہ (جو مغیرہ بن سعید کا ایجاد کردہ مذہب تھا۔ اس کا اعتقاد تھا کہ امام محمد باقر علیہ السلام کے بعد محمد بن عبد اللہ بن

---

(۱)۔ بحار الانوار ج ۴۶ ص ۲۴۷

حسن امام ہیں اس کا گمان تھا کہ عبداللہ زندہ ہیں) کا پیرو تھا۔

ہمارے ساتھ بیٹھنے کے بعد اس نے امام علیہ السلام کی طرف رخ کر کے کہا۔ "مغیرہ بن عمران کوفے میں ہمارے ساتھ رہتا ہے اس کا اعتقاد ہے کہ تمہارے ساتھ ایک فرشتہ ہے جو کافر و مومن اور شیعہ اور تمہارے مخالفین کی شناخت کراتا ہے۔"

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا۔ تو کیا کرتا ہے۔"

اس نے کہا۔ "میں گیہوں بیچتا ہوں۔"

امام نے فرمایا۔ "تو جھوٹ بولتا ہے۔"

اس نے کہا۔ "کبھی کبھی میں جو بھی بیچ لیتا ہوں۔"

آپ نے فرمایا۔ "تو جھوٹ بول رہا ہے تو کھجور کا بیج بیچتا ہے۔"

اس نے کہا۔ "تمھیں یہ بات کس نے بتائی۔"

امام نے فرمایا۔ "اسی فرشتے نے جو مجھے میرے شیعوں اور دشمنوں کو پہنچواتا ہے۔ تو آخر کار نہایت حیران و پریشان ہو کر مرے گا۔"

جابر کہتے ہیں۔ "ہم جب کوفے لوٹ کر آئے تو کچھ دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر ہم نے کثیر النوی کی حالت معلوم کرنا چاہا، لوگوں نے ہمیں ایک بوڑھی عورت کا پتہ بتایا، ہم اس کے پاس گئے تو اس نے کہا۔" تین دن پہلے کثیر النوی سرگردانی اور پریشانی کے عالم میں مر گیا۔" (۱)

---

(۱) کشف الغمہ، ج ۲، ص ۳۵۵

۵۔ امام باقر علیہ السلام کی کھیتی

محمد بن منکدر (اہل سنت کا ایک عالم) امام محمد باقر علیہ السلام کے زمانے میں تھا وہ اپنے دوستوں سے کہا کرتا۔ "مجھے اس بات کا یقین نہیں تھا کہ علی ابن حسین (امام زین العابدین علیہ السلام) کوئی ایسا بیٹا بھی چھوڑ کر جائیں گے جو فضل و دانش میں انھیں کی طرح ہو گا۔ یہاں تک کہ ایک دن میں نے ان کے بیٹے (امام محمد باقر علیہ السلام) سے ملاقات کی میں انھیں کچھ نصیحت کرنا چاہتا تھا مگر انھوں نے مجھے ہی نصیحت کر دی۔

اس کے دوستوں نے کہا۔ "انھوں نے تمھیں کس سلسلے میں نصیحت کی؟"

محمد بن منکدر نے کہا۔ "شدید گرمی کے وقت میں مدینہ کے اطراف سے گزر رہا تھا کہ ناگاہ میں نے امام باقر (ع) کو دیکھا وہ ایک تومند انسان تھے میں نے دیکھا کہ وہ اپنے دو غلاموں کے ساتھ زراعت میں مشغول ہیں۔ میں نے سوچا۔ "اس گرمی میں قریش کی ایک بزرگ شخصیت دنیوی مال کے لئے اتنا زیادہ پریشان ہو رہی ہے مجھے ان کے پاس جا کر کچھ نصیحت کرنا چاہیے۔" میں نے ان کے پاس پہنچ کر سلام کیا۔ انھوں نے پسینے میں تر بتر ہانپتے ہوئے میرے سلام کا جواب دیا میں نے ان سے کہا۔ "خدا آپ کو خوشحال رکھے، کیا یہ مناسب ہے کہ قریش کا ایک بزرگ شخص دنیوی مال کی خاطر اس دھوپ اور گرمی میں گھر سے باہر نکلے اور اس طرح سے محنت کرے اگر اس حالت میں آپ کو موت آجائے تو آپ کیا کریں گے؟"

آپ نے کھڑے ہو کر میری طرف رخ کیا اور فرمایا۔ "خدا کی قسم اگر اس حالت

میں مجھے موت آجائے تو وہ ایسی حالت میں آئے گی کہ میں اطاعت خدا میں مشغول رہوں گا اور اپنی محنت و کوشش کی وجہ سے میں تیرا محتاج نہیں رہوں گا میں اس وقت موت سے ڈروں گا جب گناہ کے عالم میں وہ میرے پاس آئے۔"

میں نے جب امام کا یہ جواب سنا تو کہا۔ "خدا آپ پر اپنی رحمتیں نازل کرے میں آپ کو نصیحت کرنا چاہتا تھا لیکن آپ نے مجھے ہی نصیحت کر دی۔" (۱)

۶۔ حقیقی حاجیوں کی کمی

امام باقر علیہ السلام کے ایک شاگرد "ابو بصیر" نابینا تھے۔ آپ امام محمد باقر علیہ السلام کے ساتھ امور حج انجام دینے میں مشغول تھے کہ اچانک آپ نے لوگوں کی گریہ و زاری اور چیخ پکار سن کر کہا۔ "حاجی کتنے زیادہ ہیں اور چیخ پکار کتنی بلند ہے۔"

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا۔ "نہیں بلکہ حاجی کتنے کم ہیں اور چیخ پکار کتنی زیادہ۔"

اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ "کیا تم میری قول کی صحت کی تصدیق کرنا چاہتے ہو اور کیا تم چاہتے ہو کہ صاف صاف دیکھ لو کہ حاجی کتنے کم ہیں؟"

اس کے بعد آپ نے اپنا ہاتھ ابو بصیر کی آنکھوں پر پھیرا اور ایک دعا پڑھی۔ ان کی آنکھیں صحیح ہو گئیں اس کے بعد امام علیہ السلام نے ان سے فرمایا۔ "اے ابو بصیر اب حاجیوں

---

(۱) ارشاد مفید، ص ۲۸۴

کو دیکھو۔"

ابو بصیر کا کہنا ہے۔ "میں نے دیکھا تو زیادہ تر لوگ بندر اور سور کی شکل میں نظر آئے ان کے درمیان مومن تاریکیوں میں چمکتے ستاروں کی طرح لگ رہے تھے۔

اس منظر کو دیکھنے کے بعد ابو بصیر نے امام سے کہا۔ "اے آقا! صحیح ہے حاجی کتنے کم ہیں اور رونے دھونے والے کتنے زیادہ۔"

اس کے بعد امام علیہ السلام نے ایک دعا پڑھی اور ابو بصیر پھر پہلے کی طرح نابینا ہو گئے۔(۱)

۷۔ امام باقر علیہ السلام پر ہشام کے مظالم

امام محمد باقر علیہ السلام تقریباً بیس سال (۹۵ھ سے لے کر ۱۱۴ھ) تک منصب امامت پر فائز رہے اس مدت کے دوران چار خلفاء (سلیمان بن عبد الملک، عمر بن عبد العزیز، یزید بن عبد الملک، ہشام بن عبد الملک) تخت حکومت پر قابض رہے۔ خصوصاً آپ کی عمر کے اواخر میں ظالم و جابر حاکم ہشام بن عبد الملک (عباسیوں کا دسواں خلیفہ) بر سر اقتدار ہوا۔ آپ نے اس کے سامنے بھی ہمت نہیں ہاری اور موقع ملتے ہی ہشام کی ظالم حکومت سے ناراضگی کا اظہار کرتے تھے اپنے اجداد کی طرف آپ بھی ہمیشہ باطل سے بر سر پیکار رہے حالانکہ جنگ کے لئے

---

(۱) مناقب آل ابی طالب، ج ۴، ص ۱۸۴

حالات مساعد نہیں تھے مگر اس کے باوجود ثقافتی محاذ پر آپ اموی سلطنت کے سامنے ڈٹے ہوئے تھے۔ اسی لئے اس کے زمانہ خلافت میں امام اور ان کے اصحاب پر حکومت کی کڑی نظر تھی۔ صفوان بن یحیی اپنے جد محمد سے نقل کرتے ہوئے کہتا ہے۔

"میں امام محمد باقر علیہ السلام کے گھر گیا اور وارد ہونے کی اجازت مانگی۔ لیکن امام علیہ السلام نے مجھے اجازت نہیں دی نہیں دوسرے ایک شخص کو آپ نے اجازت دے دی، میں گھر لوٹ آیا مجھے بڑا صدمہ ہوا، صحن میں پڑے ایک تخت پر لیٹ کر میں سوچنے لگا کہ کیا وجہ ہے کہ امام علیہ السلام نے مجھ سے بے اعتنائی برتی، دوسرے فرقے مثلاً زیدیہ، حرویہ اور امام علیہ السلام کے پاس جاتے ہیں اور گھنٹوں بیٹھے رہتے ہیں لیکن میں تو ان کا شیعہ ہوں، میرے ساتھ آپ نے ایسا سلوک کیوں کیا؟"

میں لیٹا ہوا یہی سوچ رہا تھا کہ اچانک میں نے دستک کی آواز سنی۔ میں نے دوروازہ کھولا تو دیکھا کہ امام باقر علیہ السلام کا پیامبر ہے اس نے کہا۔ "ابھی فوراً امام علیہ السلام کے کی خدمت میں پہنچو۔"

میں نے کپڑے پہنے اور امام کے حضور پہنچ گیا۔ امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا۔" اے محمد۔ یہاں بات قدریہ، حرویہ اور زیدیہ کی نہیں تھی بلکہ میں نے فلاں فلاں (جاسوسوں) کی وجہ سے تم سے بے اعتنائی برتی (یعنی اس وقت کچھ جاسوس بیٹھے ہوئے تھے اور امام علیہ السلام نہیں چاہتے تھے کہ محمد امام باقر علیہ کے شیعہ کی حیثیت سے پہچانے جائیں) میں نے امام کی یہ بات سن کر اطمینان کا سانس لیا اور میری پریشانی دور ہو گئی۔"(۱)

---

(۱)۔ بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۲۸۱

۸۔ امام باقر علیہ السلام جلاوطنی اور جیل میں

حالانکہ مدینے میں امام باقر علیہ السلام کے وجود اور طرز عمل سے کسی جنگ کا اظہار نہیں ہوتا تھا مگر آپ کی روش اور سرگرمی سے صاف صاف موجودہ حکومت کی مخالفت ظاہر ہوتی تھی لہذا ہشام نے فیصلہ کیا کہ امام کو مدینے سے شام بھیج دینا چاہیے۔

سپاہیوں نے امام باقر علیہ السلام کو آپ کے بیٹے امام صادق علیہ السلام کے ساتھ شام پہنچا دیا۔ ان لوگوں نے امام علیہ السلام کی اہانت کے لئے تین دن تک انھیں ہشام کے دربار میں وارد ہونے کی اجازت نہیں دی۔ یہاں تک انھوں نے آپ کو غلاموں کی چھاؤنی میں رکھا۔

ہشام نے اپنے درباریوں سے کہا۔ "جب محمد بن علی (امام باقر علیہ السلام) دربار میں وارد ہوں گے تو سب سے پہلے میں انھیں برا بھلا کہوں گا اس کے بعد جب میں خاموش ہو جاؤں تو تم لوگ انھیں برا بھلا کہنا شروع کر دینا۔"

ہشام کے حکم کے مطابق امام علیہ السلام کو دربار میں آنے کی اجازت دی گئی آپ شاہی دربار میں داخل ہوئے اور درباریوں کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ "السلام علیکم۔" تمام لوگوں کو عمومی سلام کرنے کے بعد آپ بیٹھ گئے۔

ہشام نے جب یہ دیکھا کہ امام نے اسے خاص طور سے سلام نہیں کیا اس کے علاوہ بغیر اس سے اجازت حاصل کیے بیٹھ بھی گئے تو اسے بڑا غصہ آیا۔ اس نے کہا۔ "اے محمد بن

علی تم لوگوں میں سے ہمیشہ کسی نہ کسی نے مسلمانوں کے درمیان اختلاف پیدا کیا اور لوگوں کو اپنی بیعت کی طرف بلایا اور خود کو امام کہا... اس طرح اس نے بہت کچھ کہا۔

جب وہ خاموش ہوا تو پہلے سے طے شدہ منصوبے کے تحت تمام درباریوں نے بھی آپ کو برا بھلا کہنا شروع کیا جب سب لوگ خاموش ہو گئے تو امام علیہ السلام نے کھڑے ہو کر فرمایا۔

"اے لوگو تم کہاں جا رہے ہو؟ اور تمہیں یہ کہاں لے جایا جا رہا ہے؟ خداوند عالم نے تمہارے سب سے پہلے شخص کو ہمارے وسیلے سے ہدایت عطا کی اور تمہارے آخری فرد کی ہدایت بھی ہمارے ہی ذمہ ہو گی اگر تم نے چند دنوں کی اس بادشاہی سے دل لگالیا ہے تو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ابدی شہنشاہیت ہمارے لئے ہے۔ جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے۔

"والعاقبۃ للمتقین۔"

ہشام نے آپ کو جیل میں ڈال دینے کا حکم صادر کر دیا۔

لیکن کچھ دنوں بعد جیل میں آپ کی روش نے تمام قیدیوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا ہشام کو اس کی رپورٹ ملی تو عاجز آ کر اس نے حکم دیا کہ امام کو کڑی نگرانی میں دوبارہ مدینے منتقل کر دیا جائے (۱)

---

(۱) اصول کافی ج ۱ ص ۴۷۱

۹ - راہب کا مسلمان ہونا

جب ہشام بن عبد الملک نے امام محمد باقر علیہ السلام کو مدینے سے شام کی طرف جلا وطن کیا اور آپ وہاں رہنے لگے تو اسی دوران کے ایک واقعہ کو بیان کرتے ہوئے امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں ۔ "ایک دن ہم ہشام کے گھر سے باہر نکل کر شہر کے چوراہے پر پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ وہاں ایک جم غفیر موجود ہے میرے والد نے پوچھا۔ "یہ کون لوگ ہیں؟ اور یہاں کیوں اکٹھا ہوئے ہیں؟"

آپ سے کہا گیا۔ "یہ مسیحیوں کے عظیم علماء ہیں جو ہر سال آج ہی کے دن یہاں اکٹھے ہوتے ہیں اور سب ایک ساتھ اس پہاڑ پر واقع معبد میں موجود بزرگ ترین راہب کی زیارت کے لئے جاتے ہیں اور اس سے سوالات کرنے کے بعد اپنے اپنے گھر لوٹ جاتے ہیں ۔

میرے والد نے ایک کپڑے سے اپنا چہرا چھپا لیا تاکہ آپ کو کوئی پہچان نہ پائے اس کے بعد آپ ان لوگوں کے پاس تشریف لے گئے اور ان کے ساتھ ہی ساتھ اس معبد میں رہنے والے راہب کے پاس پہنچ گئے، میں بھی ان کے ساتھ ہی تھا۔

راہبوں نے اپنے ساتھ لائے ہوئے فرشوں کو زمین پر بچھایا اور اس پر اس بزرگ راہب کے لئے ایک مسند بنا دی، اس بوڑھے کو معبد سے باہر لانے کے بعد اس مسند پر سب کے سامنے بٹھا دیا گیا ۔ وہ راہب اتنا بوڑھا ہو چکا تھا کہ اس کی سفید ابرو اس کی آنکھوں پر جھک گئی تھی جس کے سبب اس نے ایک زرد ریشمی پٹی سے اپنی بھوؤں کو پیشانی پر

باندھ رکھا تھا۔ سانپ کی طرح اس نے ادھر ادھر دیکھا، ہشام نے میرے والد اور راہب کے درمیان ہونے والی ملاقات کی تفصیل جاننے کے لئے ایک جاسوس بھی ہمارے ساتھ لگا دیا تھا۔ راہب نے حاضرین پر ایک نگاہ ڈالی اور مجمع میں میرے والد کو دیکھ کر اس نے سوال کیا۔

تم ہم میں سے ہو یا امت مرحومہ (اسلام) میں سے؟

امام باقر علیہ السلام۔ "میں امت مرحومہ میں سے ہوں۔"

راہب۔ "تم علماء اسلام میں سے ہو اسلام کے ان پڑھ لوگوں سے تعلق رکھتے ہو؟"

امام باقر علیہ السلام۔ "میں اسلام کے ان پڑھ لوگوں میں سے نہیں ہوں۔"

راہب۔ "میں سوال کروں یا تم؟"

امام باقر علیہ السلام۔ "تم سوال کرو۔"

راہب۔ "اے مسیحیو! یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ امت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ایک شخص اتنی جرائت کا حامل ہے کہ وہ کہتا ہے تم مجھ سے سوال کرو۔ لہذا اب مناسب یہی ہے کہ میں اس سے چند سوالات کر ہی لوں۔"

اس کے بعد راہب نے امام علیہ السلام سے پانچ سوالات کئے۔

۱۔ ذرا مجھے بتاؤ کہ وہ کون سا وقت ہے جو نہ دن ہے نہ رات؟

امام علیہ السلام۔ "وہ طلوع فجر کے بعد اور سورج طلوع ہونے سے پہلے کا وقت ہے

۲۔ مجھے بتاؤ کہ جب یہ گھڑی دن میں شامل نہیں اور نہ ہی رات کے اوقات میں اس کا شمار ہے تو یہ کون سی گھڑی ہے؟

امام علیہ السلام۔ "یہ بہشت کی ایک گھڑی ہے جس میں بیماروں کو شفا حاصل ہوتی ہے اور تکلیف دور ہو جاتی ہیں۔

راہب۔ "تم نے صحیح کہا۔"

۳۔ اچھا اب ذرا یہ بتاؤ کہ اہل بہشت کھائے پیئیں گے مگر پھر بھی وہ پیشاب پاخانے کی حاجت محسوس نہیں کریں گے، کیا دنیا میں اس کی کوئی مثال موجود ہے؟"

امام باقر علیہ السلام۔ "ہاں، جیسے ماں کے رحم میں بچہ کھاتا پیتا ہے مگر اسے پیشاب پاخانے ضرورت نہیں ہوتی۔"

راہب "صحیح۔"

۴۔ اچھا ذرا یہ تو بتاؤ کہ جو یہ کہا جاتا ہے کہ بہشت کے میوے اور غذائیں چاہے جتنی استعمال کی جائیں کم نہیں ہوں گی کیا اس کی کوئی مثال دنیا میں موجود ہے؟"

امام باقر علیہ السلام۔ "اس کی مثال چراغ کی طرح ہے جس کی لو سے چاہے ہزار چراغ جلا جائیں تب بھی اس کی روشنی میں کوئی کمی واقع نہیں ہو سکتی۔"

۵۔ مجھے ان دونوں بھائیوں کے متعلق بتاؤ جو اپنی ماں کے پیٹ سے ایک ساتھ جڑواں پیدا ہوئے تھے اور وہ دونوں ایک ساتھ ہی مر گئے لیکن ان دونوں بھائیوں میں سے ایک بھائی پچاس سال دنیا میں رہا اور دوسرا ایک سو پچاس سال اس دنیا میں رہا؟"

امام باقر علیہ السلام۔ "وہ دونوں بھائی عزیز اور عزیر تھے جو ایک ساتھ ہی پیدا ہوئے تھے۔ اس کے بعد وہ تیس سال تک ایک دوسرے کے ساتھ رہے اس کے بعد خداوند عالم نے عزیر کی روح قبض کر لی اور وہ سو سال تک مردہ رہے اس کے بعد خدا نے انھیں دوبارہ زندہ کیا جس کے بعد وہ بیس سال اپنے بھائی کے ساتھ رہے اس کے بعد وہ دونوں ایک ساتھ ہی مر گئے جس کے نتیجے میں عزیر کی عمر پچاس سال ہوئی لیکن عزیز کی عمر ایک سو پچاس سال ہوئی۔"

یہ سنتے ہی راہب اپنی جگہ سے اٹھا اور اس نے حاضرین سے کہا۔

"تم لوگ مجھے رسوا کرنے کے لئے مجھ سے زیادہ علم رکھنے والے شخص کو لے کر آئے ہو خدا کی قسم جب تک یہ شخص شام میں موجود ہے میں تم سے بات نہیں کروں گا تم لوگوں کو جو کچھ بھی سوال کرنا ہو اسی سے کر لیا کرو۔"

روایت میں آیا ہے کہ رات کو وہ راہب امام باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ کے کچھ معجزوں کا مشاہدہ کیا تو اسی وقت مسلمان ہو گیا، جب یہ عجیب خبر ہشام تک پہنچی اور راہب اور امام باقر علیہ السلام کے درمیان ہونے والے مناظرے کی خبر شام میں پھیل جانے کی وجہ سے آپ کا علم و کمال سب پر واضح ہو گیا تو اسے اپنی سلطنت کے لئے شدید خطرے کا احساس ہوا لہذا اس نے امام کی خدمت میں انعام بھیجا اور آپ کو مدینے کی طرف روانہ کر دیا لیکن اس سے پہلے اس نے کچھ آدمیوں کو آگے بھیج دیا تھا جو ہشام کی طرف سے یہ اعلان کرتے جا رہے تھے کہ کوئی بھی ابو تراب کے دونوں بیٹوں باقر و جعفر (علیہما السلام) سے رابطہ نہ رکھے یہ لوگ ساحر ہیں، میں نے انھیں شام بلایا تو یہ مسیحیت کی طرف مائل ہو گئے لہذا جو بھی ان کے ہاتھوں کوئی چیز بیچے گا یا انھیں سلام کرے گا تو اس کا خون مباح ہو گا۔" (۱)

---

(۱) منتخب التواریخ، ص ۴۲۸ اور ۴۲۹

۱۰۔ غلاموں کی حقوق کی تلافی

جب امام علیہ السلام کی کی شہادت کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے تمام غلاموں کو اپنے پاس اکٹھا کیا اور انھیں دو اچھے اور برے گروہوں میں بانٹنے کے بعد برے غلاموں کو آزاد کر دیا اور اچھے غلاموں کو رہنے دیا۔

امام صادق علیہ السلام نے اپنے والد سے کہا۔ "جو برے ہیں انھیں تو آپ نے آزاد کر دیا لیکن اچھے اور نیک غلاموں کو اپنے پاس رہنے دیا۔ (جبکہ غلاموں کو آزاد کرنا ان کے لئے راحت و آرام ہے۔)

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا۔ "قد اصابوا منی ضربا فیکون هذا بهذا۔" انھوں نے مجھ سے مار کھائی ہے لہذا یہ اس کی تلافی کے لئے ہے۔"(۱)

معصوم ہشتم

امام جعفر صادق

علیہ السلام

معصوم ہشتم:

امام ششم حضرت صادق علیہ السلام

نام ــــ: جعفر

لقب معروف ــــ: صادق

کنیت ــــ: ابو عبداللہ

والدین ــــ: امام محمد باقر علیہ السلام اور قاسم بن محمد بن ابی بکر کی بیٹی جناب ام فروہ سلام اللہ علیہا

معاصر سرکش حکام ــــ: یزید بن عبد الملک (اموی حکومت کا نواں خلیفہ) سفاح اور منصور دوانیقی۔

وقت اور مقام شہادت ــــ: ۲۵ شوال سنہ ۱۴۸ھ کو ۶۵ سال کی عمر میں منصور کے حکم سے مدینے میں زہر کے ذریعے آپ کی شہادت واقع ہوئی۔

مرقد مقدس ــــ: مدینہ میں قبرستان بقیع۔

دوران عمر ــــ: دو مرحلوں میں تقسیم ہے۔

۱۔ امامت سے پہلے کی مدت ۳۱ سال (سن ۸۳ھ سے لے کر سنہ ۱۱۴ھ تک)

۲۔ دوران امامت آخر عمر تک تقریباً ۳۴ سال (۱۱۴ھ سے ۱۴۸ھ تک یہ تشیع کی بنیادوں کے استحکام کا زمانہ تھا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے بنی امیہ اور بنی عباس کے درمیان جنگ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نہایت وسیع پیمانے پر درسگاہ کی بنیاد ڈالی۔ آپ کے درس میں چار ہزار شاگرد شریک ہوا کرتے تھے اس طرح آپ نے حقیقی اسلام کے چہرے سے اموی اسلام کے نقاب کو ہٹا دیا۔)

۱۔ دستر خوان سے امام کا اٹھ کر اعتراض کرنا

ایک دفعہ امام صادق علیہ السلام حیرہ (کوفے اور بصرے کے بیچ ایک شہر) تشریف لے آئے۔ یہاں عباسی سلطنت کے دوسرے خلیفہ منصور دوانیقی کے بیٹے کے ختنہ کی تقریب تھی۔ اس نے بہت سے لوگوں کو مدعو کیا تھا۔ امام بھی مجبوراً اس دعوت میں شریک ہونے کے لئے حیرہ آئے تھے۔

دستر خوان بچھ جانے کے بعد سب کھانے کے لئے بیٹھ گئے، ایک شخص نے پانی مانگا تو اسے پانی کے بجائے شراب پیش کر دی گئی اسے جیسے ہی شراب کا پیالہ تھمایا گیا امام دستر خوان سے اٹھ گئے اور آپ نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔"

ملعون من جلس علی مائدة یشرب علیها الخمر

"وہ شخص ملعون ہے جو ایسے دستر خوان پر بیٹھے جس پر شراب پی جا رہی ہو۔"(۱)

اس طرح آپ نے اظہار اعتراض کرتے ہوئے وہ مجلس ترک کر دی۔

---

(۱) فروع کافی، ج ۶، ص ۲۶۸

۲۔ آخری امام کے ظہور کے لئے راہ ہموار کرنا

امام صادق علیہ السلام سے ایک آدمی نے سوال کیا۔ "کیا دین خدا کے معاملے میں علی (علیہ السلام) قوی اور توانا نہ تھے؟"

امام علیہ السلام نے فرمایا۔ "کیوں نہیں۔ آپ خدا کے دین کے معاملے میں قوی و طاقتور تھے۔"

اس نے کہا۔ "تو پھر کیوں آپ نے کچھ گروہوں (منافقین و بے ایمان لوگوں) پر مسلط ہونے کے باوجود انھیں قتل نہیں کیا؟ ان کی راہ میں کیا رکاوٹ تھی؟"

امام علیہ السلام نے فرمایا۔ "قرآن کی ایک آیت نے انھیں ایسا کرنے سے باز رکھا۔

اس شخص نے پوچھا۔ "کون سی آیت؟"

امام علیہ السلام نے فرمایا۔ "یہ آیت "لو تزیلوا لعذبنا الذین کفروا منھم عذابا الیما"

"اگر کافر اور مومن ایک دوسرے سے الگ ہوتے تو ہم کافروں کو دردناک عذاب میں مبتلا کرتے۔"

اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ "خداوند عالم نے بہت سی ایماندار امانتیں کافروں اور منافقوں کے صلبوں میں رکھ چھوڑی ہیں لہذا حضرت علی علیہ السلام ایسے افراد کو قتل نہیں کرتے تھے جن کے صلبوں میں اللہ کی وہ امانتیں محفوظ ہوا کرتی تھیں۔

و کذالک قائمنا اھل البیت لن یظھر ابدا حتی تظھر ودائع اللہ عز و جل۔

"اور اسی طرح ہم اہل بیت میں سے ہمارا قائم ہو گا۔ وہ بھی اس وقت تک ہرگز ظاہر نہیں ہو گا جب تک کہ خدا کی امانتیں ظاہر نہیں ہو جائیں گی۔"(۱)

یعنی امام زمانہ کا ظہور پاک و طاہر مومنین پر متوقف ہے جب تک ایسے افراد دنیا میں پیدا نہیں ہو جائیں گے اس وقت تک امام زمانہ کے ظہور کے لئے حالات ساز گار نہیں ہوں گے لہذا ہمیں امام عصر عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف کے ظہور کے لئے راہ ہموار کرنا چاہیے۔

۲۔ اللہ کی قضا و قدر پر رضا

قتیبہ اعشی کہتا ہے۔ "میں نے سنا کہ امام صادق علیہ السلام کا ایک بیٹا بیمار ہے۔ میں اس کی عیادت کے لئے آپ کے گھر گیا۔ دروازے پر پہنچ کر میں نے دیکھا کہ امام صادق علیہ السلام دروازے کے پاس غم زدہ سے کھڑے ہیں۔ میں نے کہا۔ "بچے کا کیا حال ہے؟"

آپ نے فرمایا۔ "بستر پر بیمار لیٹا ہے۔"

اس کے بعد آپ گھر میں داخل ہوئے اور پھر باہر تشریف لے آئے میں نے دیکھا کہ آپ خوش دکھائی دے رہے ہیں میں نے عرض کیا۔ "بچے کا کیا حال ہے؟"

آپ نے فرمایا۔ "بچہ اس دنیا سے رخصت ہو چکا ہے۔"

میں نے عرض کیا۔ "جب میں آپ کے پاس آیا تھا تو آپ بہت رنجیدہ و غم زدہ

---

(۱) نور الثقلین، ج ۵، ص ۰۷

دکھائی دے رہے تھے حالانکہ وہ بچہ اس وقت زندہ تھا لیکن اب جبکہ وہ اس دنیا سے کوچ کر چکا ہے تو آپ غم زدہ نہیں ہیں؟"

امام صادق علیہ السلام نے جواب میں فرمایا۔ "ہم خاندان نبوت موت آنے سے پہلے بیماری میں غمگین ہوتے ہیں لیکن جب امر خدا واقع ہو جاتا ہے تو ہم اس کی قضا پر راضی رہتے ہیں اور اس کے فرمان کے آگے سر تسلیم خم کر دیتے ہیں۔(۱)"

۴۔ایک کج فہم شاگرد کو امام کی ہدایت

عمر بن مسلم امام جعفر صادق علیہ السلام کے شاگردوں میں سے تھا۔ چند دنوں کے لئے وہ غائب ہو گیا تو امام علیہ السلام نے دوسرے شاگردوں سے پوچھا۔ "عمر بن مسلم کہاں ہے؟"

ایک شاگرد نے کہا۔ "میں اس کے بارے میں جانتا ہوں اس نے کسب و کار کو چھوڑ کر تمام چیزوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے اور ایک الگ تھلگ مقام پہ اللہ کی عبادت کے لئے چلا گیا ہے۔"

امام علیہ السلام نے فرمایا۔

ویحہ اما علم ان تارک الطلب لایستجاب لہ

---

(۱) اعیان الشیعہ، ج ۱، ص ۶۶۳

"اس کا برا ہو۔ کیا اسے یہ نہیں معلوم کہ ضرورت کے لئے سعی و کوشش کو چھوڑ دینے والے کی دعا قبول نہیں ہوتی۔"

اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ "جب یہ دو آیتیں نازل ہوئیں۔

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجاً...ویرزقہ من حیث لا یحتسب...

اور جو بھی تقوائے الہی اختیار کرتا ہے اللہ اسے راہ نجات فراہم کر دیتا ہے اور اسے اس طرح سے رزق عطا کرتا ہے کہ وہ حساب نہیں کر سکتا۔"

تو اصحاب پیغمبر میں سے کچھ لوگوں نے اپنے گھروں کے دروازے بند کئے اور خدا کی عبادت میں مشغول ہو گئے ان کا کہنا تھا۔

"ہم عبادت اور تقوے میں مشغول رہیں گے خدا ہمیں ان راستوں سے رزق عطا کرتا رہے گا جہاں سے ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔"

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان لوگوں کو بلوا کر ان سے سوال کیا۔ "تم نے کس وجہ سے کسب معاش اور دوسرے کاموں سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے اور صرف عبادت ہی میں مشغول ہو گئے ہو؟"

ان لوگوں نے کہا۔ "اے رسول خدا اللہ نے ہمارے رزق کی ذمہ داری لی ہے اگر ہم عبادت میں مشغول رہیں گے تو خدا ہمیں ایسی جگہوں سے رزق عطا کرے گا جہاں سے ہم گمان بھی نہیں کر سکتے تھے۔"

آنحضرت نے فرمایا۔

"من فعل ذلک لم یستجب لہ. علیکم بالطلب۔"

"جو ایسا کرے گا اس کی دعا قبول نہیں ہو گی۔ تمہارے لئے تلاش معاش لازم

وضروری ہے۔"(۱)

اس طرح سے امام صادق علیہ السلام اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات واضح کر دی کہ عبادت و تقوی صرف نماز اور گوشہ تنہائی اختیار کر لینے کا نام نہیں بلکہ تجارت اور تلاش معاش میں بھی اگر کوئی رضائے خدا کو مد نظر رکھے تو یہ بھی عبادت ہے۔

۵۔ اللہ کی نعمتوں کا استعمال

سفیان ثوری امام صادق علیہ السلام کے زمانے میں ایک مشہور صوفی تھ۔ایک دن وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے دیکھا کہ آپ ایک نہایت سفید کپڑا زیب تن کئے ہوئے ہیں اس کی سفیدی انڈے کے چھلکے کی طرح سفید و شفاف تھی۔اس نے امام پر اعتراض کرتے ہوئے کہا۔

"اس طرح کا لباس تمہارا لباس ہرگز نہیں ہو سکتا۔"(یعنی آپ کے لئے یہ مناسب نہیں ہے۔)

امام صادق علیہ السلام نے اس سے کہا۔"میری باتیں غور سے سن اور یاد کرلے کہ یہ دنیا و آخرت میں تیری سعادت کی موجب ہوں گی اگر تجھے ان حراف کی راہ سے دور رہ کر سنت نبی کی راہ میں موت آجائے۔رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے زمانے میں تھے جب

---

(۱) فروع کافی، ج ۵، ص ۸۴

لوگ بہت ہی تنگ دستی کے عالم میں زندگی گزارا کرتے تھے۔ ناداری و قحط سالی نے پورے عرب کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ لیکن اب جبکہ اس معاشرے پر خدا کی نعمتیں بڑھ گئیں ہیں تو ان سے استفادے کا سب سے زیادہ حق اللہ کے نیک بندوں کو ہے نہ کہ گمراہ اور منحرف لوگوں کو خدا کی نعمتوں کے صحیح حقدار مومنین اور مسلمان ہیں نہ منافقین اور کفار۔ اے ثوری تجھے یقیناً اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ میں نے اس لباس میں بھی اپنے اوپر خدا کی طرف سے لازم تمام حقوق ادا کئے ہیں اور کسی بھی حق الٰہی کو ترک نہیں کیا ہے(۱)

(اس بنا پر جو اپنے دینی وظائف بخوبی انجام دیتا ہے اور وہ اقتصادی طور پر مضبوط معاشرے میں اچھے اچھے کپڑے پہنتا ہے اور دوسرے جائز آسائش کے سامانوں سے استفادہ کرتا ہے تو وہ اللہ کی نعمت سے فائدہ اٹھاتا اور اس میں کوئی مضائقہ بھی نہیں ہے۔)

۶۔حاکم وقت کو زبردست جواب

خلفاء بنی عباس کے دوسرے حاکم، منصور دوانیقی نے ایک خط میں امام کو لکھا۔" لوگوں کی طرح تم بھی ہمارے پاس کیوں نہیں آتے؟"

امام صادق علیہ السلام نے اس کے خط کے جواب میں لکھا۔

۱۔ہمارے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کی وجہ سے ہم تجھ سے ڈریں اور تیرے

---

(۱)اعیان الشیعہ، ج۱، ص ۶۶۰

پاس آئیں۔

۲۔ تیرے پاس آخرت کے لئے کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کی امید میں ہم تیرے پاس آئیں۔

۳۔ تیرے پاس ایسی کوئی نعمت بھی نہیں جس کے لئے ہم تیرے پاس آکر مبارکباد پیش کریں۔

۴۔ اس وقت جو کچھ بھی (حکومت و ثروت) تیرے پاس ہے تو اسے اپنی لئے بلا و مصیبت نہیں سمجھتا کہ اس پر ہم تجھے تعزیت پیش کرنے آئیں۔ اس بنا پر ہم بھلا کیوں تیرے پاس آئیں؟"

منصور دوانیقی نے آپ کے پاس لکھا۔ "ہمارے ہم نشیں بن جاؤ اور ہمیں نصیحت کرو۔"

امام صادق علیہ السلام نے اس کے خط کے جواب میں لکھا۔ "جو آخرت کا طالب ہو گا وہ کبھی بھی تیرا ہم نشیں نہیں ہو سکتا اور جو دنیا چاہتا ہو گا وہ اپنی دنیا (کی حفاظت) کے لئے کبھی بھی تجھے نصیحت نہیں کرے گا۔"(۱)

---

(۱) مستدرک الوسائل ج ۲، ص ۴۲۸

۷۔ گالی بکنے والے دوست کی تنبیہ

امام صادق علیہ السلام کا ایک دوست تھا جو ہمیشہ آپ کے ساتھ ساتھ رہتا تھا اس میں اور امام صادق علیہ السلام میں نہایت مخلصانہ تعلقات تھے۔ ایک دن وہ اپنے غلام پر ناراض ہو گیا اس نے کہا۔ "اے زنازادے تو کہاں رہ گیا تھا؟"

جب امام صادق علیہ السلام نے یہ گالی سنی تو آپ اتنا زیادہ ناراض ہوئے کہ آپ نے اپنا ہاتھ بڑی زور سے اپنی پیشانی پر مارا اور فرمایا۔ "سبحان اللہ کیا تو اس کی ماں پر بہتان باندھ رہا ہے؟ میں تجھے ایک پرہیز گار شخص سمجھتا تھا (امام کی ہمیشہ ذمہ داری نہیں ہوتی کہ وہ اپنے علم غیب سے استفادہ کریں بلکہ وہ ضرورت پڑنے پر ہی اپنے علم غیب کا استعمال کرتے ہیں۔) لیکن اب میں دیکھ رہا ہوں کہ تو پرہیز گار ہرگز نہیں ہے۔"

آپ کے دوست نے کہا۔ "میں آپ پر فدا ہوں، اس کی ماں "سندھ" کی رہنے والی ایک بت پرست عورت ہے۔"

امام صادق علیہ السلام نے اس سے فرمایا۔ "اما تعلم ان لکل امۃ نکاحا تنح عنی۔ "کیا تجھے معلوم نہیں کہ ہر قوم کے نکاح کا ایک طریقہ ہوتا ہے۔ مجھ سے دور ہو جا۔"

اس کے بعد سے آپ اس سے آخری عمر تک دور رہے۔(۱)

---

(۱) وسائل الشیعہ، ج ۱۲ ص ۳۳۱

۸۔ ملحدین کا سردار امام صادق (ع) کے قدرت بیان کے سامنے

حج کا زمانہ آگیا تھا امام صادق علیہ السلام مکہ میں تھے، مسلمان آپ کے علمی فیوض سے مستفیض ہو رہے تھے، مسجد الحرام میں بہت سے لوگ آپ کی خدمت میں آیا کرتے تھے اور آپ سے احکام الٰہی، حج کے مختلف مسائل اور قرآنی آیات کی تفسیر کے متعلق سوالات کیا کرتے تھے۔

مادہ پرستوں کا ایک گروہ جیسے ابی العوجاء، ابن طالوت، ابن اعمی، ابن مقفع دوسرے چند لوگوں کے ساتھ خانہ کعبہ میں امام کی خدمت پہنچا اور امام علیہ السلام کے ساتھ خاص نشست کا اہتمام کیا، اس گروہ نے ابن ابی العوجاء سے کہا۔ "کیا تو اپنی زور گوئی سے اس مرد (امام صادق علیہ السلام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا) کو شکست دے سکتا ہے جو وہاں بیٹھا ہوا ہے؟ کیا تو اس سے ایسے مشکل سوالات کر سکتا ہے جن کے جواب سے وہ قاصر رہیں اور اپنے ساتھیوں کے سامنے رسوا و ذلیل ہو جائیں کیونکہ تو تو دیکھ ہی رہا ہے کہ لوگ اس کے دیوانے ہیں وہ اسے زمانے کا سب سے بڑا عالم کہتے ہیں"

ابن ابی العوجاء نے کہا۔ "ٹھیک ہی کوئی بات نہیں میں تمہاری پیش کش کو قبول کرتا ہوں۔"

وہ اسی وقت اٹھا اور لوگوں کی بھیڑ چیرتا ہوا امام کے قریب جا بیٹھا اس کے بعد اس نے اپنے سوالات اس طرح سے پیش کئے۔

"تم کب تک اس خرمن گاہ (کعبہ کی طرف اشارہ کیا) کو اپنے پیروں سے روندتے رہو گے، اور اس پتھر سے پناہ طلب کرتے رہو گے۔ آخر کب تک اینٹوں سے بنے ہوئے اس گھر کی پوجا کرتے رہو گے اور اونٹوں کی طرح اس کے پاس اچھلتے کودتے رہو گے؟ جو تم لوگوں کے اس کام کو دیکھے گا وہ سمجھ جائے گا کہ تم لوگوں کا یہ عمل کسی طرح سے حکیمانہ نہیں ہے، اس عمل کا فلسفہ مجھے سمجھا دو کیونکہ تم اور تمہارے باپ اس طرح کے اعمال کی بانی ہیں۔"

امام صادق علیہ السلام نے تھوڑی سی تقریر کے بعد فرمایا۔ "یہ کعبہ ایسا گھر ہیں جہاں خداوند عالم نے اپنے بندوں کو اپنی عبادت کے لئے بلایا ہے تاکہ انھیں یہاں بلا کر ان کی اطاعت کا امتحان لے اسی لئے اس نے لوگوں کو اس مقدس مقام کا احترام کرنے کا حکم دیا اور اسے ان کا قبلہ قرار دیا، یہ گھر مرضی خدا کے حصول کا مرکز اور انسانوں کو منزل مقصود تک پہچانے کا ذریعہ ہے۔۔۔ خداوند عالم نے زمین کو پھیلانے (اور اس سے پانی نکالنے) سے دو ہزار قبل اسے خلق کیا لہذا جس کے اوامر کی پیروی اور جس کی نہی سے پرہیز کیا جائے وہ ذات وہ خدا ہے جس نے روح اور صورتوں کو پیدا کیا ہے۔"

ابن ابی العوجاء نے کہا۔ "آپ نے ایک غائب کے بارے میں گفتگو کی اور آپ نے اپنی ساری باتیں اس کے سہارے کی ہیں۔" (اور ہم مادہ پرستوں کو غائب کی باتیں قانع نہیں کر سکتیں۔)

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ "خدا ہر گز غائب نہیں ہے اس کی تمام نشانیاں اس کے وجود کی گواہی دیتی ہیں، وہ انسان سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔"
امام علیہ السلام نے خدا شناسی کی علامتوں کی اس طرح تشریح کی کہ ابن ابی العوجاء حیران و

مبہوت ہو کر رہ گیا۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا۔ "اسی خدا نے اپنے پیغمبر کے ذریعے کعبہ کو مسلمانوں کا قبلہ قرار دیا اور یگانہ پرستوں کے لئے عبادت کا مقام معین کیا۔

امام صادق علیہ السلام کے جوابات نے ابن ابی العوجاء کو اس طرح حیران و پریشان کر دیا تھا کہ وہ اپنے دوستوں کے پاس آکر کہنے لگا۔ "میں نے تم سے کہا تھا کہ میرے لئے ایک فرش بچھاؤ جو میرے قبضے میں رہے لیکن تم لوگوں نے تو مجھے بھڑکتی ہوئی چنگاریوں پر پھینک دیا تھا۔"

اس کے دوستوں نے کہا۔ "چپ رہ، آج تو نے ہمیں ذلیل کر دیا، ہم نے آج تک تجھے اتنا ذلیل و شرمندہ نہیں دیکھا تھا۔"

ابن ابی العوجاء نے کہا۔ "تم لوگ مجھ سے اس طرح کی باتیں کر رہے ہو، جبکہ بلاشبہ یہ اس کے فرزند ہیں جس نے ان لوگوں کے سر منڈوا دیئے۔(۱) (اس نے حاجیوں کی طرف اشارہ کیا۔)

---

(۱) ترجمہ ارشاد ج ۲، ص ۱۹۳

۹۔ جابر حاکم کے سامنے استقامت

امام صادق علیہ السلام نے اپنے زمانے کے جابر حاکم منصور دوانیقی کے سامنے کبھی ہار نہیں مانی اور نہ ہی کبھی اس کی تائید کی بلکہ مناسب موقعوں پر اس کے خلاف تقریر کرتے تھے اور اپنے عمل سے اس کے کاموں سے بیزاری کا اظہار بھی کر دیا کرتے تھے۔

سن ۱۴۸ھ میں منصور حج کے لئے حجاز آیا اس کے بعد وہ وہاں سے مدینہ گیا اس نے اپنے وزیر ربیع کو حکم دیا کہ کسی کو جعفر بن محمد (علیہ السلام) پاس بھیج کر بلوایا جائے اگر میں نے انھیں قتل نہ کیا تو خدا مجھے مار ڈالے۔"

آخر کار، امام مجبوراً منصور کے پاس آئے، منصور سے ملاقات سے پہلے ہی ربیع نے امام سے کہہ دیا تھا۔ "خدا کو یاد کریں، میں نے منصور کو آپ کے اوپر اتنا غضبناک دیکھا ہے کہ خدا کے علاوہ اب آپ کو کوئی بھی اس کے ہاتھوں سے نہیں بچا سکتا۔"

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ "لاحول ولاقوۃ الاباللہ۔

اس کے بعد ربیع نے منصور کو امام کے آنے کی اطلاع دی جب امام منصور کے پاس پہنچے تو اس نے آپ سے تند خوئی کرتے ہوئے گستاخانہ انداز میں کہا۔ "عراق کے لوگوں نے تمھیں اپنا امام بنالیا ہے، وہ اپنی زکات اور دولت تمہارے پاس بھیجتے ہیں، میری سلطنت کے لئے وہ خطرہ بن کر ابھر رہے ہیں، خدا مجھے مار ڈالے اگر میں تمھیں قتل نہ کر دوں۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ "سلیمان کو بہت سی نعمتیں عطا کی گئی تھیں،

انھوں نے شکر کیا، ایوب کو مصائب میں گرفتار کیا گیا انھوں نے صبر کیا۔۔۔

امام کے بیان نے منصور کو بدل دیا، وہ آپ کے نہایت احترام کے ساتھ پیش آیا اس کے علاوہ اس نے بڑے ادب و احترام سے آپ کو گھر تک پہنچا دیا۔

ربیع کہتا ہے۔ "میں امام کے پاس گیا، میں نے آپ سے عرض کیا۔ "جب آپ منصور کے پاس پہنچے تو وہ غصے کی شدت سے سلگ رہا تھا، لیکن جب آپ باہر آئے تو اس کا دل آپ کے لئے اتنا نرم ہو چکا تھا کہ اس نے بڑے احترام کے ساتھ آپ کو پہنچایا کیا ہوا تھا آپ نے کیا کہہ دیا؟"

امام علیہ السلام نے فرمایا۔ "اللھم احرسنی بعینک التی لاتنام، واکنفنی برکنک الذی لا یرام۔۔۔ خدا تو میری حفاظت اپنی ان آنکھوں سے کر جو سوتی نہیں، مجھے اس رکن سے سہارا دے جو خراب نہیں ہوتا۔" (۱)

۱۰۔ امام کی نماز اور صلہ رحم کے لئے وصیت

آخر کار منصور نے کچھ پر اسرار افراد کے توسط سے امام کو زہریلے انگور کھلا دیئے جن کے سبب آپ کی شہادت واقع ہو گئی۔ آپ کی بے شمار احادیث ہیں، آپ نے حوزہ علمیہ کی داغ بیل ڈالی، چار ہزار شاگردوں کی تربیت کی، آپ کے "زرارہ" نامی ایک شاگرد نے آپ

---

(۱) اعیان الشیعہ، ج ۱، ص ۶۶۹

سے کئی ہزار حدیثیں سیکھیں... لیکن بستر شہادت پر آپ نے صرف دو چیزوں کے بارے میں خصوصیت سے تاکید کی ۱۔ نماز ۲۔ صلہ رحم۔ اس سلسلے میں ان دو داستانوں پر توجہ فرمائیے۔

۱۔ (آپ کی ایک کنیز) ام حبیبہ کہتی ہیں۔ "شہادت کے وقت امام علیہ السلام نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا۔ "میرے تمام رشتہ داروں کو بلاؤ۔" جب ہم نے ان سب کو اکٹھا کر لیا تو آپ نے ان سے فرمایا۔"

ان شفاعتنا لاتنال مستخفا بالصلاۃ۔ بلاشبہ ہماری شفاعت نماز کو ہلکا سمجھنے والے تک ہر گز نہیں پہنچ سکتی۔

۲۔ امام صادق علیہ السلام کی ایک کنیز "سالمہ" کہتی ہے۔ "میرے آقا نے شہادت کے وقت آنکھیں کھولیں، اپنے رشتہ داروں کے بارے میں کچھ باتیں کہنے کے بعد آپ نے فرمایا۔ "حسن بن علی بن الحسین علیہ السلام (معروف بہ افطس) کو ستر دینار دے دینا فلاں کو اتنے دینار اور فلاں کو اتنے پیسے دے دینا۔"

میں نے عرض کیا۔ "جس نے آپ سے دشمنی کی اور آپ کو قتل کر دینا چاہا آپ اسے دینار دینے کی بات کر رہے ہیں؟"

آپ نے فرمایا۔

کیا تو یہ چاہتی ہے کہ میں اس آیت کا مصداق نہ بنوں؟"

والذین یصلون ما امر اللہ بہ ان یوصل و یخشون ربھم و یخافون سوء الحساب... اولئک لھم عقبی الدار۔

"اور جو خدا کے امر کردہ رشتوں کا پاس کرتے ہیں اور اپنے پروردگار سے ڈرتے ہوئے برے حساب سے خوف زدہ رہتے ہیں... ان لوگوں کے لئے آخرت میں نیک اجر ہے۔

اے سالمہ خداوند عالم نے بہشت کو خلق کیا، اسے پاک وپاکیزہ کیا، معطر کیا اس کی خوشبو ستر سال کی مسافت تک پہنچتی ہے لیکن جو اپنے والدین کو ناراض کرتا ہے یا اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحم نہیں کرتا وہ اس خوشبو سے بھی محروم رہتا ہے۔(۱)

---

(۱) فروع کافی، ج ۷، ص ۵۵

معصوم نہم

امام موسیٰ کاظم

علیہ السلام

معصوم نہم :

امام ہفتم، حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

نام ــــ : امام موسیٰ علیہ السلام

مشہور القاب ــــ : عبد صالح، کاظم، باب الحوائج۔

کنیت ــــ : ابوالحسن، ابو ابراہیم۔

والدین ــــ : امام صادق، جناب حمیدہ علیہما السلام۔

وقت اور مقام ولادت ــــ : صبح روز یکشنبہ، ۷ صفر سن ۱۲۸ ھ (مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع "ابوا" نامی دیہات میں۔۔

وقت اور مقام شہادت ــــ : ۲۵ رجب سن ۱۸۳ ھ، بغداد کے زندان ہارون میں ۵۵ سال کی عمر میں ہارون کے حکم سے آپ کو زہر دیا گیا اور اسی سے آپ کی شہادت واقع ہوگئی۔

مرقد مقدس ــــ : کاظمین (بغداد کے نزدیک عراق کا ایک شہر)

دوران زندگی ــــ : دو مرحلوں میں تقسیم ہے۔

۱۔ امامت سے پہلے کی مدت، ۱۲۸ ھ سے ۱۴۸ ھ تک (تقریباً بیس سال)

۲۔ امامت کے بعد کی مدت، ۱۴۸ ھ سے لیکر ۱۸۳ ھ تک (۳۵ سال) جو مختلف ظالم حکمرانوں کے زمانے میں گزری جیسے منصور دوانیقی، مہدی عباسی، ہادی عباسی اور ہارون الرشید۔ آپ کی امامت کی بیشتر مدت (۲۳ سال، ۲ مہینے اور ۱۷ دن) ہارون رشید کے دوران خلافت میں گزری جس میں آپ سالہاسال مختلف قید خانوں میں رہے۔

۱۔ ابو حنیفہ کے دل میں امام موسیٰ کاظم کی عظمت

حنفی مسلک کا بانی، ابو حنیفہ کہتا ہے۔ "میں امام صادق علیہ السلام کے گھر گیا تو میں نے ان کے بیٹے موسیٰ (علیہ السلام) کو گھر کے دالان میں بیٹھے دیکھا اس وقت آپ بہت کمسن تھے میں نے پوچھا۔ "اگر کوئی مسافر رفع حاجت کرنا چاہے تو وہ کہاں جائے گا؟"

انھوں نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "دیوار کے پیچھے چلا جائے گا جہاں اسے پڑوسی نہ دیکھ سکیں، نہر کے کنارے اور درختوں کے نیچے جانے سے پرہیز کرے۔ وہ رفع حاجت کے لئے گھروں کی چہار دیواریوں، شاہراہوں اور مسجدوں سے دور جائے گا اس طرح کہ نہ اس کا رخ قبلے کی طرف ہو اور نہ پیٹھ۔ ان سب باتوں کا خیال رکھتے ہوئے وہ رفع حاجت کرے گا۔"

ان کے جامع بیان اور اسلوب کی دلکشی نے میرے دل میں ان کی عظمت بٹھا دی مجھے وہ غیر معمولی ذہین لگے میں نے ان سے سوال کیا۔ "میں آپ پر فدا ہو جاؤں انسان جو گناہ کرتے ہیں وہ گناہ کون انجام دیتا ہے؟" (۱)

آپ نے فرمایا۔ "جو بھی گناہ ہوتا ہے وہ تین صورتوں سے خالی نہیں:

۱۔ یا خود بندہ گناہ کرتا ہے۔

۲۔ یا خدا گناہ کرتا ہے۔

---

(۱) توجہ رہے کہ ابو حنیفہ عقیدہ جبر کا قائل تھا۔

۲۔ یا بندہ بھی گناہ کرتا ہے اور خدا بھی گناہ کرتا ہے، اگر ہم یہ کہیں کہ خدا گناہ کرتا ہے تو وہ بہت بڑا عادل و انصاف کرنے والا ہے یہ ممکن نہیں کہ وہ خود ہی گناہ کرے اور پھر اس گناہ کے لئے بندہ کو سزا دے، کیونکہ یہ عدل وانصاف کے خلاف ہے کہ خدا بندے کو کسی ایسے کام کے لئے سزا دے جو اس نے کیا ہی نہ ہو۔

اگر خدا اور بندہ دونوں گناہ کرتے ہوں تو اس طرح خدا بھی بندے کے ساتھ گناہ میں شریک ہوا، وہ بھی ایسا شریک جو بندے سے زیادہ طاقتور ہے، لہذا کمزور کے مقابل قوی شریک گناہ کے لئے زیادہ سزا کا مستحق ہوتا ہے۔ اور اگر صرف بندہ گناہ کرتا ہے تو اس بنا پر امر و نہی بندے کے لئے درست ہو گی اور اس طرح اپنے اعمال کی سزا یا جزا بھی جنت و جہنم کی صورت میں وہ پائے گا۔"

ابو حنیفہ آپ کے منطقی و مستحکم بیان سے اتنا مرعوب و متاثر ہو چکا تھا کہ اس نے کہا۔ "ذریۃ بعضھا من بعض واللہ سمیع علیم۔ "وہ ایسی ذریت تھے جنھوں نے علم و کمال ایک دوسرے سے حاصل کیا اور اللہ تو سمیع علیم ہے۔"(۱) (سورہ آل عمران، آیت ۳۴)

---

(۱) مناقب آل ابی طالب ج ۴، ص ۳۱۴

۲۔ مومن کی پریشانی دور کرنا

محمد بن عبد اللہ بکری کہتے ہیں۔ "ایک سفر کے دوران میں مدینے پہنچا تو بڑا پریشان تھا۔ میں نے کسی سے قرض لینے کا ارادہ کیا لیکن مجھے قرض دینے والا کوئی نہیں ملا میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں جا کر اپنے پریشانی بتانے کا فیصلہ کیا۔

آپ مدینے کے اطراف "نقمی" نام کے ایک دیہات میں اپنے کھیت میں کام کر رہے تھے، میں وہاں پہنچ گیا۔ آپ نے بڑی گرم جوشی سے میرا استقبال کیا اس کے بعد آپ نے کھانا تیار کیا اور ہم لوگوں نے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا اس کے بعد آپ نے میری احوال پرسی کی تو میں نے اپنی حالت بیان کر دی۔

آپ اپنے گھر گئے اور تھوڑی دیر بعد باہر نکل کر اپنے غلام سے فرمایا۔ " تو یہاں سے جا۔" وہ ہمارے پاس سے چلا گیا تو آپ نے مجھے ایک تھیلی عنایت کی جس میں تین سو دینار موجود تھے۔ اس کے بعد آپ کھڑے ہوئے اور وہاں سے چلے گئے میں بھی مدینے لوٹ آیا۔(۱) اس طرح میرے زاد راہ کا انتظام ہو گیا اور میں خوش خوش اپنے وطن کی طرف چل پڑا۔

---

(۱) ترجمہ ارشاد مفید، ج ۲، ص ۲۲۳

۴۔امام کاظم علیہ السلام کے اخلاق کا ایک نمونہ

عمر بن خطاب کے نواسوں میں سے ایک شخص مدینہ میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے دشمنی رکھتا تھا۔ وہ جب بھی آپ کو دیکھتا تو بڑی گستاخی سے حضرت علی اور خاندان نبوت علیہم السلام کو برا بھلا کہا کرتا تھا۔

ایک دن آپ کے کچھ اصحاب نے آپ سے عرض کیا۔ "آپ ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم اس بدتمیز شخص کو قتل کر دیں۔"

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا۔ "نہیں ہر گز نہیں ،میں اس طرح کے کام کی اجازت نہیں دے سکتا تم لوگ اس طرح کی کوئی حرکت نہ کرنا اس بات کو اپنے ذہن سے نکال دو ۔اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ "وہ شخص اس وقت کہاں ہے؟"

لوگوں نے کہا۔ "مدینہ کے اطراف ایک کھیت میں کام کر رہا ہے۔"

امام کاظم علیہ السلام اپنے خچر پر سوار ہوئے اور اس کھیت کی طرف چل پڑے جب آپ اس کے کھیت کے نزدیک پہنچے تو اسی طرح کھیت کے اندر داخل ہو گئے اس نے چیخ کر کہا۔ "کھیت کو پامال نہ کرو۔"

لیکن آپ اسی طرح اپنے خچر پر سوار ہو کر آگے بڑھتے رہے۔یہاں تک کہ اس کے نزدیک پہنچ گئے دعا و سلام کے بعد آپ نے نہایت خندہ روئی سے اس کی احوال پرسی کی اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ "اس کھیت پر تو نے کتنا پیسہ صرف کیا ہے؟"

اس نے کہا۔ "سو دینار۔"

امام کاظم علیہ السلام نے فرمایا۔ "اس سے تجھے کتنا نفع ملنے کی امید ہے؟"

اس نے کہا۔ "مجھے علم غیب تو نہیں ہے۔"

آپ نے فرمایا۔ "میں کہہ رہا ہوں کہ تمھیں کتنا فائدہ مل جانے کی امید ہے؟"

اس نے کہا۔ "میرے لحاظ سے تو ۲۰۰ دینار تک مل جانے کی امید ہے۔"

امام کاظم علیہ السلام نے تین سو دینار کی ایک تھیلی نکال کر اسے دی اور فرمایا۔ "اسے رکھ لے، تیرا کھیت بھی تیرے ہی پاس رہے گا اور اس سے تجھے جتنے فائدے کی توقع ہے اللہ وہ بھی تجھے عطا کرے گا۔"

وہ امام علیہ السلام کی عظمت دیکھ کر اتنا متاثر ہوا کہ اسی وقت آپ سے معافی مانگنے لگا اور نہایت عاجزی سے کہنے لگا کہ آپ میری تقصیروں اور بدزبانیوں کو معاف فرمائیے۔

امام کاظم علیہ السلام مسکراتے ہوئے لوٹ آئے، اس واقعہ کو ایک مدت گزر گئی، ایک دن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام مسجد میں تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ وہ شخص مسجد میں موجود ہے۔ وہ آپ کو دیکھتے ہی کھڑا ہوا اور بڑی خوشی کے ساتھ آپ سے کہنے لگا۔ "اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ۔ "خدا بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کہاں قرار دے۔"

آپ کے اصحاب نے دیکھا کہ یہ شخص بالکل ہی بدل گیا ہے، وہ اس شخص کے پاس آ کر پوچھنے لگے کہ آخر بات کیا ہے جو تو اتنا بدل گیا ہے پہلے تو تو امام کی شان میں گستاخی کیا کرتا تھا لیکن اب امام کی تعریف کر رہا ہے۔

اس نے کہا۔ "حق یہی ہے جو میں نے کہا ہے۔" اس کے بعد اس نے امام علیہ السلام کے لئے دعا کی اور امام سے اپنے چند سوالات کے جوابات سنے۔

امام اٹھے اور اپنے گھر کی طرف چل پڑے۔ گھر آتے وقت آپ نے اس شخص کے قتل کی اجازت مانگنے والے اصحاب سے فرمایا۔ "یہ وہی شخص ہے اب تم بتاؤ ان دونوں راستوں میں سے کون سا راستہ زیادہ مناسب تھا، وہ راستہ جو تم اختیار کرنا چاہتے تھے یا یہ جو میں نے اختیار کیا ہے میں نے اس کی ضرورت بھر تھوڑا سا پیسہ اسے دے دیا اور اس کے شر سے محفوظ ہو گیا۔(۱)

۲۔ ظالم وجابر حاکم سے مخالفت

ہارون رشید سفر حج کے دوران مدینے آیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی قبر پر بھی گیا جہاں پہنچ کر اس نے دوسروں پر اپنی بڑائی جتانے کے لئے کہا۔ "آپ پر سلام ہو اے میرے چچا زاد بھائی۔"

امام نے بھی وہیں موجود تھے آپ نے آگے بڑھ کر فرمایا۔ "بابا آپ پر سلام ہو۔" یعنی اے ہارون !! اگر تو رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو چچا زاد بھائی کہہ کر لوگوں پر اپنی بڑائی جتانا چاہتا ہے تو تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ میں ان کا بیٹا ہوں۔

یہ صورت حال دیکھ کر ہارون کو بڑا غصہ آیا جس کے آثار اس کے چہرے سے عیاں تھے۔(۲)

---

(۱) اعلام الوری، ص ۲۹۶

(۲) اعلام الوری، ص ۱۹۴

۵۔ قطع رحم کی سزا اور صلہ رحم کی جزا

علی بن ابو حمزہ امام کاظم علیہ السلام کے شاگردوں میں سے تھے ایک دن امام علیہ السلام نے ان سے فرمایا۔ "جلدی ہی مغرب کا ایک شخص تم سے ملاقات کرے گا اور میرے متعلق سوالات کرے گا اس کے جواب میں تم کہنا۔ "وہ ہمارے امام ہیں جنھیں امام صادق علیہ السلام نے اپنے بعد امامت کے لئے منتخب کیا ہے اس کے بعد وہ تم سے حلال و حرام کے متعلق کچھ سوالات کرے گا ان کے جوبات تم دے دینا۔"

علی بن ابو حمزہ نے کہا۔ "اس مغربی شخص کی علامتیں کیا ہوں گی۔"

آپ نے فرمایا۔ "وہ لمبے قد اور مضبوط تن و توش کا مالک ہو گا اس کا نام "یعقوب بن یزید" ہے اور وہ اپنی قوم کا سردار ہے اگر وہ میرے پاس آنا چاہے تو اسے تم لیتے آنا۔"

علی بن حمزہ کہتے ہیں ۔ "میں ایک دن خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا تبھی اچانک ایک لامبے قد اور مضبوط تن و توش کا مالک ایک شخص میرے پاس آ کر کہنے لگا۔ "میں تم سے تمہارے دوست کے بارے میں کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں۔"

میں نے کہا۔ "میرے کون سے ساتھی کے بارے میں؟

اس نے کہا۔ "موسیٰ بن جعفر (علیہم السلام) کے بارے میں۔"

میں نے کہا۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"

اس نے کہا۔ "یعقوب بن یزید۔"

میں نے کہا۔ "تم کہاں کے رہنے والے ہو۔"

اس نے کہا۔ "مغرب کا۔"

میں نے کہا۔ "تم نے مجھے کیسے پہچانا؟"

اس نے کہا۔ "میں نے خواب میں ایک شخص کو یہ کہتے سنا کہ۔ "علی ابن ابو حمزہ سے ملو اور اپنے تمام سوالوں کے جوابات اس سے دریافت کرو۔" میں نے تمھیں تلاش کیا اور آخر کار میں نے یہاں تمھیں ڈھونڈ ہی لیا۔"

میں نے اس سے کہا۔ "تم یہیں بیٹھو ذرا میں اپنا طواف مکمل کر لوں۔ میں نے اپنا طواف پورا کیا اور یعقوب کے پاس آ کر تھوڑی دیر تک اس سے کچھ باتیں کی۔ میں سمجھ گیا کہ یہ سمجھدار اور سوجھ بوجھ رکھنے والا شخص ہے اس نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی میں اسے آپ کی خدمت میں لے آیا۔

امام علیہ السلام نے اسے دیکھتے ہی فرمایا۔ "تو کل ہی آیا ہے اور فلاں جگہ پر تیرا اپنے بھائی سے جھگڑا ہو گیا تم لوگوں نے ایک دوسرے کو برا بھلا کہا۔ اس طرح کی روش ہمارے اور ہمارے آباء و اجداد کے دین میں شامل نہیں ہے اور ہم نے اپنے کسی بھی شیعہ کو اس طرح کا کام کرنے کے لئے نہیں کہا۔ خدا سے خوف کر، تم دونوں کے درمیان عنقریب ہی موت کے ذریعے جدائی ہونے والی ہے۔ تیرا بھائی اسی سفر میں گھر پہنچنے سے پہلے مر جائے گا اور تو اپنے کیے پر نادم ہو گا۔ تم لوگوں نے قطع رحم کیا اور ایک دوسرے سے ناراض ہو گئے لہذا اللہ نے تمہاری عمر کو کم کر دیا۔

یعقوب نے کہا۔ "یا ابن رسول اللہ میرا کیا حال ہو گا؟ اور میری موت کب ہو گی؟"

امام علیہ السلام نے فرمایا۔ "تیری موت بھی قریب ہی تھی، لیکن تو نے فلاں جگہ پر

اپنی پھوپھی کے ساتھ صلہ رحم کیا لہذا خداوند عالم نے بیس برسوں کی مقدار (بیس سال) میں تیری عمر بڑھا دی ہے۔"

علی بن ابو حمزہ کا کہنا ہے۔"دوسرے سال مکے میں حج کے دوران میری یعقوب سے ملاقات ہوئی اس نے بتایا کہ اس کا بھائی وطن پہنچنے سے پہلے ہی مر گیا اور میں نے اسے وہیں راستے ہی میں دفن کر دیا۔(۱)

۶۔ فقیر کی رہنمائی

امام کاظم علیہ السلام کی خدمت میں ایک فقیر نے عرض کیا۔"میں بڑا تنگ دست ہوں، آپ مجھے اس تنگ دستی سے نجات دلا دیجئے اگر میرے پاس سو درہم کی رقم موجود ہو تو میں تجارت کر کے خود کو اس فقیری سے نکال لیتا۔"

امام کاظم علیہ السلام نے مسکراتے ہوئے اس سے کہا۔"میں تجھ سے ایک سوال پوچھتا ہوں اگر تو نے اس کا صحیح جواب دیا تو میں تجھے تیری حاجت سے دس گنا زیادہ دوں گا۔"

فقیر نے کہا۔"پوچھیے۔"

امام علیہ السلام نے فرمایا۔"اگر تو اس دنیا میں تیری کوئی آرزو ہو تو وہ کیا ہو گی؟

---

(۱) کشف الغمہ، ج ۲، ص ۲۵۱ اور ۲۵۴

اس نے کہا۔ "میری یہ آرزو ہو گی کہ اپنے دینی بھائیوں کے حقوق ادا کروں اور دین اور دینی بھائیوں کی حفاظت کے لئے تقیہ اختیار کروں۔"

امام کاظم علیہ السلام نے فرمایا۔ "تو نے بڑا اچھا جواب دیا ہے۔" اس کے بعد آپ نے اسے دو ہزار درہم دیتے ہوئے فرمایا۔ "اس رقم سے تم "عفص" خریدنا کیونکہ یہ خشک جنس ہے۔ (اور جلدی خراب نہیں ہوتی۔)(۱)

اس طرح آپ نے اس کی مدد کی اور تجارت کے متعلق اس کی رہنمائی بھی کی۔

۷۔ امام کاظم علیہ السلام کی عظمت و کرامت

امام کاظم علیہ السلام منیٰ سے گزر رہے تھے آپ نے دیکھا کہ وہاں ایک عورت رو رہی ہے اور کچھ بچے بھی اس کے اطراف کھڑے رو رہے ہیں۔

امام علیہ السلام نے اس کے قریب جا کر رونے کا سبب دریافت کیا اس نے کہا۔ "یہ میرے یتیم بچے ہیں، ہمارے پاس ایک گائے تھی جس کے دودھ سے ہم گزارہ کر رہی تھی لیکن آج وہ گائے مر گئی۔

امام کاظم علیہ السلام نے فرمایا۔ "کیا تو یہ چاہتی ہے کہ تیری گائے زندہ ہو جائے؟

اس عورت نے کہا "ہاں ہاں اے خدا کے بندے۔"

---

(۱) انوار البہیہ، ص ۱۹۷، ۱۹۸

امام کاظم علیہ السلام نے ایک طرف ہو کر دو رکعت نماز پڑھی ۔ اس کے بعد دعا کے لئے اپنے ہاتھ بلند کئے ، دعا کے بعد آپ کھڑے ہوئے اور اس گائے کی لاش کے قریب آئے ۔ آپ نے چیخ کر اس کے پیروں پر ایک ڈنڈا مارا اور گائے کھڑی ہو گئی ۔ عورت نے جیسے ہی گائے کو کھڑے ہوتے دیکھا چیخ کر کہنے لگی "کعبے کے رب کی قسم یہ تو عیسی بن مریم ہیں ۔"

لوگ اکٹھا ہونے لگے جب بھیڑ بہت بڑھ گئی تو آپ خاموشی سے ان کے درمیان سے نکل آئے ۔(۱)

۸۔ محل میں رہنے والوں کی ہم نشینی

ایک دن امام موسی کاظم علیہ السلام زمین پر بیٹھے ہوئے ایک خستہ حال شخص کے پاس سے گزر رہے تھے آپ نے اسے سلام کیا اور اس کے پاس بیٹھ کر کچھ دیر گفتگو کی اس کے بعد آپ نے اس سے فرمایا ۔ "میں ہر خدمت کے لئے حاضر ہوں کوئی بھی کام ہو تو بلا جھجک بتا دو ۔"

ایک شخص نے امام کاظم علیہ السلام سے کہا ۔ "تعجب ہے تم اس شخص کے ساتھ بیٹھے ہو اور اس کی خدمت بھی کرنا چاہتے ہو؟ اسے تمہاری خدمت کرنا چاہیے ۔"

امام کاظم علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا ۔ "یہ آدمی بھی خدا کے بندوں

---

(۱) اصول کافی ج ۱، ص ۴۸۴

کی طرح ایک بندہ ہے اور کتاب خدا کے مطابق میرا دینی بھائی اور خدا کے شہر میں میرا ہمسایہ ہے میرے اور اس کے باپ جناب آدم تھے اور وہ بہترین باپ تھے سب سے بلند دین دین اسلام ہے۔ بہت ممکن ہے کہ حالات بدل جائیں اور میں اس کا محتاج ہو جاؤں اور خدا اس کے سامنے فخر کے بعد ہمارے اس سر کو اس کے سامنے جھکا دے۔" اس کے بعد آپ نے یہ شعر پڑھا:

نواصل من لا یستحق وصالنا   مخافۃ ان نبقی بغیر صدیق

"ہم اس کے ساتھ بھی تعلقات برقرار رکھتے ہیں جو (ظاہراً) ہم سے تعلق کے لائق نہیں ہوتا اس ڈر سے کہ کہیں ہم بنا دوست کے نہ ہو جائیں۔" (۱)

۹۔ کسان پر امام کی مہربانی

محمد بن مغیث مدینے کے پرانے کسانوں میں سے تھا، وہ کہتا ہے۔ "ایک سال میں نے "معام" کنویں کے پاس موجود اپنے کھیت میں خربوزے، لوکی اور کھیرے کی کاشت کی کھیتی تو بھی ہو گئی تھی لیکن جب فصل تیار ہو گئی تو ٹڈی دل نے اسے تباہ و برباد کر دیا اس کے علاوہ میرے دو اونٹ بھی مر گئے اور اس طرح مجموعی طور پر مجھے تقریباً ۱۲۰ دینار کا گھاٹا ہوا تھا۔

---

(۱) اعیان الشیعہ، ج ۲، ص ۷

اسی پریشانی کے عالم میں میں ایک جگہ بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک میں نے امام کاظم علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ میرے پاس تشریف لا رہے ہیں۔ آپ نے میرے پاس آ کر سلام کیا اور فرمایا۔ "کیا حال ہے۔ تمہاری کھیتی کیسی ہے؟"

میں نے کہا۔ "آج میں تباہ و برباد ہو گیا کچھ بھی نہیں۔ بچا ٹڈی دل ٹوٹ پڑا اور اس نے میری پوری کھیتی کو برباد کر دیا۔"

آپ نے پوچھا۔ "تمہیں کتنا نقصان ہوا؟"

میں نے کہا۔ "۱۲۰ دینار۔"

آپ نے اپنے غلام "عرفہ" سے فرمایا۔ "ابن مغیث کو ۱۵۰ دینار اور دو اونٹ دے دو"

اس کے بعد آپ نے مجھ سے فرمایا۔ "۳۰ دینار اور دو اونٹ میں نے تیرے گھاٹے کی رقم سے بڑھا کر دے دئیے ہیں۔"

میں نے عرض کیا۔ "میرے لئے یہ بابرکت ہے آپ ذرا میرے لئے دعا کر دیں۔"
آپ نے دعا کر دی۔

ان دونوں اونٹوں کے بہت سے بچے ہوئے اور میں نے ان سب کو دس ہزار دینار میں فروخت کر دیا اور اس طرح میری زندگی خوش و خرم گزرنے لگی۔(۱)

---

(۱) اعیان الشیعہ، ج ۲، ص ۷

۱۰۔ حسین کنیز جیل میں امام کاظم علیہ السلام کے سامنے

امام کاظم علیہ السلام نے اپنی ۳۵ سالہ امامت میں سماجی، سیاسی اور مسلم معاشرے کے مختلف پہلوؤں پر بڑی گہری نظر رکھی تھی، اس کے علاوہ آپ کی مسلسل یہ کوشش رہی کہ مسلمانوں کو جابر و ظالم حاکم کے پنجوں سے نجات دلائیں اور ان کے غصب شدہ حقوق انھیں لوٹا دیئے جائیں۔ لہذا آپ نے اپنی اس کوشش کے نتیجے میں بڑی مشکلات کا سامنا کیا، بڑی تکلیفیں اٹھائیں۔ خصوصاً ہارون کے زمانے میں آپ مسلسل تاریک قید خانوں میں مختلف قسم کی سزائیں برداشت کرتے رہے۔ آخر کار ہارون کے حکم سے آپ کو قید خانے ہی میں زہر دے کر شہید کر دیا گیا۔ جس وقت آپ بغداد میں سندی بن شاہک کے قید خانے میں تھے اس دوران ہارون نے ایک نہایت حسین و متناسب قد و قامت کی مالک کنیز کو خادمہ کے عنوان سے جیل میں بھیج دیا۔

امام کاظم علیہ السلام نے اس کنیز کو قبول کرنے سے انکار کرتے ہوئے کنیز کو لانے والے شخص عامر سے کہا۔ "ہارون سے جا کر کہہ دینا۔ "بل انتم بھدیتکم تفرحون۔" تم لوگ اپنے تحفوں سے خوش ہوتے ہو۔" (سورہ نمل، آیت ۳۶)

عامری نے واپس آ کر ہارون کو پوری بات بتا دی ہارون کو بڑا غصہ آیا۔ اس نے کہا "قید خانے میں جا کر موسیٰ بن جعفر سے کہہ دے ہم نے نہ تو تمہاری مرضی سے تمھیں قید کیا ہے اور نہ ہی تمہاری مرضی کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے تمھیں گرفتار کیا ہے یہ کنیز ہر صورت

میں قید خانے ہی میں رہے گی۔"

اس طرح وہ کنیز اسی قید خانے میں رہنے لگی۔ ہارون نے اس کے پیچھے ایک جاسوس لگا دیا تاکہ وہ کنیز کے حالات سے اسے باخبر کرتا رہے۔ قید خانے میں آنے کے بعد وہ کنیز امام علیہ السلام سے اس قدر متاثر ہو چکی تھی کہ وہ ہمیشہ سجدے میں گری کہا کرتی تھی۔" قدوس، سبحانک، سبحانک جب جاسوس نے ہارون کو اپنی رپورٹ پیش کی تو اس نے کہا۔" خدا کی قسم! موسیٰ بن جعفر نے اپنے جادو کے ذریعے اس کنیز کو سحر زدہ کر لیا ہے جا اس کنیز کو میرے پاس لے آ۔" کنیز ڈر سے کانپتے ہوئے ہارون کے پاس آئی اس نے کنیز سے احوال پرسی کی تو اس نے کہا۔"میں نے امام کو رات دن نماز و عبادت میں مشغول دیکھا میں نے ان سے کہا۔" اے آقا میں آپ کی خدمت کے لئے یہاں آئی ہوں، میں آپ کی کیا خدمت کر سکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا۔" یہ لوگ (ہارون کے ساتھی) مجھے کیا سمجھتے ہیں؟"

اس کے بعد آپ اچانک ایک طرف متوجہ ہو گئے میں نے اس طرف دیکھا، وہاں مجھے ایک ایسا سرسبز و شاداب باغ نظر آیا جو بہترین درختوں، حوروں اور غلاموں سے بھرا ہوا تھا، بے اختیار میں سجدے میں گر پڑی، اسی وقت آپ کا غلام آیا اور مجھے آپ کے پاس پہنچا گیا۔"

ہارون نے کہا۔" اے خبیث عورت تو سجدہ کرتے وقت سو گئی تھی!! یہ سب چیزیں تو نے خواب میں دیکھی ہیں اس کے بعد اس نے اس کنیز کو نظر بند کرنے کا حکم دیا تاکہ وہ قید خانے کے واقعات کسی سے نہ کہہ پائے وہ نظر بندی کے عالم میں بھی مرنے تک عبادت میں مشغول رہی۔(۱)

---

(۱) مناقب آل ابی طالب، ج ۴، ص ۲۹۷
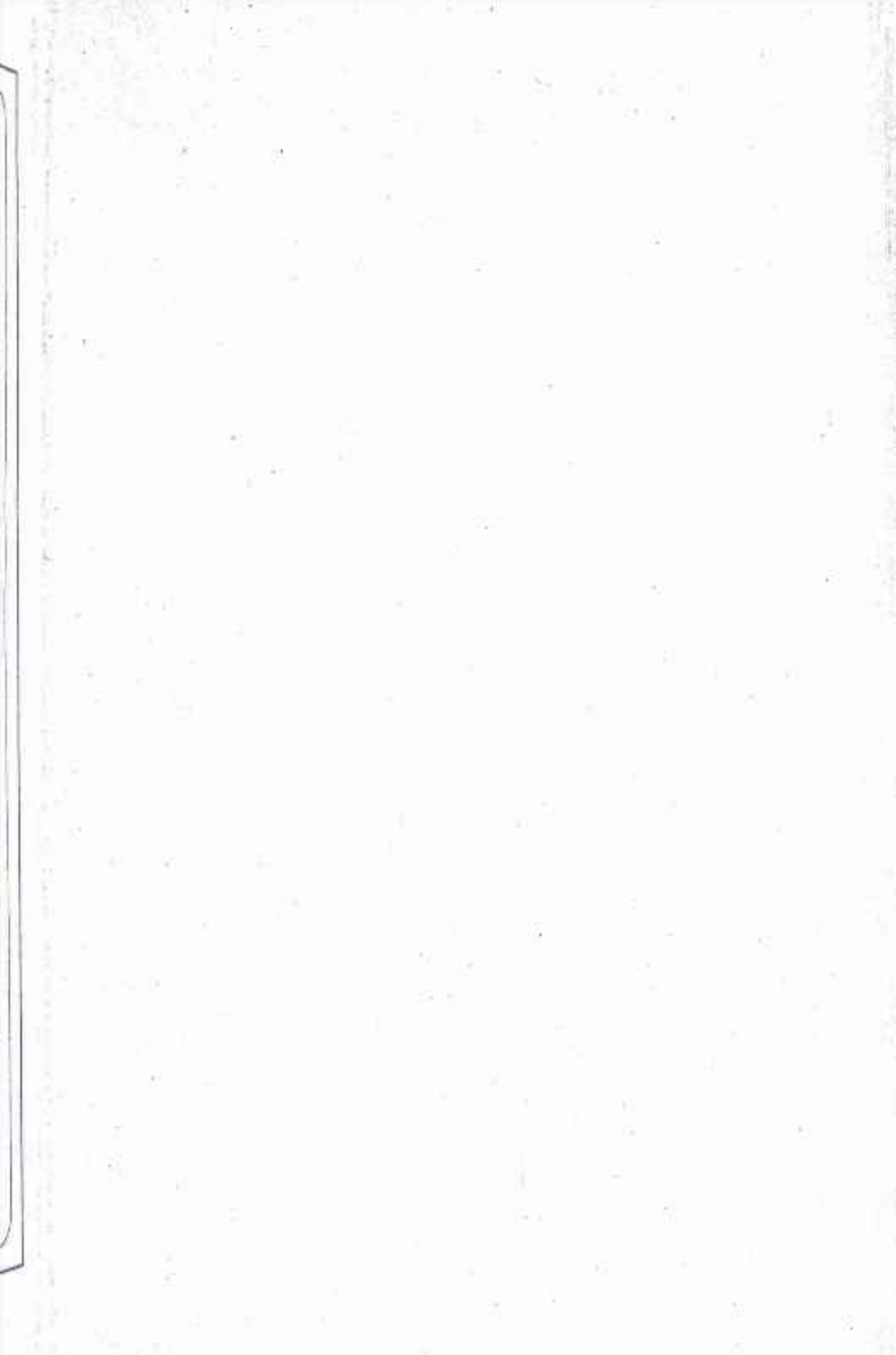
معصوم دہم

امام رضا

علیہ السلام

معصوم دہم:

امام ہشتم، حضرت رضا امام علیہ السلام

نام ـــــ: علی ابن موسیٰ الرضا

مشہور لقب ـــــ: رضا

کنیت ـــــ: ابو الحسن

والدین ـــــ: امام موسیٰ بن جعفر اور نجمہ علیہما السلام

وقت اور مقام ولادت ـــــ: ۱۱ ذلقعدہ، سن ۱۴۸ھ، مدینے میں

وقت اور مقام شہادت ـــــ: آخر صفر، ۲۰۳ھ، ۵۵ سال کی عمر میں مامون کے زہر دینے سے سناباد نوقان میں (جو اب مشہد کا ایک علاقہ ہے) شہید ہوئے۔

دوران زندگی ـــــ: تین مرحلوں میں تقسیم ہے

۱۔ امامت سے پہلے ۳۵ سال (۱۴۸ سے ۱۸۳ تک)

۲۔ امامت کے بعد ـــــ ۱۷ سال مدینے میں

۳۔ امامت کے بعد اپنی عمر کے آخری تین سال خراسان میں، امام رضا علیہ السلام کی زندگی کے اہم ترین ایام یہی تھے۔

آپ کے صرف ایک ہی فرزند (امام محمد تقی) تھے جو آپ کی شہادت کے وقت تقریباً سات سال کے تھے۔

۱۔ ظالم بادشاہ سے ملاقات کا گناہ

دو مسافر خراسان آئے اور امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں آ کر انھوں نے آپ سے سوال کیا۔ "ہم فلاں جگہ سے آئے ہیں ہماری نماز قصر ہو گی یا پوری؟"

امام رضا علیہ السلام نے ان میں سے ایک شخص سے فرمایا۔ "تو قصر پڑھے گا اور آپ نے دوسرے شخص سے کہا۔ "تو پوری پڑھے گا۔"

انھیں بڑا تعجب ہوا کیونکہ وہ دونوں ایک ہی جگہ سے آرہے تھے اور ایک ہی ساتھ واپسی کا بھی ارادہ تھا۔

امام نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا۔ "کیونکہ تو ہارون سے ملاقات کرنے کے لئے آیا ہے (اور وہ ظالم و جابر بادشاہ ہے) لہٰذا تیرا یہ سفر، سفر گناہ ہے اور گناہ کے لئے کئے جانے والے سفر میں نماز قصر نہیں ہوتی۔(۱)

اس طرح امام علیہ السلام نے مسائل کے جواب دینے کے وقت بھی ظالم سے دوری کا حکم دیا۔

---

(۱) وسائل الشیعہ، ج ۵، ص ۵۱۰

۲۔ ایک گوریا امام کی پناہ میں

سلیمان جعفر کہتا ہے۔ "امام رضا علیہ السلام کے ساتھ ہم ایک باغ میں تھے کہ اچانک ایک چڑیا امام کے سامنے آ کر چیخنے لگی اس کے ہر انداز سے پریشانی کا احساس ہو رہا تھا۔

امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا۔ "تم جانتے ہو کہ یہ چڑیا کیا کہہ رہی ہے؟"

میں نے کہا۔ "خدا، رسول خدا اور فرزند رسول بہتر جانتے ہیں۔"

آپ نے فرمایا۔ "یہ مجھ سے کہہ رہی ہے گھر میں میرے آشیانے کے پاس ایک سانپ آ گیا ہے وہ میرے بچوں کو کھا جانا چاہتا ہے میری مدد کیجئے۔" جاؤ یہ لکڑی لے جاؤ اور اس سانپ کو مار ڈالو۔"

میں نے وہ لکڑی لی اور گھر میں داخل ہو گیا وہاں فوراً ہی مجھے ایک سانپ دکھائی پڑا میں نے اسے مار ڈالا اور اس چڑیا اور اس کے بچوں کو ان کے دشمنوں سے نجات دے دی۔(۱)

---

(۱) کشف الغمہ، ج ۳، ص ۱۴۰

۳۔ حقیقی شیعہ

امام رضا علیہ السلام کے قیام خراسان کے دوران ایک دن کچھ شیعہ، بہت دور سے آپ کی زیارت کے لئے آئے۔ دربان ان کے لئے امام سے اجازت لینے اندر آیا اور آپ کو پوری بات بتائی۔ لیکن آپ نے فرمایا۔ "ابھی مجھے کام ہے ان سے کہہ دو کہ وہ جائیں۔"

دربان نے آکر ان سے کہا۔ "جاؤ ابھی آقا مشغول ہیں۔"

وہ چلے گئے اور دوسرے دن امام کے دروازے پر آئے لیکن اس دفعہ بھی پہلے ہی طرح انھیں گھر کے اندر آنے کی اجازت نہیں ملی وہ پھر لوٹ گئے ؛ اسی طرح پورے دو مہینے تک وہ ہر روز آتے اور لوٹا دیئے جاتے۔ آخر کار وہ ناامید ہو گئے ؛ انھوں نے دربان سے کہا۔" حضرت امام رضا سے کہہ دو۔ "ہم آپ کے والد بزرگوار حضرت علی علیہ السلام کے شیعوں میں سے ہیں ، یہ جو آپ ہمیں ملنے کی اجازت نہیں دے رہے ہیں اس وجہ سے دشمن ہمیں طعنے دیتے ہیں ، ہمارا مذاق اڑاتے ہیں ، ہم اس دفعہ بھی یوں ہی چلے جائیں گے تو دشمنوں کی طنزیہ ہنسی کا تحمل ، بہت مشکل ہو جائے گا۔"

دربان نے امام علیہ السلام سے یہ بات جا کر کہی ، آپ نے انھیں اندر آنے کی اجازت عطا کر دی۔

وہ اندر آئے ، حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ کر انھوں نے آپ کو سلام کیا ، لیکن آپ نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا۔ یہاں تک کہ وہ سب کے سب کھڑے

ہوئے تھے مگر آپ نے ان سے بیٹھنے کے لئے بھی نہیں کہا۔ وہ اسی طرح کھڑے رہے آخر کار انھوں نے کہا۔ "اے فرزند رسول کیا بات ہوگئی کہ آپ ہم سے یوں سرد مہری سے مل رہے ہیں؟ دو مہینے کی دوڑ دھوپ کے باوجود آپ نے ملنے کی اجازت نہیں دی تھی اور اب اجازت دینے کے بعد آپ نے اس طرح سے ہماری تحقیر کی ان بے اعتنائیوں کے بعد اب ہمارے پاس عزت نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہ گئی۔"

حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا۔ "سورہ شوریٰ کی اس آیت کی تلاوت کرو" وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدکم ویعفو عن کثیر۔ "تم پر جو بھی مصیبت نازل ہوتی ہے وہ تمہارے اعمال کا نتیجہ ہوتی ہے گو کہ خدا تمہارے بہت سے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔"

میں نے تم سے ساتھ اس طرح کا سلوک کرکے اللہ اس کے رسول اور اپنے آباء و اجداد کی پیروی کی ہے۔"

ان لوگوں نے عرض کیا۔ "کیوں؟ آخر ہم لوگ نے ایسا کون سا گناہ کیا ہے؟"

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا۔ "تم یہ دعوی کرتے ہو کہ تم لوگ حضرت علی علیہ السلام کے شیعہ ہو؟ تم پر خدا کی پھٹکار ہو تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام کے شیعہ، حسن، حسین، سلمان، ابوذر، مقداد، عمار اور محمد بن ابو بکر علیہم السلام جیسے افراد ہیں جو حضرت علی علیہ السلام کے کسی بھی حکم کی خلاف ورزی نہیں کرتے اور نہ ہی کسی ایسے کام کو انجام دیتے ہیں جس سے آپ نے انھیں منع کیا ہو، تم یہ تو دعوی کرتے ہو کہ ہم شیعان علی ہیں لیکن اپنے اکثر اعمال میں تم لوگ ان کی مخالفت کرتے ہو واجبات کی انجام دہی میں کوتاہی کرتے ہو، جہاں تقیہ واجب نہیں وہاں تقیہ کرتے ہو اور جہاں یہ واجب ہوتا

ہے وہاں اس پر عمل نہیں کرتے اگر تمہارا یہ کہنا ہے کہ ہم علی کے چاہنے والے اور انھیں چاہنے والوں کے دوست ہیں ، اور ان کے دشمنوں سے ہم بیزار ہیں تو میں تمہاری اس بات کو غلط نہیں کہہ رہا ہوں لیکن یہ بڑا مقدس دعوی ہے ، اگر تمہارا کردار تمہاری باتوں سے میل نہیں کھائے گا تو تم سب ہلاک ہو جاؤ گے ہاں اگر توبہ کرنے کے بعد تلافی کی کوشش کرو تو اللہ کی رحمت تمہارے شامل حال ہو جائے گی ۔"

ان لوگوں نے کہا۔

"اے فرزند رسول ہم خدا سے مغفرت چاہتے ہیں ۔ اور توبہ کرتے ہیں اب ہم یہ کبھی نہیں کہیں گے کہ ہم علی علیہ السلام کے شیعہ ہیں ، بلکہ ہم یہ کہیں گے کہ ہم علی علیہ السلام کے چاہنے والے اور انھیں چاہنے والوں کے دوست ہیں اور ان کے دشمنوں کے دشمن ہیں۔"

یہ سن کر امام رضا علیہ السلام نے ان سے فرمایا۔

"شاباش اے میرے بھائیوں اور دوستو آؤ بیٹھو ، آؤ بیٹھو (آپ نے انھیں کئی دفعہ اپنے پاس بیٹھنے کے لئے کہا ۔) ایک ایک کر کے سب کو گلے لگایا اور دربان سے فرمایا۔ "تم نے کتنی دفعہ ان لوگوں کو میرے پاس آنے سے روکا تھا؟"

اس نے کہا۔ "ساٹھ مرتبہ۔"

آپ نے فرمایا۔

"ساٹھ دفعہ ان کے پاس جاؤ اور انھیں سلام کرنے کے بعد میرا بھی سلام کہو ، یہ لوگ توبہ و استغفار کے ذریعہ اپنے گناہ سے پاک ہو چکے ہیں لہذا ہم سے محبت رکھنے کی وجہ سے تعظیم کے لائق ہو گئے ہیں ، ان کا خیال رکھو اور ان کی مشکلوں کو دور کر ان کی تمام مالی ضرورتوں اور حاجتوں کو پورا کرو (۱)۔"

۲۔ مامون کے سوال کا جواب

ایک دن مامون نے امام رضا علیہ السلام سے پوچھا۔ "تمہارے جد علی علیہ السلام کیا قسیم نار و جنت ہیں۔؟"

حضرت نے فرمایا۔ "کیا تو نے اپنے آباء و اجداد سے مروی یہ حدیث نہیں سنی ہے کہ عبداللہ ابن عباس نے کہا۔ "میں نے رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا۔ "حب علی ایمان و بغضہ کفر" علی کی محبت ایمان اور ان کی دشمنی کفر ہے۔"

مامون نے کہا۔ "ہاں کیوں نہیں میں نے یہ حدیث سنی ہے۔"

حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا۔ "آنحضرت کی اس بات کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ علی علیہ السلام لوگوں کو جنت و جہنم بانٹنے والے ہیں۔"

مامون نے کہا۔ "خداوند عالم مجھے تمہارے بعد زندہ نہ رکھے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم رسول خدا (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے علم کے وارث ہو۔(۲)"

---

(۱). بحار الانوار، جلد ۶۸، ص ۱۵۷

(۲) کشف الغمہ، جلد ۲، ص ۲۷۷

۵۔ ایک بیماری کا عجیب علاج

امام رضا علیہ السلام کے دور کی بات ہے ' ایک شیعہ ' خراسان کے قافلے کے ساتھ کرمان جا رہا تھا ' راستے میں قافلے پر لٹیروں نے حملہ کر دیا اور اس شیعہ کو مال دار سمجھتے ہوئے پکڑ کر اپنے ساتھ لے گئے تا کہ اس کے پاس موجود تمام چیزوں کو سہولت سے لوٹ سکیں۔

لٹیروں نے اس شیعہ کو لے جا کر برف میں پھینک دیا اور اس کے منہ میں برف ٹھونس دی اس کے بعد اسے مختلف طرح کی اذیتیں پہنچانے لگے تا کہ اس نے جہاں بھی اپنی دولت چھپا رکھی ہو بتا دے۔ آخر کار انھوں نے اس شیعہ کو چھوڑ دیا لیکن اس طرح کی اذیتوں سے گزرنے کی وجہ سے اس کی زبان میں دراڑیں پڑ گئیں اور اس کا ہونٹ پھٹ گیا وہ اسی حالت میں خراسان لوٹ آیا، بہت علاج کرایا لیکن کچھ فائدہ نہیں ہوا۔

ایک دن اس نے سنا کہ امام رضا علیہ السلام نیشاپور میں تشریف رکھتے ہیں ' اس نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص اس سے کہہ رہا ہے "امام رضا (علیہ السلام) خراسان آئے ہوئے ہیں ان کے پاس جا کر اپنی اس بیماری کا دوا پوچھ لے ۔" وہ اسی خواب کے عالم میں امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی بیماری کا سارا ماجرا آپ کو سنا دیا۔"

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا۔ "تھوڑے سے کرمانی زیرہ کو "اولشان" اور نمک میں ملا کر کوٹ لے اور اسے اپنے منہ کے زخموں پر رکھو ' دو تین دفعہ اس طرح کرنے سے تو صحیح ہو جائے گا۔"

اس کی آنکھ کھلی تو اس نے خواب میں دیکھی باتوں کو کوئی اہمیت نہیں دی اور امام رضا علیہ السلام سے ملاقات کرنے کے لئے نیشاپور جا پہنچا وہاں لوگوں نے بتایا کہ اس وقت آپ "مسافر خانہ سعد" میں ہیں وہ وہاں گیا اور امام کی خدمت میں حاضر ہونے کے بعد اس نے اپنے منہ کے زخم کے متعلق آپ کو بتاتے ہوئے کہا۔ "میرا منہ اتنا زخمی ہو گیا ہے کہ میں بڑی مشکل سے بات کرتا ہوں، آپ کوئی دوا تجویز کریں تا کہ میں اپنے اس زخم کا علاج کر سکوں۔"

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا۔ "کیا میں نے اس کی دوا تجھے خواب میں نہیں بتائی تھی؟ جا اور وہی دوا استعمال کر"

اس نے عرض کیا۔ "ایک دفعہ آپ وہ نسخہ پھر بتا دیں۔"

امام علیہ السلام نے فرمایا۔ "تھوڑا سا زیرہ، دویشان اور نمک کے ساتھ کوٹ لے اور دو تین دفعہ اپنے منہ پر رکھ لے، تیرا زخم صحیح ہو جائے گا۔"

اس نے وہاں سے آنے کے بعد یہی نسخہ استعمال کیا اور صحیح ہو گیا۔ (۱)

۶۔ ظالم بادشاہ کے سامنے حق کا دفاع

امام رضا علیہ السلام کے قیام خراسان کے دوران مامون نے دوشنبہ اور جمعرات کو لوگوں سے آپ کی ملاقات کا دن معین کر رکھا تھا۔ محمد بن سنان کہتا ہے:

---

(۱) عیون اخبار الرضا ج ۲، ص ۲۱

"انھیں ایام میں ایک دن امام رضا علیہ السلام لوگوں سے ملاقات کرنے میں مشغول تھے۔ مامون آپ کے داہنے طرف بیٹھا ہوا تھا مامون کو معلوم ہوا کہ ایک نہایت پارسا عابد نے چوری کی ہے مامون نے اسے اپنے پاس لانے کا حکم دیا۔ سپاہی اسے لے آئے۔ مامون نے دیکھا کہ سجدے اور عبادتوں کی وجہ سے اس عابد کی پیشانی پر نشان پڑا ہوا ہے اس نے کہا۔ "تجھے شرم نہیں آتی۔ تو اس مذہبی نشان کے ہوتے ہوئے بھی چوری کرتا ہے؟"

عابد نے کہا۔ "میں نے بڑی مجبوری کے عالم میں تنگ دستی کی وجہ سے چوری کی ہے کیونکہ بیت المال میں سے خمس و زکات کا جو مال میرا حق ہے تو وہ مجھے نہیں دیتا لہٰذا میں تنگ دستی سے مجبور ہو کر چوری کر بیٹھا۔"

مامون "خمس و بیت المال میں تیرا کیا حصہ ہے؟"

عابد نے کہا۔ "خداوند عالم نے خمس کے چھ مصرف بتائے ہیں۔ قرآن میں ہے۔ واعلموا انما غنمتم من شئی فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربی والیتامی والمساکین و ابن السبیل ان کنتم آمنتم باللہ وما انزلنا علی عبدنا یوم الفرقان یوم التقی الجمعان۔" (انفال ۴۱)

"جان لو کہ غنیمت میں سے جو کچھ بھی تم تک پہنچتا ہے تو اس کا پانچواں حصہ اللہ، رسول، ذی القربی (اہلبیت)، یتیموں، مسکینوں اور ابن السبیل (جو سفر میں فقیر ہو جائے) کے لئے ہے اگر تم اللہ اور اس کے روز فرقان، (یعنی دو گروہوں کے ملنے کے دن) جو بھی اپنے بندے پر نازل کیا ہے اس پر ایمان رکھتے ہو۔"

اس بنا پر تو کیوں میرا حق مجھے نہیں دیتا؟ حالانکہ میں عالم مسافرت میں فقیر ہو گیا ہوں اور تنگ دستی کی وجہ سے اپنے وطن واپس نہیں جا سکتا جبکہ میں آیات قرآنی سے واقف بھی ہوں۔"

مامون۔" چور کی جو سزا اسلامی احکامات اور قرآنی آیات میں موجود ہے اس کے لئے تو تیار رہ کیونکہ میں تیری اس بکواس کی وجہ سے حدود الٰہی کو معطل نہیں کروں گا۔

عابد۔" سب سے پہلے ان حدود کا اجرا تو اپنے آپ پر کر۔ پہلے خود کو الٰہی حدود کے ذریعے پاک کرلے پھر دوسروں کی طرف دھیان دے۔"

یہاں تک بات پہنچنے کے بعد مامون نے امام رضا علیہ السلام کی طرف رخ کرتے ہوئے پوچھا۔" یہ کیا کہہ رہا ہے؟"

آپ نے فرمایا۔" اس کا کہنا ہے کہ تو نے بھی چوری کی ہے اور اس نے بھی چوری کی ہے۔"

مامون غضبناک ہو گیا اس نے عابد کو دیکھتے ہو کہا۔" خدا کی قسم میں چوری کے جرم میں تیرا ہاتھ کٹوا دوں گا۔"

عابد۔" کیا تو میرا ہاتھ کاٹے گا حالانکہ تو میرا غلام ہے؟"

مامون۔" وائے ہو تجھ پر میں کہاں سے تیرا غلام ہو جاؤں گا؟"

عابد۔" تیری ماں کو تیرے باپ نے مسلمانوں کے بیت المال سے خریدا ہے، اس بنا پر تیری ماں بھی مشرق و مغرب کے تمام مسلمانوں کے بیت المال کا ایک حصہ تھی اور تو اسی کے ذریعہ پیدا ہوا ہے، لہذا تو تمام مسلمانوں کا اس وقت تک زرخرید غلام ہے جب تک وہ سب تجھے آزاد نہ کردیں لیکن اس بیت المال میں جتنا میرا حصہ ہے اس کی وجہ سے میں تو تجھے کبھی بھی آزاد نہیں کر سکتا اس کے علاوہ تو نے خود بھی لوگوں کے خمس کھانے ہیں اہل بیت رسول کا حق غصب کیا ہے، میرا اور میرے جیسے نہ جانے کتنے لوگوں کا حق مارے بیٹھا ہے کوئی بھی نجس چیز کسی دوسری چیز کو پاک نہیں کر سکتی بلکہ پاک چیز کو کوئی

دوسری پاک چیز ہی پاکیزہ کر سکتی ہے 'اور جس کے اوپر خود الٰہی حدود ہوں وہ کسی دوسرے پر حد جاری نہیں کر سکتا پہلے اسے خود اپنے اوپر حد جاری کرنا چاہیے اس کے بعد دوسری طرف توجہ دینا چاہیے کیا تو نے خداوند عالم کے اس قول کو نہیں سنا:

اتامرون الناس بالبر و تنسون انفسکم 'و انتم تتلون الکتاب افلا تعقلون (بقرہ '۴۴)

" کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور خود کو بھول جاتے ہو حالانکہ کہ تم قرآن پڑھتے ہو کیا تم کبھی عقل مند نہ ہو گے؟"

عابد نے اس بیباکانہ گفتگو کے سامنے مامون نے ہار مان لی اور امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا۔

"اس شخص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟"

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا۔

" خداوند عالم نے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے فرمایا ہے۔ "قل فللہ الحجۃ البالغۃ" (انعام '۱۴۹) کہہ دو کہ خدا کے لئے برہان قاطع ہے۔"

اس طرح کہ کسی کے لئے کوئی بہانے کی صورت باقی نہ رہے 'یہ وہی دلائل ہیں جنھیں جاہل اپنی جہالت کے باوجود محسوس کر لیتا ہے اور عالم و دانا شخص اپنی آگہی اور علم کے ذریعے ان تک پہنچتا ہے 'اور دنیا و آخرت سب کچھ دلیل و حجت کی بنیادوں پر قائم ہیں اس شخص نے بھی اپنے لئے دلائل پیش کئے ہیں۔"

مامون نے اس عابد کی آزادی کا حکم صادر کر دیا اس کے بعد وہ لوگوں سے الگ ہٹ کر امام رضا علیہ السلام کے ساتھ تنہائی میں گفتگو کرنے لگا۔ یہاں تک کہ اس نے آپ کو زہر دیکر شہید کر دیا۔

حق کی دفاع کی یہ ایک مثال تھی جس کی ذریعے آپ کے قتل کے اسباب کا پتہ لگایا جاسکتا ہے۔(۱)

۷۔ چشمہ کی تعمیر نو

امام رضا علیہ السلام نیشاپور کے ایک محلہ "غزینی" تشریف لے گئے اس محلے کے حمام کا چشمہ خشک ہو رہا تھا۔ بہت تھوڑا سا پانی باقی بچا تھا، آپ نے وہیں ٹھہر کر اس چشمہ کی از سرنو تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا آپ نے متعلقہ افراد کو طلب فرمایا اور ان کے ساتھ مل کر اس چشمے کی تعمیر میں مشغول ہو گئے اس کا پانی بڑھ گیا تو آپ نے اس چشمہ کی سیڑھیوں کے ذراہٹ کر ایک حوض بنانے کا حکم دیا اس چشمے کا پانی اس حوض میں گرتا تھا جب کام مکمل ہو گیا تو آپ نے حوض میں جا کر غسل فرمایا اور اس حوض کے پیچھے جا کر نماز پڑھی آپ کا یہ عمل سنت کی شکل اختیار کر گیا لوگ آتے تھے اور حوض میں غسل کرنے کے بعد اس کے پیچھے جا کر نماز پڑھتے اور اپنی مختلف حاجات کی بر آری کے لئے خداوند عالم کی بارگاہ میں دعا کرتے تھے۔ شیعوں کے درمیان اب تک امام رضا علیہ السلام کی یاد کے طور پر یہ سلسلہ چلا آرہا ہے (۲)

---

(۱) عیون اخبار الرضا، ص ۲۲۷، ۲۲۸

(۲) اعیان الشیعہ، ج ۲، ص ۱۸

۸۔ باعزت مدد

امام رضا علیہ السلام کے دروازے پر ایک شخص آیا اور اس نے سلام کے بعد عرض کیا۔ "میں آپ اور آپ کے آباؤ واجداد کے چاہنے والوں میں سے ہوں، سفر حج سے واپس ہو رہا ہوں، میرا پیسہ ختم ہو گیا، میں اپنے وطن واپس جانا چاہتا ہوں مجھے آپ وطن جانے میں جتنی ضرورت ہو اتنی رقم دے دیجئے، میری مالی حیثیت اچھی ہے میں اپنے گھر پہنچنے کے بعد آپ کی دی ہوئی رقم کے برابر صدقہ دے دوں گا۔"

امام رضا اٹھ کر گھر کے اندر تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر بعد آپ نے کھڑکی میں سے اسے ایک تھیلی دیتے ہوئے فرمایا۔ "یہ دو سو درہم رکھ لے، اسے سفر میں خرچ کرنا اور گھر پہنچنے کے بعد فقرا میں میری طرف سے اسے صدقہ دینے کی کوئی ضرورت نہیں میں یہ تجھے بخش دیا ہے اب تو جا تا کہ نہ میں تجھے دیکھ سکوں اور نہ ہی تو مجھے پہچان پائے۔"

وہ شخص اپنے وطن چلا گیا۔

آپ کے گھر میں موجود حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا۔ "آپ نے اسے کھڑکی میں سے کیوں پیسہ دیا آپ نے اسے دیکھنا کیوں نہیں چاہا؟"

حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا۔ "مجھے ڈر محسوس ہوا کہ کہیں اس کا سامنا ہونے کے بعد میں سوال کرنے کی ذلت اس کے چہرے پر نہ دیکھ لوں کیا تم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول نہیں سنا ہے کہ

المستتر بالحسنة تعدل سبعين حجة، والمذيع بالسيئة مخذول والمستتر بها مغفور

نیکیوں کو چھپانے والے ستر حجوں کا ثواب پاتا ہے، اور برائیوں کو پھیلانے والا ذلیل و رسوا ہوتا ہے۔ جبکہ انھیں چھپا لینے والا بخش دیا جاتا ہے۔" (۱)

۹۔ اسراف کی روک تھام

ایک دن کچھ غلام پھل کھا رہے تھے لیکن پورا کھانے سے پہلے ہی وہ اسے پھینک دے رہے تھے۔

امام رضا علیہ السلام نے جب ان کے اس اسراف کا مشاہدہ کیا تو ناراض ہو کر فرمایا۔

"سبحان اللہ! اگر تمھیں ضرورت نہیں ہے تو بہت سے ایسے افراد ہیں جنھیں اس کی ضرورت ہے یہ پھل انھیں کھلا دو۔ (۲)

---

(۱) مناقب آل ابیطالب، ج ۴، ص ۳۶۰، ۳۶۱

(۲) فروع کافی، ج ۶، ص ۲۹۷

١٠۔ عبادت میں شرک کی ممانعت

امام رضا علیہ السلام کے ایک شاگرد "حسن وشاء" کا کہنا ہے۔ "میں امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ آپ وضو کرنے جا رہے ہیں میں نے قریب جا کر پانی ڈالنا چاہا تو آپ نے مجھے روک دیا اور فرمایا۔ "اے حسن یہ مت کرو۔"

میں نے عرض کیا۔ "اپنے ہاتھ پر پانی ڈالنے سے آپ مجھے کیوں روک رہے ہیں؟ کیا آپ یہ نہیں چاہتے کہ میں ثواب حاصل کروں؟"

حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا۔ "تجھے تو ثواب ملے گا لیکن میں گنہ گار ہو جاؤں گا۔"

میں نے عرض کیا۔ "وضاحت کردیں کہ آپ کس طرح گنہ گار ہو جائیں گے؟"

آپ نے فرمایا۔ "کیا تم نے خدا کا یہ قول نہیں سنا ہے کہ

ولا یشرک بعبادۃ ربہ احداً

"وہ اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہیں بناتا۔" (١)

میں اس وقت نماز کے لئے وضو کر رہا ہوں جو عبادت ہے لہذا میں اللہ کے فرمان کے مطابق کسی کو بھی اپنی اس عبادت میں شریک نہیں بنا سکتا۔ (١)

---

(١) سورہ کہف، آیت ١١٠
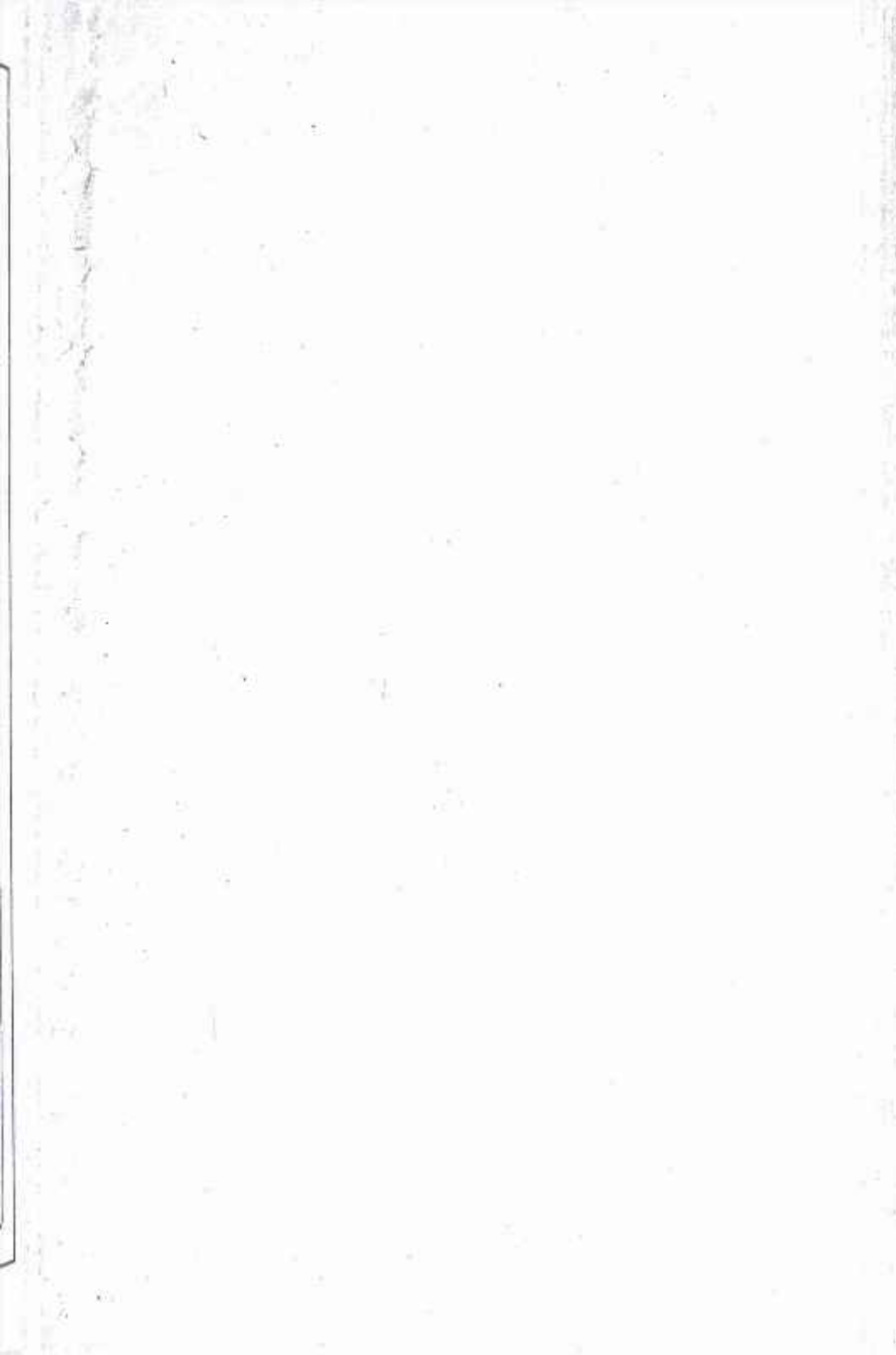
معصوم یازدہم

امام محمد تقی

علیہ السلام

معصوم یازدہم:

امام نہم حضرت امام محمد تقی علیہ السلام

نام ــــ : محمد

مشہور القاب ــــ : جواد، تقی

کنیت ــــ : ابو جعفر

والدین ــــ : امام رضا اور جناب خیزران علیھا السلام

وقت اور مقام ولادت ــــ : ۱۰ رجب، سن ۱۹۵ھ مدینہ میں

وقت اور مقام شہادت ــــ : آخر ذیقعدہ، سن ۲۲۰ھ ۲۵ سال کی عمر میں معتصم عباسی کے حکم سے دیئے گئے زہر کے ذریعے بغداد میں شہید ہوئے۔

مرقد ــــ : شہر کاظمین، بغداد کے نزدیک

دوران زندگی ــــ : دو مرحلے

۱۔ سات سال امامت سے پہلے

۲۔ دوران امامت (۱۷ سال) جو دو ظالم و جابر حکمرانوں کا دور تھا مامون و معتصم، آپ سات سال کی عمر میں درجہ امامت پر فائز ہوئے اور ۲۵ سال کی عمر میں شہید ہو گئے اس بناء پر آپ بچپنے میں منصب امام پر فائز ہوئے اور تمام ائمہ میں سب سے کم عمری میں شہید ہوئے

۱۔ جانکاہ غم

زکریا بن آدم کہتا ہے۔ "میں امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا، کہ اچانک کچھ لوگ آپ کے فرزند حضرت محمد تقی علیہ السلام کو لے کر آئے اس وقت آپ تقریباً چار سال کے رہے ہوں گے آپ نے مجلس میں وارد ہوتے ہی اپنے ہاتھوں کو زمین پہ مارا اور آسمان کی طرف سر اٹھا کر کافی دیر تک کچھ غور و فکر کیا۔

امام رضا علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا۔ "بیٹے اس طرح غم زدہ ہو کر کس فکر میں ڈوب گئے تھے؟"

امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا۔ "ان مصیبتوں کو سوچ کر میں غم زدہ ہو گیا تھا جو میری والدہ فاطمہ زہرا (سلام اللہ علیہا) پہ پڑی تھیں، خدا کی قسم میں ان دونوں کو قبروں سے نکال کر انھیں آگ میں جلاؤں گا اور اس کے بعد ان کی راکھوں کو دریا میں بکھیر دوں گا۔"

امام رضا علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو آغوش میں لیکر تسلی دی اور آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ لیتے ہوئے فرمایا۔ "میرے ماں باپ تم پہ فدا ہوں تم اس امر (امامت) کے لائق ہو؟" (۱)

---

(۱) بیت الاحزان، ۱۵۶

۲۔باپ کے فراق کا غم

اس وقت امام محمد تقی علیہ السلام کی عمر چار سال اور کچھ مہینے تھی جب آپ کے والد امام رضا علیہ السلام عمرہ کے لئے مکہ تشریف لے گئے آپ کے ساتھ "موفق" نامی ایک غلام بھی تھا۔ یہ وہی سال تھا جب امام رضا علیہ السلام کو مجبوراً خراسان آنا پڑا تھا

امام رضا علیہ السلام ایک عجیب کیفیت میں بھیگی آنکھوں کے ساتھ کعبہ کے پاس کھڑے اللہ کے گھر کو الوداع کر رہے تھے طواف کے بعد آپ نے مقام ابراہیم (علیہ السلام) پر جا کر نماز پڑھی۔

موفق کہتا ہے۔" امام محمد تقی حجر اسماعیل کے پاس جا کر بیٹھ گئے اور راز و نیاز میں مشغول ہو گئے جب آپ کو بیٹھے ہوئے کافی مدت گزر گئی تو میں نے ان کے پاس جا کر کہا" میں آپ پر فدا ہو جاؤں اب اٹھیے۔"

امام جواد نے فرمایا۔" میں یہاں سے دور نہیں ہونا چاہتا سوائے اس کے کہ خدا ہی ایسا چاہ جائے۔"

آپ نے کہنے کو تو یہ کہہ دیا لیکن اس طرح جدائی کی بات کہنے کے بعد آپ بڑے غم زدہ نظر آنے لگے۔

میں نے امام رضا علیہ السلام کے پاس جا کر عرض کیا۔" حضرت جواد حجر اسماعیل کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں اور وہاں سے اٹھنا نہیں چاہتے۔"

امام رضا علیہ السلام حضرت محمد تقی علیہ السلام کے پاس پہنچے اور آپ نے فرمایا۔ "قم یا حبیبی" اے میرے حبیب اٹھو۔"

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے عرض کیا۔ "میں یہاں سے اٹھنا نہیں چاہتا۔"

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا۔ "بیٹے تم آخر کیوں یہاں سے اٹھنا نہیں چاہتے ہو؟"

امام محمد تقی علیہ السلام نے عرض کیا۔ "میں آخر کیسے اٹھوں، جبکہ میں نے ابھی دیکھا ہے کہ آپ کعبہ سے اس طرح رخصت ہو رہے تھے جیسے اب پھر کبھی یہاں نہیں آئیں گے۔"

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا۔ "اے میرے دل کے ٹکڑے اٹھو۔"

امام محمد تقی علیہ السلام غم زدہ حالت میں وہاں سے اٹھے اور اپنے والد کے ہمراہ چل پڑے۔(۱)

جی ہاں حالانکہ امام محمد تقی ابھی کم عمر تھے لیکن اس کے باوجود آپ نے اپنے والد کی کیفیت سے یہ سمجھ لیا تھا وہ اب ایک ایسے سفر پر روانہ ہونے والے ہیں جس سے واپسی ممکن نہیں آپ اپنے والد کی جدائی اور ان کی غربت کے متعلق سوچ کر ہی غم زدہ تھے۔ اسی لئے آپ کعبے کے پاس بیٹھ کر اپنے والد کے لئے زیادہ سے زیادہ دعا کرنا چاہتے تھے۔ لیکن کیا کیا جا تھا۔ ظالم حکمران وقت نے امام رضا علیہ السلام کو زبردستی خراسان بلالیا اور امام محمد تقی علیہ السلام اپنے والد سے جدا ہو گئے اس جانکاہ فراق کے تین سال بعد آپ تقریباً سات سال کی عمر میں زہر سے شہید ہونے والے اپنے والد کے جنازے پر آئے۔

---

(۱) کشف الغمہ ج ۳، ص ۲۱۵، ۲۱۹

۲۔ شیعہ کے بہترین معنی

ایک شیعہ نہایت مسرور و شاد امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں آیا تو امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا۔ "تم کس وجہ سے اتنے خوش دکھائی دے رہے ہو؟"

اس نے عرض کیا۔ "اے فرزند رسول میں نے آپ کے والد کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے "خوشی کے لئے سب سے زیادہ مناسب دن وہ ہے جس میں انسان نیکی اور انفاق کی توفیق حاصل کرلے۔ آج فلاں جگہ کے دس تنگدست برادران دینی میرے پاس آئے اور میں نے دولت اور اناج کے ذریعے ان کی مدد کی اسی وجہ سے میں بہت خوش ہوں۔

امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا۔ "مجھے اپنی جان کی قسم ہے، اگر تم اپنے اس نیک عمل کو دوسرے غلط کاموں سے برباد نہ کرڈالو تو واقعاً تمہیں خوش ہونے کا حق ہے۔"

اس نے عرض کیا۔ "میں تو آپ کا خالص شیعہ ہوں میں کس طرح اپنا نیک عمل تباہ و برباد کرسکتا ہوں۔؟"

امام علیہ السلام نے فرمایا۔ "تو نے اپنی اسی بات سے اپنے نیک اعمال کو برباد کردیا ہے۔"

اس نے پوچھا۔ "کس طرح۔"

امام علیہ السلام نے فرمایا۔ "اس آیت کی تلاوت کرو

یا ایھا الذین آمنوا لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی۔

"اے ایمان لانے والو اپنے صدقوں کو منت اور جتانے کے ذریعہ برباد نہ کرو۔"

خداوند عالم نے یہ نہیں فرمایا کہ جسے تم صدقہ دے رہے ہو اس پر نہ جتاؤ اور اسے پریشان نہ کرو بلکہ صرف پریشان کرنے اور جتانے کی بات کی چاہے وہ خود اسی شخص پر ہو یا کسی اور کے سامنے۔ اب بتا تیری نظر میں جنھیں تو عطا کرتا ہے ان کو تکلیف دینا زیادہ شدید ہے یا تیرے اعمال کا حساب کتاب رکھنے والے فرشتوں کو اذیت دینا زیادہ سخت یا پھر ہمیں تکلیف پہنچانا؟"

اس نے عرض کیا۔ "فرشتوں اور آپ کو تکلیف پہنچانا زیادہ سخت ہے۔"

آپ نے فرمایا۔ "تم نے مجھے اور فرشتوں کو تکلیف دی اور اپنے عمل کو ضائع کرلیا ہے۔"

اس نے پوچھا۔ "وہ کیونکر؟"

امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا۔ "اپنے اس قول کے ذریعے کہ میں آپ کا خالص شیعہ ہوں" تو میرا عمل کیسے باطل ہو جائے گا؟ "تجھے کیا معلوم کہ ہمارا خالص شیعہ کون ہے؟ ہمارے خالص شیعہ "حزبیل" مومن آل فرعون (حبیب نجار)، صاحب یس، سلمان، ابو ذر، مقداد، اور عمار ہیں۔ تو نے اپنے اس دعوے کے ذریعے خود کو ان عظیم شخصیتوں کی صف میں لا کھڑا کیا جس کی وجہ سے فرشتوں اور ہم کو تکلیف پہنچی۔"

اس شخص نے اپنے گناہ اور قصور کا اعتراف کرتے ہوئے استغفار کیا اور کہا "اگر میں یہ نہ کہوں کہ آپ کا خالص شیعہ ہوں تو میں پھر کیا کہوں؟"

آپ نے فرمایا۔ "کہو کہ میں آپ کو چاہنے والا ہوں آپ کے دوستوں کو چاہتا ہوں اور آپ کے دشمنوں سے دشمنی رکھتا ہوں۔

اس نے امام کی باتوں کو دہرایا اور اپنی بات پر اظہار شرمندگی کرتا رہا۔
امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا۔"اب تجھے تیرے عمل کی جزا مل جائے گی۔(۱)

۴۔امام محمد تقی علیہ السلام کی عظمت و بزرگی

محمد بن سہل قمی کہتے ہیں۔"مکے جاتے وقت میں مدینے بھی گیا اور امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا میں آپ سے ایک جوڑا کپڑا مانگنا چاہتا تھا مگر مجھے اپنی بات کہنے کا موقع نہیں ملا لہذا میں آپ سے رخصت ہو کر گھر سے باہر آیا۔میں نے فیصلہ کیا کہ آپ کے پاس ایک خط لکھوں گا اور اس میں آپ سے کپڑے کا مطالبہ کروں گا۔میں نے خط لکھا اور مسجد جا کر دو رکعت نماز پڑھی استخارہ دیکھنے کے بعد میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ خط بھیجنا مناسب نہیں ہے یہ سوچ کر میں نے خط پھاڑ دیا اور مدینے سے چل پڑا۔میں یوں ہی چلا جا رہا تھا کہ ایک شخص ہمارے نزدیک آیا اس کے ہاتھ میں ایک رومال تھا جس میں کپڑا رکھا ہوا تھا اس نے پوچھا۔"محمد بن سہل قمی کون ہے؟"

یہ پوچھتے ہوئے وہ میرے قریب آگیا۔مجھے پہچان لینے کے بعد اس نے کہا۔" تیرے آقا نے تیرے لئے یہ کپڑا بھیجا ہے۔"

میں نے دیکھا تو اس کے ہاتھ میں دو بہترین کپڑے موجود تھے۔"

---

(۱) بحار الانوار، ج ۶ ص ۱۵۹

محمد بن سہل نے وہ کپڑے لے لئے اور آخر عمر تک انھیں سنبھالے رکھا جب آپ کا انتقال ہو گیا تو آپ کے لڑکے احمد نے انھیں کپڑوں میں آپ کو دفن کیا۔(۱)

۵۔ زلزلہ کا خاتمہ

علی بن مہزیار امام محمد تقی اور امام علی نقی علیہم السلام کے زمانے کے ایک نہایت بزرگ اور پاکیزہ فقیہ تھے۔ آپ ان دونوں اماموں کی طرف سے اہواز میں نمائندگی کے فرائض انجام دیتے تھے، اہواز میں ان کی قبر اب تک شیعوں کی زیارت گاہ ہے آپ فرماتے ہیں:

"اہواز میں زلزلہ بہت آتا تھا۔ میں نے امام محمد تقی کو خط لکھا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں اہواز چھوڑ کر کہیں اور منتقل ہو جاؤں۔" امام علیہ السلام نے ان کو جواب دیا۔ "اہواز چھوڑ کر کہیں اور نہ جاؤ بدھ، جمعرات اور جمعہ کو روزے رکھو اور اپنے کپڑوں کو پاک و پاکیزہ کرو، جمعہ کے دن سب کے سب اپنے اپنے گھروں سے باہر نکل کر دعا کرو اللہ تعالی تمہارے سروں سے اس بلا کو دفع کر دے گا۔"

علی بن مہزیار کہتے ہیں۔ "خط ملتے ہی ہم نے امام علیہ السلام کے حکم پر عمل کیا اور اس کے بعد پھر کبھی وہاں زلزلہ نہیں آیا۔(۲)

---

(۱) مختار التواریخ، ص ۴۳

(۲) بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۱۰۱

۶۔ مامون کی شیطانی سازش کی ناکامی

امام رضا علیہ السلام کی شہادت کے بعد مامون امام محمد تقی علیہ السلام کو اپنے حاشیہ نشینوں میں شامل کرنا چاہتا تھا۔ اس نے اپنے اس مقصد کی تکمیل کے لئے مختلف منصوبے بنانے اور طرح طرح کی چالیں چلیں لیکن ان کا کوئی فائدہ حاصل نہ ہو سکا آخر کار اس نے ایک سازشی منصوبہ بنایا۔

مامون نے اپنی بیٹی ام الفضل کو امام علیہ السلام کے گھر رخصت کرتے وقت دو سو خوبصورت کنیزوں کو بلایا اور ہر ایک کے ہاتھ میں جواہر ڈال کر ایک ایک جام پکڑا دیا اور انھیں حکم دیا کہ جب امام محمد تقی دولہے کی کرسی پر بیٹھیں تو وہ سب ایک ایک کرکے آپ کے سامنے جائیں اور جواہر بھرے جام' آپ کو دکھائیں۔ انھوں نے ایسا ہی کیا لیکن امام علیہ السلام نے نہ تو کسی لڑکی پر توجہ دی اور نہ ان جواہر کو درخور اعتنا جانا۔

اسی جگہ ایک ستار بجانے والا گلوکار بھی موجود تھا۔ اس کا نام مخارق تھا۔ اس کی داڑھی بڑی لمبی تھی۔ مامون نے اسے بلا کر حکم دیا کہ وہ کوئی ایسا کام کرے جس سے امام علیہ السلام اپنی اس معنوی کیفیت سے نکل آئیں اور ان کا دل مادی امور کی طرف مائل ہو جائے۔

مخارق نے کہا۔ "اگر امام کسی دنیوی کام میں مشغول ہوں گے تو پھر میں جیسا تو چاہ رہا ہے اسی طرح انھیں دنیا کی طرف کھینچ لاؤں گا۔" یہ کہنے کے بعد وہ امام کے سامنے آکر بیٹھ گیا۔ پہلے تو اس نے گدھے کی طرح رینکنا شروع کیا اور اس کے بعد ستار بجانے میں

مشغول ہو گیا۔

سب لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے لیکن امام محمد تقی علیہ السلام نے اس طرف بالکل ہی توجہ نہیں دی۔ یہاں تک کہ آپ نے داہنے بائیں بھی نگاہ نہیں اٹھائی لیکن جب نے دیکھا کہ یہ بے حیا گویا پیچھا نہیں چھوڑے گا تو آپ نے اس ڈانٹتے ہوئے فرمایا۔ "اے داڑھی والے! اللہ سے ڈر۔"

امام علیہ السلام کی ڈانٹ سن کر مخارق اس قدر حواس باختہ ہوا کہ ستار اس کے ہاتھوں سے گر گیا اور اس کا ہاتھ شل ہو گیا۔ آخری عمر تک اس کا ہاتھ ٹھیک نہ ہو سکا۔

ماموں نے اس کی کیفیت دریافت کی تو اس نے کہا۔ "جب امام نے مجھے ڈانٹا تو میں اتنا ڈر گیا کہ اب تک میں اس کا خوف محسوس کر رہا ہوں اس دن سے اب تک وہ خوف میرے وجود سے نہیں نکل پایا ہے۔" (۱)

۷۔ ایک شتربان کے لئے کام کی تلاش

ایک شتربان کسی کام کی تلاش میں تھا۔ اس کی ساری امیدیں امام محمد تقی علیہ السلام سے وابستہ تھیں وہ سوچتا تھا کہ اگر امام علیہ السلام کے دروازے پر چلا جائے تو وہاں سے ناامیدی کا کوئی امکان نہیں اس سلسلے میں اس نے امام علیہ السلام کے ایک شناسا، ابو ہاشم

---

(۱) اصول کافی، ج ۱، ص ۴۹۴ اور ۴۹۵

جعفری سے بات بھی کر لی تھی۔ اس نے ان سے کہا تھا کہ اگر آپ امام علیہ السلام کی خدمت میں گئے تو ان سے کہہ دیجئے گا کہ ایک شتربان بیکار بیٹھا کام کی تلاش میں ہے اس کے لئے کوئی کام ڈھونڈ دیجئے ابو ہاشم کہتے ہیں۔" اسی مقصد کے لئے میں امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا لیکن آپ کچھ لوگوں کے ساتھ کھانا کھانے میں مشغول تھے لہذا مجھے اس شتربان کے متعلق بات کرنے کا موقع نہ مل سکا۔

امام علیہ السلام نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ "آؤ یہاں آ کر کھانا کھاؤ" آپ نے کھانے کا پیالہ میرے سامنے رکھ دیا۔ میں نے ابھی تک اس چرواہے کے متعلق آپ سے کوئی بات نہیں تھی لیکن آپ نے اپنے غلام کو آواز دی اور اس سے فرمایا۔ "ایک چرواہا ابو ہاشم کے ساتھ آئے گا اسے اپنے پاس روک لینا اور اس کے لئے کوئی کام معین کر دینا۔"

ابو ہاشم کا کہنا ہے۔ "میں امام علیہ السلام کے ساتھ ایک باغ میں گیا تو میں نے آپ سے عرض کیا۔ "مجھے مٹی کھانے کا بہت شوق ہے آپ میرے لئے دعا کریں کہ میں اس بری لت سے نجات حاصل کر لوں۔" آپ اس وقت خاموش رہے لیکن کچھ دنوں بعد آپ نے مجھ سے فرمایا۔ "اے ابو ہاشم خداوند عالم نے تمھیں اس عادت سے نجات دے دی ہے۔"

میں نے عرض کیا۔ "ہاں واقعاً اب تو مجھے مٹی سے اتنی نفرت ہو گئی ہے کہ میں اس کو سب سے خراب چیز سمجھتا ہوں۔ (۱)

---

(۱) اعلام الوریٰ، ص ۳۴۳

۸۔ بیمار کی دلجوئی

امام علیہ السلام کا ایک شاگرد بہت بیمار ہوگیا اس کے بچنے کی امید تقریباً ختم ہو چکی تھی ۔امام علیہ السلام کو اس کی اطلاع ملی تو آپ اپنے چند اصحاب کے ساتھ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے جیسے ہی آپ نے اس کے سرہانے بیٹھ کر اس کی خیریت پوچھی وہ زار و قطار روتے ہوئے کہنے لگا۔ "میں مرجاؤں گا، کیا کروں اب تو موت ہی سامنے ہے۔"

امام محمد تقی علیہ السلام نے اس سے فرمایا۔ "اے بندہ خدا یہ جو تو موت سے اس قدر خوفزدہ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ تجھے معلوم ہی نہیں کہ موت کیا ہے میں ایک مثال بتاتا ہوں اگر تیرا بدن اتنا گندہ ہو جائے کہ میل و گندگی کی وجہ سے تو جلد کی مختلف بیماریوں میں مبتلا ہو جائے اور تجھے یہ معلوم ہو کہ اگر تو حمام جا کر نہا لے تو یہ تمام گندگیاں صاف ہو جائیں گی اور جلد کے تمام امراض دور ہو جائیں گے تو ایسی صورت میں تو حمام جانا چاہے گا یا نہیں؟"

اس نے کہا۔ "کیوں نہیں ایسی صورت میں تو میں یہی چاہوں گا کہ جتنی جلدی ممکن ہے حمام جا کر اپنے آپ کو ان گندگیوں سے پاک کر لوں۔"

امام علیہ السلام نے فرمایا۔ "موت مومن کے لئے حمام کی حیثیت رکھتی ہے ۔یہی گناہوں کی گندگیوں سے پاک ہونے کا آخری مرحلہ ہوتا ہے ۔اس بنا پر اگر تم موت کی طرف بڑھ رہے ہو تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ در حقیقت تمام غم و تکلیف سے نجات حاصل کر کے ایک آرام دہ منزل کی طرف جا رہے ہو ۔لہذا اس سلسلے میں کسی طرح کے تردد اور غم

کی ضرورت نہیں ہے۔

امام علیہ السلام کی شفقت میں ڈوبی بہترین باتوں نے اس بیمار کے جسم میں نئی روح پھونک دی، اس کا دل و دماغ پرسکون ہوا اور غم خوشیوں میں بدل گیا۔(۱)

۹۔ آپ کی امامت سے ذہین شیعوں کی مسرت

جب امام رضا علیہ السلام کی شہادت واقع ہوئی تو آپ کے صرف ایک ہی بیٹے امام جواد علیہ السلام تھے اس وقت آپ کی عمر بھی سات سال سے زیادہ نہ تھی۔ کوفہ کے کچھ بزرگ شیعہ "عبد الرحمن بن حجاج" کے گھر اکٹھے ہوئے اور وہاں انھوں نے امام کی شہادت کا سوگ مناتے ہوئے آپ کا ماتم کیا۔ اسی مجلس میں امام رضا علیہ السلام کے بعد ہونے والے امام کے متعلق گفتگو چل نکلی کچھ لوگوں نے کہا کہ امام محمد تقی ابھی کمسن ہیں لیکن بعض دوسرے لوگوں نے ان کی اس بات کو مسترد کر دیا۔ بحث یہاں تک بڑھی کہ ہاتھاپائی کی نوبت آگئی۔ جس کے نتیجے میں اسی سال کوفے، بغداد اور دوسرے مختلف شہروں سے تقریبا اسی بزرگ علماء مدینے آئے تاکہ اس معاملے کی تحقیق نزدیک سے کر سکیں۔ پہلے انھوں نے حج کیا اس کے بعد مدینہ پہنچے، وہ سب امام صادق علیہ السلام کے گھر گئے، جو اس وقت خالی پڑا تھا وہ اندر آ کر ایک بڑے سے قالین پر بیٹھ گئے تبھی عبد اللہ بن موسیٰ (امام موسیٰ کاظم علیہ

معانی الاخبار: ۲۹۰

السلام کا ایک لڑکا) ان کے پاس آیا اور صدر مجلس میں جا کر بیٹھ گیا، حاضرین میں سے کسی نے کھڑے ہو کر کہا "یہ فرزند رسول خدا ہیں اگر کوئی کچھ پوچھنا چاہے تو ان سے پوچھ لے۔"

حاضرین میں سے بعض علماء نے کچھ سوالات کئے، لیکن عبد اللہ ان کا صحیح جواب نہ دے پایا۔ یہ صورت حال دیکھ کر لوگ بڑے رنجیدہ ہوئے انھوں نے وہاں سے جانے کا فیصلہ کر لیا، تبھی موفق (امام رضا علیہ السلام کا مخصوص خادم) نکلتا دکھائی پڑا اس کے ساتھ امام محمد تقی بھی تھے۔ اس نے حاضرین سے کہا۔ "یہ ابو جعفر ہیں۔" آپ صدر مجلس میں جا کر بیٹھ گئے، بہت سے علماء نے آپ سے مختلف سوالات کئے آپ نے ہر ایک کو اطمینان بخش جواب دیا۔ سارے لوگ بہت خوش ہوئے اور آپ کی تعریف کرنے لگے۔

حاضرین نے کہا۔ "آپ کے چچا عبد اللہ یہاں آئے تھے ہم نے ان سے کچھ سوالات کئے تو انھوں نے ان کا ادھر ادھر سے جواب دیا۔

امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا۔

"لا الہ الا اللہ یا عم انہ عظیم عند اللہ ان تقف غدا بین یدیہ فیقول لک لم تفتی بما لم تعلم وفی الامۃ من ھو اعلم منک۔"

"خدا کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں اے چچا یہ بہت بڑی بات ہے کہ آپ کل اللہ کے سامنے کھڑے ہوں اور آپ سے پوچھا جائے کہ تم نے کیوں ان چیزوں کے متعلق اظہار رائے کیا جن کا تمھیں علم نہیں تھا جبکہ امت میں تم سے زیادہ علم رکھنے والا موجود تھا۔(۲)"

---

(۲)۔ بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۱۷

اس طرح سے حاضرین کے سامنے یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی شہادت کے بعد امام محمد تقی علیہ السلام ہی امام ہیں۔

۱۰۔ شہادت تک مقابلہ

امام محمد تقی علیہ السلام نے مسلط کردہ تجویز کی بنا پر مامون کی بیٹی "ام الفضل" سے مجبوراً شادی کر لی۔ وہ بانجھ تھی امام محمد تقی علیہ السلام نے جناب "سمانہ" (علیہا السلام) سے شادی کر لی جو کہ ایک کنیز تھیں اور اس طرح وہ ایک لڑکے (دسویں امام) کی ماں بھی بن گئیں۔

اس واقعہ کی وجہ سے "ام الفضل" امام محمد تقی سے جلنے لگی اور جب مامون مر گیا اور اس کا بھائی معتصم خلیفہ ہوا تو اس کے لئے امام کا وجود نا قابل برداشت ہو گیا لہذا وہ جعفر (مامون کے بیٹے) کے ساتھ مل کر آپ کی شہادت کے لئے سازشیں تیار کرنے میں مشغول ہو گیا۔اس نے اس کام کے لئے "ام الفضل" کو مناسب سمجھا لہذا اسے اس سازش میں شریک ہونے کی دعوت دی ۔اس نے ان کی پیش کش کو قبول کیا اور آپ کو زہر آلود انگور کے ذریعہ شہید کر دیا۔

جب امام علیہ السلام زہر کی وجہ سے بستر شہادت پر تھے تو ام الفضل کو اپنے کئے پر پچھتاوا ہونے لگا اس نے رونا دھونا شروع کر دیا امام علیہ السلام نے اس سے کہا۔" تو کیوں رو رہی ہے اب تیرے رونے سے کوئی فائدہ نہیں خدا کی قسم تو عنقریب ایسی تنگ دستی اور

تکلیف میں مبتلا ہو گی کہ اس سے نجات کا کوئی راستہ نہ ہو گا۔"

ہاں اس طرح وہ بزرگ و عظیم ذات جوانی ہی میں درجہ شہادت پر فائز ہو گئی۔

آپ کی شہادت کو زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ ام الفضل بیمار ہوئی اس کے پاس جتنا بھی سرمایہ تھا سب اس نے اپنے علاج پر صرف کر دیا مگر کسی دوا کا کوئی فائدہ نہ ہوا اس کی تمام دولت ختم ہو گئی اور آخر کار وہ چوراہوں پر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے لگی اور اسی طرح بھیک مانگتے مانگتے مر گئی۔(۱)

امام علیہ السلام کی زندگی کے یہ واقعات اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ آپ پوری زندگی ظالم حکمراں کے سامنے ڈٹے رہے۔ آخری سانس تک آپ نے ہار نہیں مانی جہاں تک ممکن تھا لوگوں کو ظالم کی پیروی کرنے سے باز رکھا اور اپنے اس مقصد کی راہ میں آخر کار عنفوان شباب میں ہی درجہ شہادت پر فائز ہو گئے ایک ایسی دلگداز شہادت سے ہمکنار ہو گئے جو خود ان کی بیوی کے ہاتھوں واقع ہوئی تھی جس کی حیثیت آپ کے گھر میں ظالم حکمراں کے ایک کارندے کی سی تھی۔

---

(۱)۔ بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۱۷

معصوم دوازدہم

امام علی نقی

علیہ السلام

معصوم دوازدہم:

امام دہم، حضرت امام علی نقی علیہ السلام

نام ـــــ: امام علی علیہ السلام

مشہور القاب ـــــ: ہادی، نقی

کنیت ـــــ: ابوالحسن سوم

والدین ـــــ: حضرت امام محمد تقی، سمانہ علیہم السلام

وقت اور مقام ولادت ـــــ: ۱۵ذی الحجہ ۲۱۲ھ مدینہ

وقت اور مقام شہادت ـــــ: ۳رجب سن ۲۵۴ھ ۴۱سال کی عمر میں، شہر "سامراء" میں، عباسی حکومت کے تیرہویں خلیفہ "معتز" کی سازش کے نتیجہ میں "معتمد عباسی" کے ہاتھوں دیئے جانے والے زہر کی وجہ سے شہید ہوئے۔

دوران زندگی ـــــ: تین مرحلوں میں تقسیم ہے۔

۱۔ ۸سال امامت سے پہلے (۲۱۲ھ سے لیکر ۲۲۰ھ تک)

۲۔ دوران امامت، متوکل سے پہلے خلفاء کے دور حکومت میں (سنہ ۲۲۰ھ سے سنہ ۲۳۲ھ تک)

۳۔ متوکل کی چودہ سالہ آمرانہ حکومت اور اس کے بعد آنے والے خلفاء کے دور حکومت میں نہایت مشکل حالات میں

۱۔ مدینے میں امام نقی علیہ السلام کی مقبولیت

والد کے بعد امام علی نقی علیہ السلام ہی امام بر حق تھے مدینہ اور حجاز میں آپ کے بہت سے چاہنے والے موجود تھے آپ مدینہ کی مسجد میں نماز پڑھاتے تھے اور جہاں تک ممکن ہوتا تھا لوگوں کی دینی اور دنیوی مشکلات دور کرتے تھے۔ آپ لوگوں کے لئے باخبر رہبر اور ہمدرد رہنما تھے۔ تمام نیک کاموں اور مذہبی امور میں پیش پیش رہتے تھے۔ خاص طور سے محتاج اور تنگ دست افراد کی مختلف ضرورتوں کو پورا کرنے میں آپ سب سے آگے رہتے۔

چونکہ امام علی نقی علیہ السلام کو مدینہ کے لوگ بہت زیادہ چاہتے تھے لہذا جب انھوں نے یہ سنا کہ متوکل آپ کو مدینہ سے سامرا لے جانا چاہ رہا ہے تو وہ سب کے غم واندوہ میں ڈوب گئے، وہ سب اس طرح چیخ چیخ کر رو رہے تھے کہ اس سے پہلے اس کی مثال نہیں ملتی۔۔یہاں ہم آپ کے اخلاق اور آپ کی کرامت کا ایک نمونہ پیش کرتے ہیں:

ذی الحجہ کا مہینہ تھا۔عرفہ کا دن تھا اسحاق جلاب کہتے ہیں۔" امام علی نقی علیہ السلام نے مجھے بہت سی بھیڑیں خریدنے کا حکم دیا۔میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی اور بہت سی بھیڑیں خرید کر آپ کے گھر کے اصطبل میں لے آیا۔ آپ نے انھیں ایک وسیع جگہ پر منتقل کر دیا جہاں سے آپ نے ان تمام بھیڑوں کو لوگوں اور اپنے جاننے والوں کے درمیان بانٹ دیا اور اس طرح آپ نے عید قربان کے موقع پر لوگوں کو شعائر الٰہی کی تعظیم کی خاطر قربانی کے لئے تیار کیا۔

خیران اسباطی کہتا ہے۔ "میں مدینہ میں امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے مجھ سے فرمایا۔ "واثق" (عباسیوں کے نویں خلیفہ) کی کیا خبر ہے؟ "میں نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ میں نے اسے بہت نزدیک سے دیکھا ہے دس دن پہلے میں اس سے جدا ہوا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ "جعفر (یعنی متوکل) کیسا ہے؟"

میں نے کہا۔ "وہ جیل میں بہت بری حالت میں ہے۔"

آپ نے فرمایا۔ "ابن زیات" (واثق کا وزیر) کا کیا ہوا؟"

میں نے کہا۔ "لوگ اس کے پشت پناہ ہیں۔"

آپ نے فرمایا۔ "واثق مر گیا، متوکل اس کی جگہ آ گیا اور ابن زیات مار ڈالا گیا ہے۔"

میں نے عرض کیا۔ "کس دن؟"

آپ نے فرمایا۔ "تمہارے آنے کے چھ دن بعد (۱)"

۲۔ امام علی نقی علیہ السلام کی جلاوطنی

سن ۲۳۲ھ میں جب متوکل تخت نشیں ہوا تو اس نے سامرہ میں سکونت اختیار کی۔ کچھ ہی دنوں بعد اس کے جاسوسوں اور درباریوں نے اسے امام علیہ السلام کے خلاف بھڑکانا شروع کر دیا۔ مدینے میں اس کے گورنر عبد اللہ بن محمد نے متوکل کو رپورٹ بھیجی کہ علی بن

---

(۱) اعیان الشیعہ، ج ۲، ص ۳۷

محمد ہادی (علیہ السلام) کی مدینہ میں بڑی حیثیت ہے ان کے دوست اور چاہنے والے ان کے پاس آتے جاتے رہتے ہیں۔"

اس کے علاوہ یہ بھی منقول ہے کہ مکے اور مدینے میں نماز کے امور کا ذمہ دار بریحہ عباسی نامی متوکل کے کارندے نے اپنے ایک خط میں لکھا۔ "اگر تو یہ چاہتا ہے کہ حجاز تیرے ہاتھوں میں رہے تو علی بن محمد ہادی (علیہ السلام) کو اپنے پاس بلا کر انھیں کوی نگرانی میں رکھ کیونکہ وہ لوگوں کو اپنے پاس بلاتے ہیں اور یہاں موجود لوگوں کا ایک بڑا حصہ ان کا دیوانہ ہو چکا ہے۔"

دوسری طرف سے متوکل خود بھی علی اور آل علی علیہم السلام کا سخت دشمن تھا۔ وہ کبھی بھی ان کے کسی فرد کا وجود برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

متوکل نے یحییٰ بن ہرثمہ کو طلب کیا اور اسے امام علیہ السلام کو مدینہ سے سامرا لانے کی ذمہ داری سونپ دی۔

یحییٰ بن ہرثمہ کہتا ہے۔ "میں مدینے آیا۔ یہاں لوگوں کو میرے آنے کا مقصد معلوم ہو چکا تھا، سب بری طرح ڈر رہے تھے کہ کہیں امام علی نقی علیہ السلام کو کوئی خطرہ نہ ہو انھیں آپ سے بڑا لگاؤ تھا کیونکہ آپ ہمیشہ انھیں کے ساتھ رہتے آئے تھے، مسجد میں نماز پڑھاتے تھے اور مسلسل لوگوں کی مشکلات کو دور کرتے آئے تھے آپ نے کبھی اپنی دنیوی زندگی کے لئے کوئی کام انجام نہیں دیا تھا بلکہ ہمیشہ معاشرے کی مشکلات کو دور کرنے کی کوشش کرتے آئے تھے اس کے علاوہ آپ خاندان رسالت کے چشم و چراغ تھے یہی وہ اسباب تھے جن کی وجہ سے مدینہ کے لوگ آپ کے لئے غم زدہ تھے اور آپ کا مدینہ سے جانا پسند نہیں کر رہے تھے۔

یحیی کہتا ہے۔ "میں نے لوگوں سے پرسکون رہنے کی درخواست کی اور ان کے سامنے قسم کھائی کہ امام کے ساتھ ہمارا بدسلوکی کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے اس کے بعد میں نے آپ کے گھر کی تلاشی لی جہاں قرآن اور کچھ دعاؤں اور علمی کتابوں کے علاوہ کچھ نہ ملا۔ میں نے آپ کی خدمت کی ذمہ داری لی اور اس دوران آپ کے احترام کا خاص خیال رکھا۔(۱)

امام علی نقی علیہ السلام مجبوراً یحیی کے ساتھ مدینہ سے باہر آئے اور سامرہ کی طرف چل پڑے۔ حالانکہ متوکل نے یہ وعدہ کیا تھا کہ امام علیہ السلام کو عزت واحترام کے ساتھ سامرا میں وارد کرے گا۔ لیکن جب آپ سامرا پہنچے تو متوکل ایک دن کے لئے چھپ گیا لہذا اس کے کارندوں نے آپ کو ایک ایسی سرائے میں اتارا جو فقیروں کی سرائے کے نام سے مشہور تھی آپ ایک دن وہیں ٹھہرے رہے۔ یہاں تک کہ متوکل نے آپ کے لئے ایک گھر خالی کرایا اور آپ کو وہاں منتقل کر دیا جہاں آپ کی کڑی نگرانی کی جانے لگی۔(۲)

---

(۱) اعیان الشیعہ، ج ۲، ص ۳۷

(۲) اعلام الوری، ص ۳۴۸

۲۔امام علیہ السلام کا فتوی متوکل نے قبول کیا

ایک عیسائی شخص نے ایک مسلمان عورت کے ساتھ زنا کیا اسے پکڑ کر متوکل کے پاس لایا گیا۔اس نے جیسے ہی دیکھا کہ متوکل اس پر حد جاری کرنے والا ہے کلمہ پڑھ کر اسلام کا اعلان کر دیا اس زمانے کا مشہور قاضی یحیی بن اکثم بھی وہاں موجود تھا اس نے کہا۔"اس شخص کے ایمان اور اسلام نے اس کے برے کام کے اثرات اور شرک کو ختم کر دیا ہے۔"

کچھ لوگوں نے کہا۔"اس پر تین حد جاری ہونا چاہیے۔"

اسی طرح اور مختلف لوگوں نے طرح طرح کے آراء پیش کئے مگر کوئی حل سمجھ میں نہ آیا آخر کار متوکل نے اپنے خط میں نقی علیہ السلام سے اس مسئلہ کا حل دریافت کیا۔

امام علیہ السلام نے اس کے خط کے جواب میں لکھا۔"اس زانی شخص کو (کوڑے سے) اتنا مارا جائے کہ وہ مر جائے۔"متوکل نے اپنے درباری علماء اور مفتیوں کے سامنے امام علیہ السلام کا یہ فتوی پیش کیا ان سب نے اسے غلط قرار دیا۔ان کا کہنا تھا یہ درست نہیں ہے ہم نے قرآن اور سنت میں اس طرح کی کسی حد کا تذکرہ نہیں دیکھا۔"

متوکل نے ایک بار پھر امام علیہ السلام کی خدمت میں صورت حال لکھی تو آپ نے جواب میں تحریر فرمایا۔

اس عیسائی کا اسلام گرفتاری کے اور سزا کے یقین کے بعد تھا اس طرح کا اسلام حد ختم کر دینے کا باعث نہیں ہوتا۔جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے۔

"فلما راوا باسنا قالوا آمنا باللہ وحدہ و کفرنا بما کنا بہ مشرکین فلم یک ینفعھم ایمانھم لما راوا باسنا۔" "جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہا ہم خدائے وحدہ پر ایمان لاتے ہیں اور جنھیں اس کا شریک قرار دیتے آئے ہیں ان کا انکار کرتے ہیں۔" "لیکن اب انھیں ان کا ایمان کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا جبکہ انھوں نے ہمارے عذاب کا مشاہدہ کر لیا ہے۔(۱)

امام علیہ السلام کا یہ خط جب متوکل کے پاس پہنچا تو وہ مطمئن ہو گیا اور اس نے اس فتوے کے مطابق حکم دیا کہ اس عیسائی کو اتنے کوڑے لگائے جائیں کہ وہ مر جائے اس حکم کی تعمیل کی گئی اور وہ عیسائی مر گیا۔(۲)

۴۔شاہ روم کے سوال کا جواب

قیصر روم نے ایک عباسی خلیفہ کے پاس ایک خط بھیج کر چند سوالات کئے وہ سوالات یوں تھے:

"ہم نے اپنی کتاب انجیل و توریت میں یہ پڑھا ہے کہ جو بھی کسی ایسے سورہ کی تلاوت کرے گا جس سات حروف نہ ہوں گے تو خداوند عالم اس پر جہنم حرام کر دے گا وہ سات حروف یہ ہیں: "ث،ج،خ،ز،ش،ظ،ف،"ہم نے اپنی کتابوں میں بہت ڈھونڈا لیکن

---

(۱)سورہ مومن آیت ۸۴ اور ۸۵

(۲)مناقب آل ابیطالب،ج ۴،ص ۴۰۷

ہمیں اس طرح کا کوئی سورہ نہ مل سکا کیا تمھاری آسمانی کتاب میں اس طرح کا کوئی سورہ موجود ہے؟"

خلیفہ عباسی نے علماء کو اکٹھا کیا اور انھیں اس سوال سے آگاہ کیا لیکن ان لوگوں میں سے کوئی بھی اس سوال کا جواب نہ دے پایا اور آخر کار یہ سوال امام علی نقی علیہ السلام سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔ "وہ سورہ "حمد" ہے اس سورہ میں یہ ساتوں حروف نہیں ہیں۔"
لوگوں نے آپ سے سوال کیا۔ "یہ ساتوں حروف سورہ حمد میں کیوں نہیں ہیں؟"
آپ نے فرمایا۔ "حرف "ث" "ثبور" (ہلاکت) کی طرف اشارہ ہے اور حرف "ج" "جحیم" (جہنم کی ایک گھاٹی کا نام) کی طرف اشارہ کرتا ہے "خ" "خبیث" کی طرف اشارہ ہے اور حرف "ز" "زقوم" (جہنم کی تلخ غذا) کی طرف اشارہ ہے اسی طرح "ش" "شقاوت" کی طرف اشارہ کرتا ہے اور "ظ" "ظلمت" کی طرف اور حرف "ف" "آفت" کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔
خلیفہ نے قیصر روم کے پاس یہ جواب لکھ دیا، وہ خط پڑھ کر بہت خوش ہوا اور اس نے اسلام قبول کیا اور مرنے تک مسلمان رہا (۱)

(۱) شرح شافیہ

۵۔ ایک بدعتی انقلابی کو سزائے موت

امام علی نقی علیہ السلام کا زمانہ تھا فارس بن حاتم بن ماھویہ قزوینی نامی ایک شخص لوگوں کو اپنی پر فریب اور من گھڑت باتوں اور بدعتوں کے ذریعہ گمراہ کر رہا تھا۔ انھیں دین سے منحرف کر کے اپنے مذہب کی طرف مائل کرنے کی کوششوں میں مصروف تھا۔

جب اس کے بارے میں امام علیہ السلام کو خبر ملی تو آپ نے بڑے شدید ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے اپنے اصحاب کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ ابو فارس کے مقابل ڈٹ جاؤ، جتنا ممکن ہو اس پر لعنت بھیجو اور اس کے فتنوں کو روکنے کی کوشش کرو، یہاں تک کہ آپ اعلان کر دیا۔ "اس کا خون مباح ہے اس کے قاتل کے لئے میں جنت کا ضامن ہوں۔"

ایک دن آپ کی اپنے ایک صحابی "جنید" سے ملاقات ہوئی تو آپ نے انھیں کچھ روپئے رقم دیتے ہوئے فرمایا۔ "اس سے اسلحہ خرید کر مجھے دکھاؤ۔"

ابو جنید نے جا کر اس رقم سے ایک تلوار خرید لیا اور اسے امام علی نقی علیہ السلام کو دکھایا لیکن وہ تلوار امام کو پسند نہیں آئی۔ آپ نے فرمایا۔ "اسے لے جاؤ اور دوسرا کوئی ہتھیار لے آؤ۔"

ابو جنید وہ تلوار لے کر واپس گئے اور اس کے بدلے ایک قصائیوں والا چاقو لے آئے جب یہ چاقو لے کر وہ امام کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا۔ "ہاں یہ ٹھیک ہے۔"

ابو جنید فارس کی گھات میں بیٹھ گئے ۔ مغرب و عشاء کی نماز کے بعد جیسے ہی وہ مسجد سے باہر نکلا انھوں نے اس پر حملہ کرتے ہوئے چاقو اس کے سر پر مارا، فارس اسی وقت زمین پر گر پڑا اور اس کی جان نکل گئی ۔ابو جنید نے چاقو پھینک دیا لیکن اس وقت تک لوگ اکٹھا ہو چکے تھے انھوں نے ابو جنید کو پکڑ لیا کیونکہ اس جگہ انھیں ان کے علاوہ اور کوئی نظر نہ آیا لیکن جب تحقیق کرنے کے بعد ان کے پاس کوئی اسلحہ نہ ملا اور نہ ہی چاقو نظر آیا تو لوگوں نے انھیں چھوڑ دیا ۔(۱)

اس طرح امام علیہ السلام کے حکم کی تعمیل کی گئی اور قاتل بھی صاف بچ گیا ۔امام حسن عسکری علیہ السلام نے ابو جنید کے لئے وظیفہ معین کر رکھا تھا جو انھیں آپ کے وکلاء کے ذریعہ مل جاتا تھا (۲)

۶۔امام محمد تقی کی دعا کی قبولیت اور امام علی نقی علیہ السلام کا شکر

امام جواد علیہ السلام کے دور میں خاندان فرج کا ایک نہایت باغی اور مغرور سرمایہ دار "عمر" تھا وہ کچھ دن تک مدینہ کا گورنر بھی رہ چکا تھا ،اہل بیت علیہم السلام کے سلسلہ میں وہ بہت ہی سخت رویہ روا رکھتا تھا اس کی گستاخی کی یہ حد تھی کہ اس نے ایک دن امام جواد علیہ السلام سے کہہ دیا ۔"میں سمجھتا ہوں تم نشے میں ہو۔"

---

(۱) بحار الانوار ،ج ۵۰ ،ص ۲۰۵

(۲) ترجمہ ارشاد ،ج ۲ ،ص ۲۴۳

امام جواد علیہ السلام نے فرمایا۔ "خدایا تو جانتا ہے کہ میں آج تیری رضا کے حصول کے لئے روزے سے ہوں۔ پالنے والے تو عمر کو بربادی، ذلت اور قید کا مزہ چکھا دے۔"

کچھ ہی مدت بعد سن ۲۲۳ھ میں متوکل اس پر غضبناک ہوا اس نے حکم دیا کہ اس سے ۱۲۰ ہزار اور اس کے بھائی سے ۵۰ ہزار دینار ٹیکس لیا جائے۔ اس کے بعد وہ پھر اس پر ناراض ہوا تو اس نے حکم دیا کہ جتنا ہو اس کی پشت اور گردن پر کوڑے لگائے جائیں، چھ ہزار کوڑے اس کی پشت اور گردن پر لگائے گئے اور اس کے بعد تیسری دفعہ جب وہ عمر پر غضب ناک ہوا تو اسے کھینچتے ہوئے بغداد سے بلایا گیا اور وہ اپنی موت تک وہیں اسیر رہا۔ (عدو شود سبب خیر، گر خدا خواہد)

محمد بن سنان کہتے ہیں۔ "میں امام علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے پوچھا۔

"آل فرج کو کوئی حادثہ پیش آگیا ہے؟"

میں نے عرض کیا۔ "ہاں مولا اس کی وفات ہو گئی۔"

آپ نے فرمایا۔ "الحمدللہ" میں گن رہا تھا۔ آپ نے چوبیس دفعہ اس کی موت کی خبر سننے کے بعد الحمدللہ کہا میں نے عرض کیا۔ کہ مولا اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ آپ اس خبر سے اس قدر خوش ہوں گے تو میں ننگے پیر دوڑتے ہوئے یہ خبر لیکر آپ کی خدمت میں پہنچتا"

آپ نے فرمایا۔ "ہاں میں اس خبر سے بہت خوش ہوں اس نے میرے والد پر نشے میں ہونے کا الزام لگایا تھا۔ میرے والد نے اسے بد دعا دی تھی کہ وہ بربادی، ذلت اور قید میں مبتلا ہو۔ تھوڑی ہی مدت کے بعد اس کی تمام دولت برباد ہوگئی اور اسے اسیر کر لیا گیا اور پھر ذلیل کر کے جیل میں ڈال دیا گیا اور اب وہ مر گیا۔ خداوند عالم اس پر رحمت نہ کرے، خداوند متعال نے اس سے بدلہ لے لیا، وہ تو اسی طرح اپنے دوستوں کا بدلہ دشمنوں سے لے لیا

ہے۔"(۱)

۷۔ گستاخ شعبدے باز کی موت

ہندوستان سے ایک شعبدہ باز متوکل کے پاس آیا۔اس نے کچھ ایسی ہاتھ صفائی دکھائی کہ متوکل حیران رہ گیا چونکہ وہ ہمیشہ امام علی نقی علیہ السلام کو ذلیل کرنے کی فکر میں لگا رہتا تھا لہذا اس نے جادوگر سے کہا۔" اگر تو کچھ ایسا کام کر سکے جس سے (حضرت) علی نقی (علیہ السلام) بر سرعام ذلیل ہو جائیں تو میں تجھے ایک ہزار اشرفی انعام میں دوں گا۔

جادو گر نے کہا۔"دستر خوان بچھوانے کے بعد اس پر تھوڑی سے تازہ اور پتلی روٹی بھی رکھ دے اور مجھے ان کے بغل میں بٹھا دے تو میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں کہ حضرت ہادی (علیہ السلام) کو شرمندہ کر دوں گا۔"

غرور میں ڈوبے متوکل نے انواع و اقسام کی غذاؤں کا اہتمام کیا اور کچھ سربر آوردہ افراد کو دعوت دی۔ان میں امام علی نقی علیہ السلام بھی تھے جنھیں اس نے جبراً اس دعوت میں شریک کیا تھا۔تمام مہمانوں نے کھانا شروع کر دیا۔امام علی نقی علیہ السلام کے سامنے تھوڑی سے روٹی رکھی ہوئی تھی جیسے ہی آپ نے روٹی اٹھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا شعبدہ باز نے کچھ کیا اور روٹی دوسری طرف اڑ گئی آپ نے اس طرف ہاتھ بڑھایا تو وہ دوسری

---

(۱) اصول کافی،ج ۱،ص ۴۹۶

طرف اڑ گئی لوگ ہنسنے لگے اس طرح کئی دفعہ امام علیہ السلام کے ساتھ پیش آیااور اور ہر دفعہ لوگ ہنسے۔

امام علیہ السلام کو اس سازش کا اندازہ ہو گیا تھا۔ آخر کار آپ غضبناک ہو گئے وہیں پہ ایک گاؤ تکیہ رکھا ہوا تھا جس پہ ایک شیر کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ آپ نے اس تصویر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا۔

"قم فخذھذا۔" کھڑے ہو جاؤ اور اسے لے لے"

وہ تصویر حقیقی شیر میں تبدیل ہو گئی۔ اس نے جادو گر پہ حملہ کیا اور اسے نگل جانے کے بعد اپنی پہلے والی صورت میں لوٹ آیا۔ متوکل اس واقعہ سے اتنا خوف زدہ ہوا بیہوش ہو کر زمین پہ گر پڑا اور وہاں موجود سارے لوگ ڈر کے مارے بھاگ کھڑے ہوئے۔

ہوش میں آنے کے بعد متوکل امام علیہ السلام کے پیروں پہ گر کر نہایت عاجزی سے اس جادو گر کو زندہ کر دینے کی التماس کرنے لگا لیکن آپ نے اس سے فرمایا۔

"یہ ناممکن ہے، کیا تو دشمنان خدا کو اولیاء خدا پہ مسلط کرنا چاہتا ہے؟"

اس کے بعد وہ جادو گر کہیں دکھائی نہ پڑا۔(۱)

---

(۱)۔ بحار الانوار، ج ۵۰؟ ص ۱۴۷

۸۔ زینب کذابہ کی تکذیب

متوکل کے دور خلافت میں ایک ایسی عورت ظاہر ہوئی جو ہر جگہ جا کر یہ کہا کرتی تھی "میں فاطمہ کی بیٹی زینب ہوں" اور اس نام کی وجہ سے لوگوں سے پیسے وصول کیا کرتی تھی۔

اسے متوکل کے پاس لایا گیا، متوکل نے اس سے کہا۔ "تو ایک جوان عورت ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ سلم اور اس زمانے کے درمیان تقریباً دو سو سال کا فاصلہ ہے۔"

اس نے کہا۔ "رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے میرے سر پہ ہاتھ پھیر کر یہ دعا کی تھی کہ خداوند عالم ہر چالیس سال میں میری جوانی لوٹاتا رہے میں نے اب تک اپنے آپ کو ظاہر نہیں کیا تھا لیکن اب فقیری اور تنگ دستی کے ہاتھوں مجبور ہو کر میں نے خود کو ظاہر کر دیا۔ ہے"

متوکل نے آل ابو طالب، آل عباس اور قریش کے بڑے بڑے لوگوں کو بلا کر اس عورت کا ماجرا بیان کیا۔

ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا۔ "فاطمہ سلام اللہ علیہا کی بیٹی زینب تو فلاں سال فلاں مقام پہ اس دنیا سے رخصت ہو چکی ہیں۔"

متوکل نے اس عورت سے کہا۔ "تو اس گروہ کی روایت کے جواب میں کیا کہتی ہے؟"

اس نے کہا۔ "یہ جھوٹ بول رہے ہیں میری زندگی خفیہ اور پراسرار ہے۔ میرے لئے زندگی اور موت کا کوئی مفہوم نہیں۔"

متوکل نے ان علماء سے کہا۔ "کیا تمہارے پاس اس روایت کے علاوہ بھی کوئی ایسی دلیل ہے جس سے اس عورت کا جھوٹ ثابت ہو جائے؟ میں عباس (اپنے دادا اور رسول خدا کے چچا) سے بیزار ہوں گا اگر میں نے ایک عورت کو بغیر کسی دلیل کے سزا دی۔"

تمام حاضرین مجبور ہو چکے تھے۔ لہذا انھیں امام علی نقی علیہ السلام کی یاد آئی انھوں نے کہا۔ "ابن الرضا" امام علی نقی کو یہاں بلوایا جائے شاید ان کے پاس کوئی ایسی دلیل موجود ہو جس سے ہم ناواقف ہوں۔

مجبور ہو کر متوکل نے امام علی نقی علیہ السلام کے پاس پیغام بھجوایا اور آپ تشریف لائے۔ متوکل نے اس عورت کے دعوے کا ذکر کیا آپ نے فرمایا۔ "یہ جھوٹ بول رہی ہے کیونکہ زینب فلاں سال فلاں مقام پر وفات پا چکی ہیں۔"

متوکل نے کہا۔ "ان لوگوں نے بھی یہی روایت بیان کی ہے لیکن میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ بغیر کسی ایسی قاطع دلیل کے جس کے بعد وہ خود ہی اپنی ہار مان لے اسے سزا نہیں دوں گا۔"

امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا۔ ایسی کوئی دلیل تیرے پاس نہیں ہے بلکہ میرے پاس ہے جس کے ذریعے میں اس عورت کو اور دوسرے لوگوں کو بھی ہار مان لینے پر مجبور کر دوں گا۔"

متوکل نے کہا۔ "وہ کون سی دلیل ہے؟"

امام علیہ السلام نے فرمایا۔ "فاطمہ سلام اللہ علیہا کی اولاد کا گوشت درندوں پر حرام

ہے اس عورت کو اس درندوں والے کٹہرے میں لے جا گر وہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی بیٹی ہو گی تو اسے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔"

متوکل نے اس عورت سے کہا۔ "اب تو کیا کہتی ہے؟"

اس عورت نے کہا۔ "یہ مجھے مار ڈالنا چاہتے ہیں۔"

بعض دشمنوں نے کہا۔ "امام ہادی کیوں ادھر ادھر کی بات کر رہے ہیں اگر یہ صحیح کہہ رہے ہیں تو خود ہی ان درندوں کے پاس چلے جائیں۔"

متوکل نے امام علی نقی علیہ السلام سے کہا "تم کیوں نہیں ایسا کرتے؟"

امام علیہ السلام نے فرمایا۔ "میں تیار ہوں، ایک سیڑھی لے آؤ، لوگ سیڑھی لے آئے تو آپ اس کے ذریعہ درندوں کے کٹہرے میں اتر گئے، درندے اور شیر امام کے پاس اکٹھے ہو کر دم ہلانے لگے اور اپنے سروں کو آپ کے کپڑوں پر مسلنے لگے آپ نے ان کے سروں پر ہاتھ پھیرنے کے بعد انھیں ایک طرف ہو جانے کا اشارہ کیا تو وہ سب نہایت خاموشی سے ایک طرف جا کر کھڑے ہو گئے۔

متوکل نے امام علیہ السلام سے معافی مانگی۔ آپ وہاں سے باہر نکل آئے تو اس نے عورت سے کہا۔ "اب تیری باری ہے جا اس سیڑھی سے نیچے اتر"

وہ عورت چیخنے چلانے لگی۔ "تمھیں خدا کی قسم مجھے چھوڑ دو میں نے جھوٹ کہا تھا، میں نے تنگ دستی کی وجہ سے مجبور ہو کر کچھ رقم اکٹھا کرنے کے لئے یہ دعوی کیا تھا۔"

متوکل نے اسے درندوں کے کٹہرے میں پھینک دینے کا حکم دیا لیکن اس کی ماں نے سفارش کی تو اس نے اس عورت کو چھوڑ دیا۔

لیکن بعض روایتوں کے مطابق اس نے اس عورت کو درندوں کے سامنے پھنکوا دیا

تھا۔(۱)

۹-امام کی غیر معمولی قدرت

ایک دن متوکل نے فیصلہ کیا کہ امام کو اپنی فوجی قوت دکھائے تاکہ وہ متوکل سے خوف زدہ ہو کر اس سے لڑنے کا خیال دل سے نکل دیں۔

اس نے حکم دیا کہ سامرا میں موجود ۹۰ ہزار ترک فوج کے سارے افراد اپنے گھوڑے کے گھاس کھانے والے توبڑے میں مٹی بھر کر ایک خاص جگہ ڈال دیں۔

سارے افسروں اور فوج کے جوانوں نے متوکل کے اس حکم کی تعمیل کی۔ نتیجتاً اس بیابان میں پہاڑ جیسا ایک ٹیلہ کھڑا ہو گیا جس کا نام "تل مخالی" (توبڑوں کا ٹیلہ) رکھا گیا۔

اس کے بعد متوکل نے بڑے غرور سے امام کو حاضر کرنے کا حکم دیا، تاکہ وہ اس عظیم ٹیلے کو نزدیک سے دیکھ لیں، آپ آئے اور متوکل کے ساتھ اس ٹیلے کے اوپر تک گئے نیچے اس کے تمام فوجی اس ٹیلے کو اطراف مارچ کرتے ہوئے اپنے مختلف اسلحوں کی نمائش کر رہے تھے۔

اپنی طاقت و قدرت کی نمائش کرنے کے لئے متوکل نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"کیا تم میرے لشکر کو دیکھ رہے ہو؟"

---

(۱)۔ بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۱۴۹، ۱۵۰

امام علیہ السلام نے فرمایا۔ "کیا میں بھی اپنے لشکر کو میدان میں اتاروں؟"

اس نے کہا۔ "ہاں ہاں ضرور۔"

امام علیہ السلام نے ایک دعا پڑھی۔ اچانک متوکل نے دیکھا کہ زمین و آسمان مسلح فرشتوں سے پر ہو گیا ہے۔ اس کا لشکر ان کے مقابلے میں بہت کم اور حقیر لگ رہا تھا یہ منظر دیکھ کر وہ اپنا توازن کھو بیٹھا اور زمین پر گر پڑا۔ ہوش میں آنے کے بعد امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا۔ "ہمارا مقصد یہ دنیا نہیں ہے بلکہ ہمارا مقصد تو معنوی امور اور آخرت ہے، اور تو جن چیزوں پر بھروسہ کرتا ہے وہ بے بنیاد ہیں۔" (۱)

اور اس طرح سے متوکل کی فوج کا وہ غیر معمولی مظاہرہ امام علیہ السلام کی معنوی قوت کے آگے پھوس کا ڈھیر ثابت ہوا۔

۱۰۔ امام علی نقی کے قتل کا حکم

ابن اورمہ نقل کرتا ہے کہ متوکل کے عصر خلافت میں ہم سامرہ گئے تو ہمیں معلوم ہوا کہ اس نے "سعید حاجب" نامی اپنے ایک درباری کی نگرانی میں امام علی نقی علیہ السلام کو نظر بند کر رکھا ہے اور اس کے ساتھ ہی اس نے آپ کے قتل کا حکم دے رکھا ہے۔

میں سعید کے پاس گیا تو اس نے میرا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔ "کیا تم اپنے خدا کو

---

(۱)۔ بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۱۵۵

دیکھنا چاہتے ہو؟"

میں نے کہا۔"خداوند عالم اس بات سے پاک ومنزہ ہے کہ اسے آنکھوں سے دیکھا جائے۔"

اس نے کہا۔" میرا مقصد امام علی نقی ہیں جن کے بارے میں تمہارا یہ اعتقاد ہے کہ وہ تمہارے امام ہیں۔"

میں نے کہا۔"میں انھیں دیکھنا چاہتا ہوں۔"

اس نے کہا۔"مجھے ان کے قتل کا حکم ملا ہے، میں انھیں کل قتل کر دوں گا۔"

محافظ زندان اس وقت سعید کے پاس موجود تھا۔اس کے ذریعے مجھے امام علیہ السلام کی خدمت میں پہنچنے کا موقع مل گیا میں امام کے حجرے میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ آپ کے سامنے انھوں نے قبر کھود رکھی ہے۔میں نے سلام کیا اور بری طرح سے رونے لگا۔"

حضرت نے فرمایا۔"کیوں رو رہے ہو؟"

میں نے کہا۔"جو کچھ دیکھ رہا ہوں اس کی وجہ سے۔"

آپ نے فرمایا۔"مت رو۔یہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو پائیں گے۔"میرے دل کو اطمینان ہو گیا۔دو دن بعد میں نے متوکل اور اس کے معاون فتح بن خاقان کی موت کی خبر سنی ۔ہاں خدا کی قسم مجھے امام علیہ السلام سے ملے ہوئے ابھی دو ہی دن گزرے تھے کہ ان دونوں کی موت کی خبر سنی (۱) (اس سے زیادہ تعجب خیز بات تو یہ ہے کہ خاقان اور متوکل، متوکل کے بیٹے کے ہاتھوں قتل ہوئے۔)

---

(۱) مختار الجرائح، ص ۲۱۲

معصوم سیزدہم

امام حسن عسکری

علیہ السلام

معصوم سیزدہم :

گیارہویں امام حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام

نام: حسن

مشہور لقب: عسکری

کنیت: ابو محمد

والدین: امام علی نقی علیہ السلام و جناب سلیل سلام اللہ علیہا

وقت اور مقام ولادت: ۸ ربیع الثانی یا ۲۴ ربیع الاول سن ۲۳۲ھ مدینہ میں

وقت اور مقام شہادت: ۸ ربیع الاول سن ۲۶۰ھ معتمد کی سازش کے نتیجہ میں سامرہ میں ۲۸ سال کی عمر میں شہید ہوئے۔

مرقد: شہر سامرہ، عراق

دوران زندگی: دو مرحلوں میں تقسیم ہے۔

۱۔ امامت سے پہلے (۲۲ سال) سن ۲۳۲ سے ۲۵۴ھ تک

۲۔ دوران امامت (۶ سال) سن ۲۵۴ھ سے سن ۲۶۰ھ تک

آپ مسلسل اپنے زمانے کے ظالم حکماء کی قید میں رہے اور آخر کار زہر جفا سے شہید ہو گئے۔

۱۔ مرد و عورت کی وراثت میں فرق کے متعلق ایک سوال کا جواب

فحفکی نامی ایک شخص امام صادق علیہ السلام کے زمانے میں مشہور اعتراض کرنے والے ابن ابی العوجاء سے حد درجہ متاثر ہونے کی وجہ سے اکثر الٹے سیدھے اعتراضات کیا کرتا تھا۔ایک دن وہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں آ کر پوچھنے لگا۔

"اسلام میں عورت کی میراث ،مرد کی میراث کے نصف کیوں ہے؟ کیا اسلام کا یہ قانون بیچاری عورتوں پر ایک طرح کا ظلم نہیں ہے؟"

امام حسن عسکری علیہ اسلام نے فرمایا۔ "عورت پر جہاد واجب نہیں ہے، شوہر کا خرچ اٹھانا واجب نہیں ،مہر واجب نہیں ،لیکن یہ تمام چیزیں مرد پر واجب ہے۔"

فحفکی کہتا ہے۔ "میں نے دل میں سوچا۔ ابن ابی العوجاء نے یہی سوال امام صادق علیہ السلام سے کیا تھا، انھوں نے بھی اس کا یہی جواب دیا تھا۔ ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ امام حسن عسکری علیہ السلام نے میری طرف رخ کر کے فرمایا۔

"ہاں یہ ابن ابی العوجاء کا سوال ہے اور ہمارا جواب ایک ہے اور ہم سارے ائمہ ایک دوسرے سے مربوط اور ایک دوسرے کے برابر ہیں۔ (۱)

---

(۱) اعلام الوری، ۳۵۵

۲۔ گناہ کی پہچان

امام علی نقی اور امام حسن عسکری علیہم السلام کے صحابی اور فقیہ ابو ہاشم جعفری کہتے ہیں ۔ "میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ نے فرمایا۔" نہ بخشے جانے والے گناہوں میں سے ایک گناہ یہ بھی ہے کہ انسان کہے ۔ "لیتنی لا اواخذ الا بھذا ۔" اے کاش اس گناہ کے علاوہ اور کسی کے سلسلے میں مجھے نہ پکڑا جائے ۔"

میں نے سوچا۔ "حقیقت میں اس بات کا مفہوم بہت ہی گہری اور ظریف ہے لہذا انسان کو ہمیشہ ہوشیار رہنا چاہیے اور ہر چیز میں باریک بینی سے کام لینا چاہیے۔ (کیونکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کوئی بات کرتے ہوئے یہ سوچتا ہے کہ وہ بڑی اچھی بات کہہ رہا ہے حالانکہ وہ اس بات سے غافل رہتا ہے کہ اس کی وہ بات ایک ناقابل بخشش گناہ ہے ۔)

اچانک امام حسن عسکری علیہ السلام نے میری طرف رخ کر کے فرمایا۔ "تم صحیح سوچ رہے ہو اے ابو ہاشم ، بہت ہی توجہ اور غور کرنا چاہیے کیونکہ لوگوں کے درمیان شرک (ریا) شب تاریک میں پتھر یا سیاہ کاغذ پر چلتی ہوئی چیونٹی سے زیادہ مخفی ہے ۔"(۱)

---

(۱) اعلام الوری، ص ۳۵۶

۳-امام حسن عسکری علیہ السلام کی عظمت و کرامت

ابو ہاشم جعفری کہتے ہیں - "میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا تا کہ میں آپ کی انگوٹھی کا نگینہ مانگ کر ایک انگوٹھی بنوالوں اور اس نگینے کو تبرک کے طور پر اس میں جڑوا دوں- لیکن جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو سرے سے پوری بات ہی بھول گیا کچھ دیر بعد میں آپ کی خدمت سے اٹھا اور خدا حافظ کہنے کے بعد جیسے ہی میں نے رخصت ہونا چاہا آپ نے میری طرف ایک انگوٹھی بڑھاتے ہوئے فرمایا- "تم صرف نگینہ چاہتے تھے ہم نے تمھیں نگینے کے ساتھ انگوٹھی بھی دے دی خداوند عالم اس انگوٹھی کو مبارک قرار دے-"

اس واقعے سے مجھے بڑا تعجب ہوا کہ میرے ذہن میں موجود باتوں کو امام علیہ السلام نے بتا دیا- میں نے عرض کیا- "اے آقا حقیقت میں آپ ولی خدا اور وہی امام ہیں جس کی فضیلت اور اطاعت کو خداوند عالم نے اپنے دین کا جزء قرار دیا ہے-"

امام علیہ السلام نے فرمایا- "غفر اللہ لک یا ابا ہاشم- "خدا تمھیں بخش دے اے ابو ہاشم-(۱)

---

(۱) اعلام الوری، ص ۳۵۵

۴۔امام حسن عسکری علیہ السلام کے پیغام کا عراقی فلسفی پر اثر

اسحاق کندی عراق کے علماء میں سے تھا۔لوگ اسے ایک بہترین فلسفی اور عالم کی حیثیت سے جانتے تھے، وہ کافر اور اسلام کا منکر تھا۔اس نے فیصلہ کیا تھا کہ قرآن کی متضاد باتوں پر ایک کتاب لکھے گا، کیونکہ اس کا عقیدہ تھا کہ قرآن کی بعض آیتیں بعض دوسری آیتوں کے منافی ہیں۔اس نے اپنی یہ کتاب لکھنا شروع کر دی۔

اس کا ایک شاگرد امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا اور اس نے آپ کو پوری بات بتادی۔ آپ نے اس سے فرمایا۔

"کیا تمہارے درمیان کوئی ایسا ذہین و سوجھ بوجھ رکھنے والا شخص نہیں ہے جو استدلال اور مستحکم منطقی دلائل کے ذریعے اسے ایسی کتاب لکھنے سے باز رکھ سکے؟"

شاگرد نے کہا۔"ہم اس کے شاگرد ہیں، علمی لحاظ سے ہم اسے کسی صورت میں بھی مطمئن نہیں کر سکتے اور نہ ہی اپنے اس علم کے ذریعے اسے اس کے عقیدے سے منحرف کر سکتے ہیں۔"

امام حسن عسکری علیہ اسلام نے فرمایا۔"میں تمھیں ایک بات بتاتا ہوں تم جب اس کے پاس جانا تو پہلے اس کے اس کام مین اس کی مدد کرنا اور جب اس کے ساتھ باقاعدہ رہنے لگنا تو اس سے کہنا کہ میرے ذہن میں ایک سوال آیا ہے میں تم نے اس کا جواب پوچھنا چاہتا ہوں۔

وہ کہے گا۔ "پوچھو۔

تب تم اس سے کہنا۔ " اگر قرآن کا نازل کرنے والا تمہارے پاس آئے تو کیا یہ ممکن ہے کہ وہ یہ کہے۔ "اس آیت سے میری وہ مراد نہیں ہے جو تو سمجھ رہا ہے۔ "

استاد کندی کہے گا۔ "ہاں ایسا ممکن ہے۔

تب اس سے کہنا۔ " تمھیں کیا معلوم ہو سکتا ہے کہ قرآن میں موجود کسی آیت کا وہ مفہوم نہ ہو جو تم سمجھ رہے ہو۔ "

وہ شاگرد احاق کندی کے پاس گیا اور کچھ دنوں تک اس کتاب کی تالیف میں اس کی مدد کرتا رہا۔ جب وہ اس سے اچھی طرح سے مانوس ہو گیا تو شاگرد نے ایک دن کہا۔ " کیا یہ ممکن ہے کہ جو تو سمجھ رہا ہے خدا نے ان معانی کے علاوہ کوئی دوسرے معنی مراد لئے ہوں؟ "

استاد نے تھوڑا سا غور کیا اور کہا۔ "ذرا اپنے سوال کو دہرانا تو۔ "اس نے اپنا سوال دہرا دیا۔

استاد نے کہا۔ "ہاں واقعاً ایسا ممکن ہے کہ قرآن کے ظاہر سے واضح ہونے والے معنی کے علاوہ خدا نے ان آیات سے کوئی اور مطلب مراد لیا ہو کیونکہ بہر حال اصطلاحوں میں بہت سے احتمالات پائے جاتے ہیں۔

پھر اس نے اپنے اس شاگرد سے کہا۔ "سچ بتا تجھے یہ بات کس نے سکھائی ہے؟ "

شاگرد نے کہا۔ "یوں ہی میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ بات تم سے پوچھنا چاہیے۔ "

استاد نے کہا۔ "یہ نہایت اہم سوال اور بہت ہی دقیق و ظریف بلند و عمیق بات ہے بعید ہے کہ تیرے ذہن میں ایسی بات آئے۔ "

شاگرد نے کہا۔ "میں نے یہ بات امام حسن عسکری علیہ السلام سے سنی ہے۔"

استاد نے کہا۔ "اب جا کر تو نے حقیقت بیان کی ہے اس طرح کی باتیں خاندان رسالت کے علاوہ اور کسی کے منہ سے نہیں سنی جاسکتیں۔"

اس کے بعد استاد نے آگ منگوائی اور قرآن کے تناقضات کے بارے میں اس نے جو کچھ بھی لکھا تھا سب جلاڈالا۔(۱)

۵۔امام کے توسط سے مسلمانوں کی عزت کی حفاظت

متوکل کا دور حکومت تھا اس نے امام حسن عسکری علیہ السلام کو حق کے دفاع کے جرم میں سامرہ کے قید خانے میں ڈال رکھا تھا۔ اسی سال بارش نہ ہونے کی وجہ سے قحط پڑ گیا کھیت خشک ہو گئے اور پالتو جانور مرنے لگے۔

مسلمان تین دن لگاتار صحرا میں جا جا کر نماز استسقاء پڑھتے رہے مگر اس کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ بارش نہیں ہوئی لیکن چوتھے دن جاثلیق (پوپ) نے چند عیسائیوں کے ساتھ میدان میں جا کر دعا کی تو بارش ہو گئی۔

مسلمانوں نے پانچویں دن پھر صحرا میں جا کر نماز استسقاء پڑھی مگر بارش نہ ہوئی یہ مسلمانوں کے لئے بڑی بے عزتی کی بات ہوئی۔ کچھ لوگوں کو دین اسلام کی حقانیت میں ہی

---

(۱) مناقب آل ابیطالب ج ۴، ص ۴۲۴

شک ہونے لگا۔اس سلسلے میں باتیں بڑھنے لگیں کیونکہ چھٹے روز بھی عیسائی اپنے پوپ کے ساتھ صحرا میں دعا کرنے کے لئے پہنچ گئے تھے چوتھے دن کی طرح اگر آج بھی ان کی دعا قبول ہو جاتی اور بارش ہونے لگتی تو مسلمانوں کی بڑی بے عزتی ہوتی وہ عیسائیوں کے سامنے ذلیل ہو جاتے۔

لہذا ایسے سخت موقع پر متوکل کو قید میں رہ رہے امام حسن عسکری علیہ السلام کی یاد آئی اس نے حکم دیا کہ آپ کو قید سے نکالا جائے۔زندان سے نکال کر آپ کو متوکل کے لایا گیا تو اس نے امام علیہ السلام سے کہا۔"اے ابو محمد اپنے جد کے دین کو بچاؤ۔"

امام حسن عسکری علیہ السلام اپنے چند غلاموں کے ساتھ باہر تشریف لائے پھر آپ نے اپنے ایک غلام سے کہا۔

"تو بھی ان عیسائیوں کے مجمع کے ساتھ ہو جا جب یہ پوپ دعا کے لئے اپنا ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے تو قریب جا کر اس کے داہنے ہاتھ کی انگلیوں کے درمیان جو چیز موجود ہو اسے کو لے آنا۔"

وہ غلام عیسائیوں کی بھیڑ کے ساتھ ہو لیا اور صحرا میں پہنچنے کے بعد پوپ کی بغل میں کھڑا ہو گیا۔جیسے ہی اس نے دعا کے لئے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے غلام نے فوراً ہی اس کے داہنے ہاتھ کی انگلیوں میں موجود سیاہ ہڈی کو اچک لیا،اس دن اس پوپ کے ساتھ مل کر عیسائیوں نے بڑی دعائیں مانگی لیکن بارش نہ ہوئی بلکہ مطلع اور صاف ہو گیا اور تیز دھوپ بھی نکل آئی وہ سب منہ لٹکائے لوٹ آئے۔

متوکل نے امام حسن عسکری علیہ السلام سے پوچھا۔"یہ کیسی ہڈی ہے؟"

آپ نے فرمایا۔"یہ کسی پیغمبر کی قبر سے نکالی گئی ہڈی ہے،جب بھی کسی نبی

کے بدن کی ہڈی کھلے میں ہوتی ہے تو بارش ہونے لگتی ہے۔"(۱)

اس طرح مسلمانوں کی عزت بچ گئی اور عیسائیوں کے سامنے اسلام کی شوکت و عظمت پر آنچ نہ آنے پائی۔

۶۔ جیل کا جلاد اور آپ کی عظمت

امام حسن عسکری علیہ السلام متوکل کے دور حکومت میں مختلف قید خانوں میں بند رہے۔ اس نے کچھ دنوں کے لئے آپ کو ایک نہایت سفاک، تجربہ کار اور درندہ نما جلاد شخص نحریر کے سپرد کر دیا تھا۔ جیل میں وہ آپ کے ساتھ نہایت بے رحمی سے پیش آتا اس کے سفاکانہ رویہ نے آپ کا جینا دوبھر کر رکھا۔

چونکہ نحریر کی بیوی امام علیہ السلام کی جیل میں عبادت اور آپ کے سجدوں سے تھوڑا بہت آشنا تھی لہذا وہ اپنے شوہر سے کہا کرتی۔ " خدا سے ڈر، تجھے نہیں معلوم کہ تو نے اس قید خانے میں کتنی عظیم اور بلند شخصیت کو قید کر رکھا ہے مجھے ڈر ہے کہ کہیں تو کسی بڑی بلا میں گرفتار نہ ہو جائے۔"

بجائے اس کے کہ نحریر اپنی بیوی کی باتوں سے متاثر ہوتا اس کا اس پر الٹا ہی اثر ہوا۔ ایک دن وہ غصہ میں آکر اپنی بیوی سے کہنے لگا خدا کی قسم میں اسے درندوں کے

---

(۱) مناقب آل ابیطالب، ج ۴، ص ۴۲۵

کٹہرے میں ڈال دوں گا۔"

حکام بالا سے اجازت لینے کے بعد نحریر نے ایسا ہی کیا اس نے حکم دیا کہ آپ کو جنگلی جانوروں کے کٹہروں کے اندرونی حصے میں پہنچا دیا جائے اس میں ذرہ برابر بھی شک نہیں تھا کہ درندے امام کو کھا جائیں گے۔

لیکن کچھ ہی دیر بعد نحریر اور جیل کے دوسرے سپاہیوں نے دیکھا کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں اور درندے آپ کے اطراف نہایت خاموشی سے دائرہ بنائے کھڑے ہیں۔یہ دیکھ کر اس نے حکم دیا کہ آپ کو گھر پہنچا دیا جائے۔(۱)

۷۔ دوستوں کے ساتھ امام کا خاص سلوک

ابو ہاشم جعفری امام حسن عسکری علیہ السلام کے شاگردوں میں سے تھے،انھوں نے امام کے ساتھ کچھ مستحبی روزے رکھے وہ آپ ہی کے ساتھ افطار بھی کرتے تھے۔

ایک دن بھوک کی وجہ سے ابو ہاشم بڑی کمزوری کا حملہ ہوا اور روزہ ان کے لئے نا قابل برداشت ہو گیا،وہ دوسرے کمرے میں گئے اور بڑی خاموشی سے وہاں رکھی ہوئی روٹی کے چند ٹکڑے کھا لئے،اس کے بعد وہ کچھ بولے بغیر امام علیہ السلام کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔

امام علیہ السلام نے اپنے غلام سے فرمایا۔"ابو ہاشم کے لئے کھانا لے آؤ کیونکہ

---

(۱) اعلام الوری،ص ۳۶۰

انھوں نے اپنا روزہ توڑ لیا ہے۔"

ابو ہاشم مسکرانے لگے۔

امام علیہ السلام نے ان سے کہا۔"ابو ہاشم کیوں مسکرا رہے ہو؟ اگر قوت چاہتے ہو تو گوشت کھاؤ، روٹی میں طاقت نہیں ہے۔"(۱)

اس طرح سے امام اپنے دوستوں اور چاہنے والوں کے ساتھ بہترین طریقے سے پیش آتے ان کے ساتھ مزاح کرتے حالانکہ آپ امامت کے عظیم عہدے پر فائز تھے۔

۸۔ مسلمانوں کے مشکل کشا

ابو فرات امام حسن عسکری کے زمانے کا ایک شیعہ تھا وہ کہتا ہے۔"میرے چچا زاد بھائی نے مجھ سے دس ہزار درہم قرض لیا تھا، میں نے کئی دفعہ اس سے مطالبہ کیا لیکن اس نے انکار کرتے ہوئے بڑی شدت سے میرے مطالبے کو مسترد کر دیا آخر کار میں نے امام حسن عسکری علیہ السلام کو خط لکھ کر صورت حال بتائی اور عرض کیا کہ آپ میرے لئے دعا کیجئے کہ وہ میرا پیسہ مجھے دے دے۔

امام علیہ السلام نے میرے خط کا جواب دیا، جس میں لکھا تھا۔"تیرا بھائی جمعہ کے بعد مر جائے گا اور مرنے سے پہلے وہ تیرا قرض ادا کر دے گا۔"

---

(۱) مناقب آل ابی طالب، ج ۴، ص ۴۳۹

جمعہ سے ایک دن پہلے ہی میرے چچا کے لڑکے نے میرا قرض ادا کر دیا میں نے اس سے کہا۔ "یہ کایا پلٹ کیسے ہوئی؟ پہلے تو میں کئی دفعہ تیرے پاس اس کے مطالبے کے لئے آیا تھا لیکن تو نے قرض ادا نہیں کیا اور آج خود ہی لے کر آ گیا ہے؟"

اس نے کہا۔ "عالم خواب میں میں نے امام حسن عسکری سے ملاقات کی آپ نے مجھ سے فرمایا۔ "تیری موت کا وقت قریب آچکا ہے، اپنے بھائی کا قرض چکا دے۔" (۱)

۹۔ سرکش اونٹ کا رام ہونا

احمد بن حارث قزوینی کہتا ہے۔ "میں اپنے والد کے ساتھ سامرہ میں تھا جہاں میرے والد، امام حسن عسکری علیہ السلام سے منسوب ایک سرائے کے اونٹوں کے نگہبان تھے۔ المستعین (عباسیوں کا بارہواں خلیفہ) کے پاس ایک ایسا اونٹ تھا جو نہایت خوبصورت، بلند قامت، اور چابکی میں بے نظیر تھا لیکن وہ بہت ہی سرکش تھا کسی کو بھی اپنے اوپر سوار نہیں ہونے دیتا۔

بہت سے ماہر سواروں نے اکٹھے ہو کر، مختلف تدبیروں سے اسے رام کرنا چاہا لیکن کوئی بھی تدبیر کامیاب نہ ہو سکی وہ اس کی پیٹھ پر سوار نہ ہو سکے۔

مستعین کے ایک قریبی نے اس سے کہا۔ "حسن بن علی (امام حسن عسکری علیہ

---

(۱) کشف الغمہ، ج ۳، ص ۲۱۱

السلام) کو یہاں بلوائے اور اس اونٹ پر سوار ہونے کا حکم دے یا وہ اس پر سوار ہو جائیں گے یا یہ انھیں مار ڈالے گا۔"

مستعین نے امام علیہ السلام کے پاس ایک آدمی بھیج کر آپ کو بلوایا، آپ کو مجبوراً اس کے پاس آنا پڑا۔ میرے والد بھی آپ کے ساتھ تھے۔ جیسے ہی امام حسن عسکری علیہ السلام، مستعین کے گھر پہنچے میں بھی وہاں پہنچ گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ اونٹ صحن میں نہایت سرکشی سے کھڑا ہوا ہے امام نے اس کے پاس جاکر اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا میں نے دیکھا کہ وہ اونٹ اس طرح سے پسینہ میں تر ہو گیا کہ اس کے بدن سے پسینے کے قطرات ٹپکنے لگے اس کے بعد امام علیہ السلام مستعین کے پاس آئے اس نے بڑے احترام سے آپ کا استقبال کیا اور کہا۔

"اے ابو محمد اس اونٹ کو نکیل لگا دیجئے۔"

امام علیہ السلام نے اپنا لبادہ اتارا اور اونٹ کے پاس جا کر اس کو نکیل لگا دی اس کے بعد مستعین کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔

مستعین نے کہا۔ "اس اونٹ پر زین لگا دیجئے۔"

آپ اٹھ کے گئے اور اس کی پیٹھ پر زین رکھنے کے بعد اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گئے۔

مستعین نے کہا۔ "کیا آپ اس پر سوار ہونے چاہتے ہیں؟"

امام علیہ السلام نے فرمایا۔ "ہاں" اس کے بعد آپ اس اونٹ پر سوار ہوئے اور اس اونٹ کو بہترین طریقے سے چند قدم آگے لے جانے کے بعد لوٹ آئے اور اس کی پیٹھ سے اتر گئے، مستعین نے پوچھا۔ "اونٹ کیسا ہے؟"

آپ نے فرمایا۔ "خوبصورتی اور چال میں بے نظیر ہے۔"

مستعین نے کہا۔"میں نے یہ آپ کو دے دیا۔"

امام حسن عسکری علیہ السلام نے میرے والد سے فرمایا۔"اس اونٹ کو لے لو۔"

میرے والد نے وہ اونٹ لے لیا۔(۱)

۱۰-امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت اور امام زمانہ علیہ السلام کی سچائی کی تین دلیلیں

ابو الادیان امام حسن عسکری علیہ السلام کا ایک خدمت گزار تھا جو آپ کے خطوط بھی پہنچایا کرتا جب امام بیمار ہوئے اور بستر مرگ پر پہنچ گئے تو آپ نے ابو الادیان کو طلب فرمایا اور اسے کچھ خطوط دیتے ہوئے فرمایا۔

"یہ خطوط مدائن لے جانا اور ان کے مالکوں تک پہنچا دینا پندرہ دن کے سفر کے بعد جب تم سامرہ واپس پہنچو گے تو میرے گھر سے رونے کی آوازیں سنائی دیں گی گھر آنے کے بعد تم میرے جنازے کو غسل کے تختے پر دیکھو گے۔"

ابو الادیان کہتا ہے کہ میں نے کہا۔"اے میرے آقا! اگر ایسا ہو جائے گا تو میں کس کے پاس جاؤں گا؟ آپ نے فرمایا۔ اس کے پاس جانا جو میرے خطوں کے جواب کا مطالبہ کرے۔"

---

(۱) کشف الغمۃ: ج ۳، ص ۲۸۵

میں نے کہا۔ "کچھ اور علامتیں بتادیں۔"

تو آپ نے فرمایا۔ "جو میری نماز جنازہ پڑھائے۔"

میں نے کہا۔ "کچھ اور نشانیاں بتادیں آپ نے فرمایا۔

جو تھیلیوں کے اندر موجود چیزوں کے بارے میں بتادے گا وہی میرے بعد قائم ہو گا۔"

اس کے بعد امام علیہ السلام کے رعب کی وجہ سے میں مزید سوال نہ کر پایااور مدائن چلا گیا جہاں میں نے وہ تمام خطوط ان کے مالکوں تک پہنچانے کے بعد ان کا جواب لیا اور پندرہ دن کے بعد سامرہ لوٹ آیا اچانک جیسا کہ امام نے فرمایا تھا، میں نے امام حسن عسکری علیہ السلام کے گھر سے رونے کی آواز سنی میں آپ کے گھر آیا تو میں نے دیکھا کہ جعفر کذاب (آپ کا بھائی) وہاں کھڑا ہے اور شیعہ اسے گھیرے امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت کی تعزیت پیش کرتے ہوئے اسے امام بن جانے پر مبارک باد پیش کر رہے ہیں۔

میں نے سوچا۔ "اگر یہ امام بن جائے گا تو امامت کی عظمت خاک میں مل جائے گی۔" کیونکہ میں جعفر کو بڑی اچھی طرح سے جانتا تھا وہ شرابی اور جواری ہونے کے ساتھ ساتھ گانے بجانے کا بھی دلدادہ تھا۔ میں نے اس کے پاس جاکر تعزیت پیش کی اور مبارکباد بھی دی لیکن اس نے مجھ سے کچھ بھی نہیں پوچھا۔

اس کے بعد عقید (امام حسن عسکری علیہ السلام کے غلام) نے آکر جعفر سے کہا۔

"اے میرے آقا آپ کے بھائی کے جنازے کی تکفین ہو چکی ہے نماز کے لئے آئیے۔"

جعفر اپنے شیعوں کے ساتھ گھر میں داخل ہوا۔ میں بھی ساتھ تھا۔ ہم سب امام حسن

عسکری علیہ السلام کی میت کے پاس کھڑے ہو گئے اور جعفر نماز جنازہ پڑھانے کے لئے آگے بڑھا۔ جیسے ہی اس نے تکبیر کہنا چاہا ایک گندمی رنگ گھنگھرالے بالوں اور خوبصورت بالوں والے لڑکے نے آگے بڑھ کر جعفر کی ردا کھینچتے ہوئے کہا۔

"تاخر یا عم فانا احق بالصلوۃ علی ابی۔

اے چچا! پیچھے ہٹو۔ میں اپنے باپ کی نماز پڑھانے کا، تم سے زیادہ حقدار ہوں۔"

جعفر پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔

اس بچے نے آگے بڑھ کر نماز جنازہ پڑھائی اور اس کے بعد امام حسن عسکری علیہ السلام کو ان کے والد امام علی نقی علیہ السلام کی قبر کے پاس سامرہ میں ہی دفن کر دیا گیا۔

اس کے بعد اس بچے نے مجھ سے کہا۔ "تیرے پاس جو خطوں کے جواب ہیں انھیں لے آ۔"

میں نے وہ خطوط اس بچے کو دیتے ہوئے سوچا۔ "دو علامتیں (نماز جنازہ پڑھانا اور خطوط کا مطالبہ کرنا) تو پوری ہو چکی ہیں اب صرف ایک علامت باقی بچتی ہے۔"

میں نے جعفر کذاب کو دیکھا کہ وہ بڑا پریشان ہے حاجز وشاء نامی ایک شخص نے اس سے کہا۔ "وہ کون لڑکا تھا؟"

جعفر نے کہا۔ "خدا کی قسم! میں اس لڑکے کو بالکل نہیں پہچانتا۔ میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا۔"

ابو الادیان نے آگے کہتے ہیں۔ "ہم یوں ہی بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک قم سے کچھ لوگ آئے اور امام حسن عسکری علیہ السلام کا پتہ پوچھنے لگے جب انھیں معلوم ہوا کہ آپ شہید ہو چکے ہیں تو انھوں نے پوچھا۔ "آپ کے بعد کون امام ہے؟"

لوگوں نے جعفر کی طرف اشارہ کر دیا۔

ان لوگوں نے جعفر کو سلام کیا اور اسے تعزیت اور تہنیت پیش کرنے کے بعد عرض کیا۔ "ہمارے پاس کچھ رقم اور خطوط ہیں ہمیں بتاؤ کہ ان خطوط کو کس نے بھیجا ہے اور وہ رقم کتنی ہے؟"

جعفر کھڑا ہو گیا۔ "اس نے اپنے کپڑے کو ہلاتے ہوئے کہا۔ "تمھیں ہم سے علم غیب کی توقع ہے؟"

اسی دوران گھر سے ایک خادم نے نکل کر کہا۔ "تمہارے پاس فلاں فلاں کے خطوط ہیں اور تمہارے پاس ایک تھیلی ہے جس میں ایک ہزار دینار ہے اور اس میں سے دس دینار۔

اہل قم نے خطوط اور رقم اس خادم کو دیتے ہوئے کہا۔ "امام وہی ہے جس نے تجھے ہمارے پاس بھیجا ہے۔"

اس واقعے کے بعد جعفر نے معتمد کے پاس جا کر کہا۔ "میرے بھائی کے گھر میں ایک لڑکا ہے جسے شیعہ امام سمجھتے ہیں۔"

معتمد نے اس لڑکے کی گرفتاری کے لئے اپنے سپاہیوں کو بھیجا وہ آئے اور تلاشی کے بعد انھوں نے امام حسن عسکری علیہ السلام کی "صقیل" نامی ایک کنیز کو گرفتار کیا اور اس سے بچے کا مطالبہ کرنے لگے اس نے انکار کرتے ہوئے لاعلمی کا مظاہرہ اور انھیں اس بچے کی تلاش سے باز رکھنے کے لئے کہا۔ "میرے پیٹ میں امام حسن عسکری علیہ السلام کا بچہ ہے۔"

سپاہیوں نے اس کنیز کو ابن ابی الشوارب قاضی کے سپرد کیا (تاکہ بچہ پیدا ہونے

کے بعد اسے قتل کر دے) اسی دوران وزیر عبید اللہ بن یحیی بن خاقان مر گیا اور صاحب زنج نے بصرے میں بغاوت کر دی لہٰذا خلافت اس طرف مشغول ہو گئی جس کی وجہ سے اس بچے کی تلاش کا معاملہ ٹھنڈا پڑ گیا وہ کنیز بھی قاضی کے گھر سے نکل کر اپنے گھر آ گئی۔(۱)

---

(۱). بحار الانوار ج ۵۰ ص ۳۳۲ اور ۲۳۳

معصوم چہاردہم

امام زمانہ

عجل اللہ تعالی فرجہ

معصوم چہاردہم

امام دوازدہم حضرت مہدی علیہ السلام

نام ـــ: آپ کا نام رسول خدا کا تھا (م ـ ح ـ م ـ د)

مشہور القاب ـــ: مہدی موعود، امام عصر، صاحب الزمان، بقیۃ اللہ، قائم

والدین ـــ: امام حسن عسکری علیہ السلام اور جناب نرجس سلام اللہ علیہا

وقت اور مقام ولادت ـــ: ۱۵ شعبان سن ۲۵۵ھ یا ۲۵۶ھ سامرہ میں، اور تقریباً پانچ سال اپنے والد کے زیر سایہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہے۔

دوران زندگی ـــ: چار مرحلوں میں تقسیم ہے

۱۔ بچپنا تقریباً پانچ سال اپنے والد کے زیر سایہ خفیہ طور سے زندگی گزاری تاکہ دشمنوں کی طرف سے کوئی نقصان نہ پہنچے، اور جب سن ۲۶۰ھ میں آپ کے والد شہید ہو گئے تو آپ مقام امامت پر فائز ہوئے۔

۲۔ غیبت صغریٰ کا آغاز سن ۲۶۰ھ سے ہوا اور تقریباً ۷۰ سال یعنی سن ۳۲۹ھ میں غیبت صغریٰ ختم ہوئی (اس سلسلے میں دوسرے اقوال بھی ہیں۔)

۳۔ غیبت کبریٰ ۳۲۹ھ میں شروع ہوئی اور خدا جب تک خدا کی مرضی ہوگی جاری رہے گی۔

۴۔ آپ کے ظہور کا زمانہ آپ کی عالمی حکومت کا عصر زریں ہوگا

نواب اربعہ :

غیبت صغری کے عرصے میں آپ اپنے چار نائبوں سے رابطہ رکھتے تھے جنھیں " نواب اربعہ " کہا جاتا ہے یہ لوگ امام اور لوگوں کے درمیان واسطہ تھے ان کے نام یہ ہیں " عثمان بن سعید، محمد بن عثمان، حسین بن روح اور علی بن محمد سیمری، علی بن محمد سیمری کی وفات کے وقت امام زمانہ عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف نے انھیں حکم دیا کہ اب وہ اپنے بعد کسی جانشین کا تعین نہ کریں۔

عام نائب ـــ: غیبت صغری کے بعد آپ کے عموی نائب ہیں جن کا تعین نہیں ہوا ہے بلکہ ایسے لوگوں کے صفات بیان کئے گئے ہیں لوگ انھیں اوصاف کے ذریعہ ان کی شناخت کر سکتے ہیں وہ ایسے فقہاء ہوتے ہیں جن میں تمام ضروری شرائط موجود ہوں اور جسے ولایت فقیہ حاصل ہونے کی وجہ سے ولی فقیہ کہا جاتا ہو، غیبت کے زمانے میں لوگ اس سے رجوع کرتے ہیں کیونکہ امام علیہ السلام نے انھیں لوگوں پر حجت قرار دیا ہے اور فرمایا ہے ان کا حکم میرا حکم ہے اور ان کی مخالفت میری مخالفت ہے (۱)

****

---

(۱) اصول کافی، ج ۱- وسائل الشیعہ، ج ۱۸، ص ۹۸

ا۔امام زمانہ (ع) سے احمد بن اسحاق کی ملاقات

احمد بن اسحاق (جو قم میں امام حسن عسکری علیہ السلام کے وکیل تھے) کہتے ہیں۔"
ہم امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے آپ سے پوچھا۔
"آپ کا جانشین کون ہے؟"
آپ تیزی سے ایک کمرے میں داخل ہوئے اور ایک لڑکے کو کاندھے پر بٹھا کر لے آئے میں نے دیکھا کہ اس لڑکے کا چہرہ چودہویں کے چاند کی طرح دمک رہا ہے آپ نے فرمایا۔
" میرا جانشین یہ ہے، جس کا نام اور کنیت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا نام اور کنیت ہے جو زمین کے گوشے گوشے کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہو گی۔ اے احمد! امت میں اس کی مثال نبی خضر اور ذوالقرنین کی طرح ہے ان کی طرح یہ بھی طویل غیبت میں رہے گا، خدا کی قسم اس زمانے میں صرف وہی نجات یافتہ ہو گا جو اس کی غیبت پر ایمان رکھتا ہو اور اس کے ظہور کی تعجیل کے لئے دعا کرتا ہو۔"
احمد نے عرض کیا۔"میرے اطمینان قلب کے لئے کوئی علامت بھی بتا دیں۔"
اچانک اس بچے نے (جس کی عمر اس وقت تین سال تھی) فصیح عربی میں کہا۔
انا بقیۃ اللہ فی ارضہ والمنتقم من اعداء اللہ فلا تطلب اثر بعد عین یا احمد بن اسحاق
"میں خدا کی زمین پر بقیۃ اللہ، اور دشمنان خدا سے انتقام لینے والا ہوں تو اے احمد

بن اسحاق آنکھوں سے دیکھ لینے کے بعد اب تو کسی دلیل کا مطالبہ نہ کر۔"

احمد کہتے ہیں۔" میں بہت ہی خوش ہوا اور امام حسن عسکری کے گھر سے خوش خوش نکل آیا دوسرے دن میں پھر آپ کے حضور پہنچ گیا میں نے عرض کیا۔" آپ نے یہ جو میرے اوپر احسان کیا اور اپنے جانشین کو دکھا دیا اس کی وجہ سے میں بہت خوش ہوں میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں کہ آنحضرت کون سی چیزوں میں جناب خضر و ذوالقرنین سے شباہت رکھتے ہیں؟"

امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا۔"طولانی غیبت میں۔"

میں نے عرض کیا۔"اے فرزند رسول کیا ان کی غیبت طولانی ہو گی؟"

آپ نے فرمایا۔"ہاں اس کی غیبت اتنی طویل ہو گی کہ اس پر اعتقاد رکھنے والے کچھ لوگ اپنے عقیدے سے منحرف ہو جائیں گے اس کی غیبت پر صرف وہی ایمان رکھ سکے گا جس کا ہم سے تعلق مضبوط ہو گا اور جس کا دل ایمان سے بھرا ہو گا اور جو روح القدس کی طرف سے موید ہو گا۔" اس کے بعد آپ نے فرمایا۔

"اے احمد یہ خدا کے اسرار میں سے ایک راز ہے اس پر ایمان رکھو اور خدا کا شکر ادا کرو تا کہ قیامت میں بلند درجات میں تم ہمارے ساتھ رہو۔" (۱)

---

(۱) کشف الغمہ، ج ۲، ص ۴۴۸

۲۔ امام زمانہ علیہ السلام کا بچپن

شیخ صدوق اپنی سند سے یعقوب بن منقوس سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا۔ "میں ایک دن امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں گیا آپ گھر کے ایک چبوترے پر تشریف فرما تھے اس چبوترے کی داہنی طرف ایک کمرہ تھا جس پر پردہ پڑا ہوا تھا میں نے عرض کیا۔ "اے آقا (آپ کے بعد) صاحب امر کون ہو گا؟"

آپ نے فرمایا۔ "کمرہ کا پردہ اٹھا دو۔" میں نے پردہ اٹھا دیا۔ اچانک اس کمرہ سے ایک لڑکا برآمد ہوا جس کا قد تقریباً پانچ بالشت رہا ہو گا اس کے ظاہر سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ آٹھ یا دس سال کا ہو گا (حالانکہ اس وقت آپ کی عمر پانچ سال تھی لیکن بلند قامتی کی وجہ سے آپ اس طرح نظر آرہے تھے) چمک دار پیشانی، گورا رنگ اور چمکتی آنکھیں، ہتھیلیاں مضبوط اور کھردری، گھٹنے زمین کی طرف جھکے ہوئے، داہنے رخسار پر تل اور بال زلف کی صورت میں تھے وہ آکر امام حسن عسکری علیہ السلام کی گود میں بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا۔ " تمہارا صاحب امر یہ ہے " اس کے بعد وہ بچہ آپ کی گود سے کود کر چلا گیا۔ امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا۔

" ادخل الی الوقت المعلوم " مخصوص وقت تک کے لئے داخل ہو جاؤ۔ " وہ اس کمرہ میں چلا گیا اس کے آپ نے مجھ سے فرمایا۔

" کمرے میں دیکھو۔"

میں نے وہاں جا کر دیکھا لیکن وہاں کوئی بھی موجود نہیں تھا۔"(۱)

۲۔امام حسن عسکری علیہ السلام کے جانشین کی تلاش

امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت کے بعد مصر کا ایک شخص کچھ مال لیکر مکہ آیا جو امام زمانہ علیہ السلام سے تعلق رکھتا تھا۔یہاں آپ کی علامتوں میں اختلاف ہو گیا کچھ لوگوں نے کہا امام حسن عسکری علیہ السلام بغیر اپنا کوئی جانشین معین کئے اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہو گئے اور کچھ لوگوں کا کہنا تھا کہ امام کا جانشین ان کا بھائی جعفر ہے اسی طرح کچھ لوگوں نے کہا کہ ان کا جانشین ان کا بیٹا ہے آخر ابو طالب نام کے ایک شخص کو تحقیق کے لئے معین کیا گیا اور نزدیک سے حالات کا جائزہ لینے کے لئے اسے سامرہ بھیجا گیا اس کے پاس ایک خط بھی تھا۔

ابو طالب سامرہ پہنچنے کے بعد سب سے پہلے جعفر کذاب کے پاس گیا اور اس نے اس کہا کہ وہ اپنے دعوائے امامت کے لئے کوئی دلیل اور معجزہ دکھائے۔

جعفر نے کہا۔"میں ایسے کسی کام کے لئے ہر گز تیار نہیں ہوں۔"

ابو طالب امام زمانہ علیہ السلام (امام حسن عسکری علیہ السلام) کے گھر گیا اس نے آپ کے خاص سفیروں کے ذریعہ آپ کے پاس خط بھیجا جس کا جواب آیا۔"خدا تجھے تیرے دوست کی مصیبت میں اچھی جزا دے کیوں کہ وہ دنیا سے رخصت ہو چکا ہے اور اس نے اپنی دولت

---

(۱) کشف الغمۃ، ج ۲، ص ۴۵۰، اعیان الشیعہ، چاپ ارشاد، ج ۲، ص ۷

ایک امانت دار شخص کے سپرد کر دی ہے اس نے وصیت کی ہے اس دولت کو کسی بھی شرعی کام میں مصرف کیا جائے۔"

اس کے علاوہ آپ نے ابو طالب کا جواب بھی دیا(۱)

اس طرح ابو طالب کو معلوم ہو گیا کہ امام حسن عسکری علیہ السلام جانشین وہی بچہ ہے جس نے اس کے خط کا جواب دیا اور مصری شخص کی وصیت کے مندرجات کو بتادیا۔

۴۔ابن مہزیار کے نام ایک خط

محمد بن ابراہیم بن مہزیار جو اہواز میں امام حسن عسکری کے وکیل کے بیٹے تھے، کہتے ہیں۔"امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات کے بعد میں ان کے جانشین کے متعلق شک و تردید میں مبتلا ہو گیا میرے والد کے پاس امام زمانہ علیہ السلام سے متعلق بہت سی رقم اکٹھی ہو گئی تھی۔ میرے والد نے وہ پیسہ لیا اور کشتی پر سوار ہو گئے میں بھی انھیں پہنچانے کے لئے کچھ دور ساتھ ساتھ چلا۔ کشتی میں انھیں بہت تیز بخار چڑھا۔انھوں نے مجھ سے کہا۔" بیٹے مجھے واپس لے چلو کہ بخار موت کی نشانی ہے اس کے بعد کہا۔" اس دولت کے متعلق اللہ سے ڈرنا اس کے بعد انھوں نے اپنی وصیت کی اور تین دن بعد انتقال کر گئے۔

میں نے سوچا۔" میرے والد نے یوں ہی وصیت نہیں کی ہے میں اس دولت کو

---

(۱) ترجمہ ارشاد شیخ مفید، ج ۲، ص ۳۴۲

بغداد لے جاؤں وہاں ایک کرایہ کا گھر لیکر اس وقت تک رہوں گا جب تک میرے نزدیک کوئی امام زمانہ برحق ثابت نہ ہو جائے۔ ثابت ہونے کے بعد میں یہ مال اس کے سپرد کر دوں۔"

میں بغداد گیا اور دریا کے کنارے ایک کرائے کے گھر میں میں نے وہ مال رکھ دیا کچھ ہی دنوں بعد امام زمانہ علیہ السلام کی طرف سے میرے نام ایک خط آیا جس میں اس دولت کی تمام علامتیں۔یہاں تک کہ اس میں ایسی باتیں بھی لکھی تھیں جن کا مجھے درست علم نہیں تھا مجھے یقین ہو گیا اور میں نے تمام دولت اس خط لانے والے شخص کے سپرد کر دی کچھ ہی دنوں بعد ایک دوسرا خط آیا جس میں لکھا تھا

"ہم نے تجھے تیرے باپ کی جگہ معین کر دیا ہے خدا کا شکر کر(۱)"

۵۔ایک شیعہ کی دلجوئی

ابراہیم بن محمد نیشاپوری کہتا ہے۔"نیشاپور کے ظالم حکمراں عمرو بن عوف نے فیصلہ کیا کہ مجھے (اہل بیت علیہم السلام سے محبت کے جرم میں) سزائے موت دے۔میں بہت ڈرا، اور اپنے رشتہ داروں سے رخصت ہو کر سامرا آ گیا جہاں امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ کر میں چھپنا چاہتا تھا میں جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے وہاں ایک بچے کو دیکھا جس کا چہرہ چودہویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا اس کے حسن کے پر تو

---

(۱) ترجمہ ارشاد مفید ج ۲، ص ۳۲۲

سے میں اتنا مسرور ہوا کہ اپنی پریشانی بھی بھولنے لگا اچانک اس بچے نے کہا۔ "اے ابراہیم بھاگو مت میری حیرت اور زیادہ ہوگئی میں نے امام حسن عسکری سے عرض کیا۔ " یہ کون بچہ ہے جو میرے باطن سے بھی آگاہ ہے؟" آپ نے فرمایا۔

"ھو ابنی و خلیفتی من بعدی۔ "یہ میرا بیٹا اور میرے بعد میرا جانشین ہے۔"

جس طرح امام زمانہ نے مجھے بتایا تھا اسی طرح خداوند عالم نے مجھے اس ظالم حاکم کے شر سے نجات دی کیونکہ معتمد عباسی نے اپنے بھائی کو عمر بن عوف کے قتل کے لئے بھیج دیا(۱)

۶۔ بیمار کی شفا

بزرگ عالم اور عظیم محدث صاحب کتاب " کشف الغمہ " علی بن عیسی اربلی نقل کرتے ہیں۔ " سید باقی بن عطوہ نے مجھ سے نقل کیا ہے " میرا باپ عطوہ زیدی مذہب کا ماننے والا تھا، وہ بیمار ہوا اور اس کی بیماری بڑھتی ہی گئی اس زمانے کے تمام اطباء اس کے علاج میں ناکام ہوگئے ہیں اور میرے بھائی اس کے بیٹے ہونے کے باوجود مذہب شیعہ اثنا عشری کی طرف مائل تھے اسی لئے ہمارا باپ ہم سے خوش نہیں تھا وہ اکثر ہم سے کہا کرتا۔ "میں تمہارے

---

(۱) اثبات الرجعہ، فضل بن شاذان، مطابق نقل اثبات الھداۃ، ج ۷، ص ۲۵۶

مذہب کو اس وقت تک قبول نہیں کر سکتا جب تک یہ تمہارا صاحب (امام مہدی علیہ السلامؑ) آکر میری بیماری دور نہ کر دے۔"

ایک دن اتفاق سے نماز عشاء کے بعد ہم سب ایک جگہ اکٹھے ہی بیٹھے تھے کہ ہم نے سنا کہ ہمارا باپ چیخ رہا ہے۔ "اپنے صاحب سے مل لو کہ وہ ابھی میرے پاس سے گئے ہیں۔" ہم بڑی تیزی سے گھر سے باہر آئے لیکن بہت دوڑ دھوپ کرنے اور چاروں طرف گھومنے کے بعد بھی ہم انھیں کہیں دیکھ نہ سکے ہم نے واپس آکر اپنے والد سے پوچھا۔ "کیا بات ہوئی تھی؟"

اس نے کہا۔ "ایک شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا۔ "اے عطوہ۔"

میں نے کہا۔ "تم کون ہو؟"

اس نے کہا۔ "میں تمہارے بیٹوں کا "صاحب" ہوں میں اس لئے آیا ہوں تا کہ خدا کے اذن سے تجھے شفایاب کر دوں۔" اس کے بعد اس نے میرے بدن پر ہاتھ پھیرا اور اسی وقت میری بیماری دور ہو گئی اور میں پوری طرح سے صحت یاب ہو گیا۔(۱)

---

(۱) اثبات الھداۃ، ج ۷، ص ۳۵۴

۷۔امام زمانہ (ع) کی امیر اسحاق استر آبادی سے ملاقات

علامہ مجلسی کہتے ہیں۔ "میرے والد (مولا محمد تقی مجلسی) نے مجھ سے کہا۔ "ہمارے زمانے میں امیر اسحاق استر آبادی نامی ایک نہایت شریف شخص رہا کرتا تھا اس نے چالیس دفعہ پیدل حج کیا تھا، لوگوں میں یہ بات مشہور تھی کہ اسے "طی الارض" حاصل ہے (یعنی کئی کیلومیٹر کا فاصلہ لمحوں میں طے کرلیتا ہے) ایک سال وہ اصفہان آیا مجھے جب اس کی اطلاع ملی تو تو میں اس سے ملنے کے لئے دوڑا گیا حال چال پوچھنے کے دوران میں نے اس سے سوال کر لیا۔ "ہمارے یہاں مشہور ہے کہ تم طی الارض کے مالک ہو اس شہرت کی وجہ کیا ہے؟"

اس نے کہا۔ "ایک سال میں مکے جانے کے لئے تیار ہوا جب میں قافلہ کے ساتھ ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں سے مکہ سات یا دس منزل (تقریباً ۵۰ فرسخ) دور تھا تو میں کچھ وجوہات کی بنا پر قافلہ سے پیچھے رہ گیا اور قافلہ میری نظروں سے اوجھل ہو گیا میں شاہراہ سے بھٹک کر کہیں اور چلا گیا اور بیابانوں میں حیران و سرگردان بھٹکنے لگا، مجھے شدید پیاس کا احساس ہوا یہاں تک کہ مجھے اب اپنے زندہ رہنے کی کوئی امید نہ رہی میں نے کئی دفعہ چیخ کر کہا۔

یاصالح یاابا صالح، ارشدونا الی الطریق یرحمکم اللہ "اے صالح اے ابو صالح ہمیں راستہ دکھادیں اللہ آپ پر رحم کرے گا۔"

اسی وقت میں نے دور سے ایک سایہ دیکھا۔ جیسے ہی میں نے اس کے بارے میں دور تھوڑی وہ سایہ میرے قریب آ گیا میں نے دیکھا کہ وہ ایک خوبصورت جوان ہیں جو صاف

ستھرے کپڑے پہنے ہیں ان کا رنگ گندمی تھا اور حلیہ بزرگ شخصیتوں کی طرح تھا۔ ایک اونٹ پر سوار ہیں ان کے ہاتھ میں پانی کا برتن ہے میں نے انھیں سلام کیا۔ انھوں نے میرے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا۔ "پیاسے ہو؟"

میں نے عرض کیا۔ "ہاں"۔ انھوں نے پانی کا وہ برتن مجھے دیا۔ میں نے پانی پی لیا اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ "قافلہ کے ساتھ ہونا چاہتے ہو؟" میں نے کہا۔ "ہاں"۔ انہوں مجھے اونٹ پر اپنے پیچھے بٹھا لیا اور مکے کی طرف چل پڑے۔ میری عادت تھی کہ میں ہر روز "دعائے حرز یمانی" پڑھا کرتا تھا لہذا میں اس دعا کو پڑھنے میں مشغول ہو گیا۔ اس دعا کے بعض فقروں پر انھوں نے اعتراض کیا اور کہا۔ "اس طرح پڑھو" کچھ ہی لمحے بعد مجھ سے کہا۔ "اس جگہ کو پہچانتے ہو؟" میں نے دیکھا تو وہ مکہ تھا انھوں نے فرمایا۔ "اترو۔"

میں جیسے ہی نیچے اترا وہ لوٹے اور میری نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ تب میری سمجھ میں آیا کہ یہ امام زمانہ عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف تھے ان کی جدائی اور انھیں نہ پہچاننے کا مجھے بڑا افسوس ہوا۔ اس واقعہ کے سات دن بعد وہ قافلہ مکہ پہنچا۔ اہل کارواں میری زندگی سے مایوس ہو چکے تھے لیکن جب انھوں نے مجھے مکے میں دیکھا تو ان کے درمیان یہ بات مشہور ہو گئی کہ میں طی الارض کا جانتا ہوں۔

علامہ مجلسی آخر میں کہتے ہیں۔ "میرے والد نے کہا۔" میں نے اس شخص کے سامنے دعائے حرز یمانی پڑھی اور غلطیوں کی تصحیح کی اور خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے اس کی نقل اور صحت کا اجازہ دے دیا(۱)

---

(۱)۔ بحار الانوار، ج ۵۲، ص ۱۷۵

۸۔ امام خمینی (رہ) امام زمانہ (عج) کی خدمت میں

نجف میں امام خمینی کے ساتھ رہنے والے ایک عالم دین نے نقل کیا

ایک دن میں نے خواب دیکھا کہ میں امام خمینی کے گھر کے باہر آیا ہوں وہاں امام زمانہ عجل اللہ تعالی کھڑے ہیں آپ کسی کا انتظار کر رہے تھے۔ اچانک گھر کے اندر سے امام خمینی نکلے اور امام زمانہ عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام کے حرم کے سامنے واقع "شارع الرسول" نامی سڑک کی طرف چل پڑے۔ ان کے پیچھے پیچھے ایک بھیڑ چل رہی تھی لیکن اس پورے مجمع میں کوئی عرب موجود نہ تھا۔

صبح کو حاج آقا احمد (امام خمینی کے بیٹے) امام خمینی کی طرف سے میرے پاس آئے اور کہا۔ "امام نے فرمایا ہے چونکہ نجف میں ہمارے بہت سے ساتھی ہیں اور ہم ان کے غم و خوشی میں شریک ہوتے ہیں لہذا میں نے یہ ضروری سمجھا کہ میرے اس فیصلہ سے میرے ساتھی بھی مطلع رہیں۔

امام خمینی کا یہ پیغام سن کر آپ کے خاص ساتھی آپ کے پاس پہنچ گئے۔

اس کے بعد آپ کا کویت جانا پھر وہاں سے پیرس اور اس کے بعد انقلاب کی کامیابی جیسے اہم تاریخی واقعات رونما ہوئے۔ واقعاً کتنا عجیب خواب تھا اور کیسی تعبیر؟ (۱)

---

(۱) خلاصے کے ساتھ کتاب "سرگذشتھای ویژہ امام خمینی (رہ) ج ۰۶ ص ۸۶ سے نقل

۹۔ آیت اللہ بافقی ' امام زمانہ عجل اللہ فرجہ کے پاکیزہ مجاہد

آیت اللہ العظمی شیخ حائری کے مجاہدانہ دور میں آیت اللہ شیخ محمد تقی بافقی نامی ایک عالم بھی تھے۔ یہ ایک نہایت جری مجاہد تھے۔ رضاخان کے ساتھ ان کے مقابلہ کی داستان بہت مشہور ہے۔ یہاں تک کہ رضا خان نے انھیں اس جرم میں گرفتار کرلیا کہ آپ نے اس کی بے پردہ بیٹی اور بیوی کو حرم معصومہ میں آنے سے روک دیا تھا۔ گرفتاری کے بعد اس نے ان کا عمامہ اتروایا اور حرم میں انھیں منہ کے بل لٹا کر موٹے ڈنڈے سے مارا گیا وہ کہتے تھے۔ " اے امام زمانہ میری مدد کریں۔"

آخر کار رضا خان نے شیخ محمد تقی بافقی کو "شہر رے" کی طرف جلاوطن کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ ۷۰ سال کی عمر میں اس دنیا سے رخصت ہوئے ان کی قبر جوار معصومہ کے سرہانے مسجد میں ہے۔

اس زمانے میں حضرت امام خمینی اپنے درس اخلاق میں کبھی کبھی آیت اللہ بافقی کا تذکرہ کیا کرتے تھے وہ کہا کرتے۔ "جو بھی اس دور میں کسی ایسے مومن کی زیارت کرنا چاہتا ہو جس کے آگے شیطان بھی جھک جاتے ہوں وہ "رے "جائے اور حضرت عبدالعظیم کی زیارت کے بعد "مجاہد بافقی" کی زیارت کرے۔ خود امام خمینی بھی ہر مہینے اس عظیم مجاہد سے ملاقات کے لئے رے جایا کرتے تھے اور کبھی کبھی آپ یہ مشہور شعر گنگنایا کرتے تھے۔

چہ خوش بود کہ بر آیت زیک کرشمہ دو کار   زیارت شہ عبدالعظیم و دیدن یار

اب ہم مرحوم آیت اللہ بافقی کے اس عجیب واقعے کا ذکر کر رہے ہیں۔

حوزہ علمیہ قم کے ایک عالم دین نقل کرتے ہیں۔ "مرجع تقلید حاج آیت اللہ العظمی محمد رضا گلپائگانی نے نقل کیا ہے۔

آیت اللہ آقائے حاج شیخ عبدالکریم حائری کے زمانے میں چار سو طالب علم اکٹھا ہوئے اور انھوں نے آقائے بافقی سے جو آیت اللہ شیخ عبدالکریم کا شہریہ بانٹتے تھے سردیوں کے لئے ردا کا مطالبہ کیا آقائے بافقی نے شیخ عبدالکریم حائری کو اس کی اطلاع دی تو انھوں نے کہا۔ "چار سو عبائیں کہاں سے آئیں گی؟" آقائے بافقی نے کہا۔ "حضرت ولی عصر امام زمانہ عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف سے لے لیں گے۔"

حاج شیخ عبدالکریم نے کہا۔ "میرے پاس تو کوئی ایسا راستہ نہیں جس کے ذریعے میں آنحضرت سے ردائیں مانگ لوں۔"

اقائے بافقی نے کہا۔ "انشاء اللہ میں امام زمانہ سلام اللہ علیہ سے لے لوں گا۔"

شب جمعہ آقائے بافقی مسجد جمکران گئے اور امام علیہ السلام سے ملاقات کی اس کے بعد جمعہ کو انھوں نے آ کر شیخ عبدالکریم حائری سے کہا۔ "امام زمانہ علیہ السلام نے وعدہ کیا ہے کہ کل سنیچر کو چار سو عبائیں عطا کریں گے۔"

سنیچر کو میں نے دیکھا کہ ایک تاجر نے چار سو ردائیں طلاب کے درمیان بانٹ دیں(۱)

---

(۱) ملاقات با امام زمان (عج) ج ۲ ص ۱۰۸

۱۰۔ابو راجح حمامی کی شفا

ابو راجح کا واقعہ ان داستانوں میں سے ہے جنھیں بھروسہ مند اور قابل اطمیان افراد نقل کرتے آئے ہیں اور جو اپنے زمانے میں ایک یقینی واقعے کی صورت میں مشہور ہوئیں۔

ابو راجح حلہ (نجف اشرف کے قریب واقع عراق کا ایک شہر) کا ایک مخلص شیعہ تھا چونکہ وہ حلہ کے عمومی حمام کا نگران تھا لہذا وہاں کے بہت سے لوگ اسے پہنچانتے تھے۔

اس وقت حلہ کا حاکم "مرجان صغیر" نامی ایک شخص تھا اسے اطلاع دی گئی کہ ابو راجح رسول خدا کے "بعض صحابہ کو گالی دیتا ہے اس نے اسے طلب اور اس کے حکم سے ابو راجح کو اتنا مارا گیا کہ وہ بستر مرگ پر پہنچ گیا۔اس کے چہرے پر اتنے گھونسے اور ٹھوکریں لگائی گئی تھیں کہ اس کے دانت ٹوٹ گئے۔اس کی زبان باہر نکال کر چھید دی گئی اور ناک کاٹ ڈالی تھی اس طرح اسے نہایت بری حالت میں کچھ اوباشوں کے سپرد کر دیا گیا انھوں نے رسی میں باندھ کر اسے حلہ بھر میں گھمایا۔ان کے جسم سے اتنا خون نکل گیا تھا کہ وہ اپنی مرضی سے ہل بھی نہیں سکتا تھا۔اس کی موت میں کسی کو شک نہیں تھا۔

اس کے بعد اس حاکم نے اس کے قتل کا فیصلہ کیا لیکن کچھ حاضرین نے کہا۔"وہ بہت کمزور بوڑھا ہے۔اسے اچھی خاصی سزا مل چکی ہے کچھ ہی دنوں میں وہ خود بخود مر جائے گا لہذا اسے قتل نہ کر۔

لوگوں نے حاکم سے التجائیں کیں تو آخر کار اس نے اسے آزاد کر دیا۔

دوسرے دن لوگوں نے دیکھا کہ ابو راجح ہر لحاظ سے تندرست و توانا ہے اس کے دانت بھی سلامت ہیں اور بدن کے تمام زخم بھی ٹھیک ہو گئے ہیں۔ اس کے بدن پر کسی طرح کے کسی زخم کا نشان باقی نہیں ہے وہ کھڑا ہو کر بڑے آرام سے نماز پڑھ رہا ہے۔ لوگوں نے بڑے تعجب سے پوچھا۔

آخر ماجرا کیا ہے کس طرح تو ٹھیک ہو گیا اب تو ایسا لگتا ہے جیسے تجھے مارا ہی نہ گیا ہو بلکہ اب تو بڑھاپے کی علامتیں بھی ختم ہو گئی ہیں گویا تو دوبارہ جوان ہو گیا ہے۔

ابو راجح نے کہا۔ "جب میں بستر مرگ پر پڑا ہوا تھا تو مجھ میں اتنی بھی قوت باقی نہ تھی کہ میں زبان ہلا کر دعا مانگ لیتا اور اپنے مولا حضرت ولی عصر سے اپنی مدد کی درخواست کرتا لہذا میں نے دل ہی میں آپ کو آواز دی اور آپ سے عنایت اور مدد کی درخواست کی جب رات ہوئی اور ہر جگہ اندھیرے کی حکمرانی ہو گئی تو اچانک میں نے دیکھا کہ میرا گھر روشنیوں سے بھر گیا اسی وقت میری نظر اپنے مولا کے پر جمال چہرے پر پڑی آپ آگے آئے اور اپنے مبارک ہاتھوں کو میرے چہرے پر پھیرتے ہوئے فرمایا۔ "اٹھ اور اپنے خاندان کی روزی روٹی کے لئے گھر سے باہر نکل خداوند عالم نے تجھے شفا عطا کر دی ہے۔"

اب تم دیکھ ہی رہے ہو کہ میں پوری طرح سے صحت یاب ہوں۔

اسی زمانے کے ایک پاکیزہ شخص "شیخ شمس الدین محمد بن قاروں" اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں۔ "خدا کی قسم میں نے حلہ کے حمام میں ابو راجح کو کئی دفعہ دیکھا تھا۔ وہ زرد چہرے اور کم داڑھی والا ایک نہایت بد ہیبت بوڑھا تھا۔ میں ہمیشہ اسے اسی طرح دیکھتا تھا لیکن اس واقعہ کے بعد وہ آخری عمر تک ایک طاقتور سرخ چہرہ والا پوری بھری ہوئی داڑھی کا جوان نظر آتا رہا ایسا لگتا تھا کہ اس کی عمر میں سے بیس سال کم کر دیئے گئے ہوں۔ ہاں یقیناً وہ

امام زمان علیہ السلام کی برکتوں کے طفیل ایسا تنومند اور خوبصورت ہو گیا تھا۔

اس عجیب و غریب تبدیلی اور بڑھاپے سے جوانی کی طرف باز گشت کی بات عام ہو گئی حلہ کے حاکم نے اسے طلب کیا۔جب ابو راجح کو حاکم کے پاس لایا گیا تو اس نے دیکھا کہ اس کا حلیہ ہی بدلا ہوا ہے اس کے چہرے یا جسم کے کسی بھی حصے پر زخم کا کوئی نشان تک نہیں ہے۔ کل کے ابو راجح اور آج کے ابو راجح میں زمین و آسمان کا فرق ہے ایک عجیب و غریب رعب و وحشت سے حاکم کا دل کانپنے لگا۔

اس واقعہ کا اس پر اتنا اثر ہوا کہ اس کے بعد سے حلہ کے لوگوں (جو اکثر شیعہ تھے) کے ساتھ اس کا سلوک یکسر بدل گیا۔اس واقعہ سے پہلے وہ جب کبھی وہاں کی مشہور جگہ "مقام امام" آتا تھا تو مذاق اڑانے کے لئے قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھ جاتا تا کہ اس طرح وہ اس مقدس مقام کی توہین کرے لیکن اس واقعہ کے بعد جب بھی وہ اس مقدس مقام پر آتا تھا تو یہاں دو زانو ہو کر نہایت ادب سے قبلہ رو بیٹھتا اور حلہ کے لوگوں کی بڑی عزت کرتا ان کی غلطیوں کو معاف کر دیتا اور وہاں کے اچھے لوگوں کے ساتھ بڑا اچھا سلوک کرتا اور انھیں انعام و اکرام سے نوازتا حالانکہ وہ اس واقعہ کے بعد زیادہ دنوں تک زندہ نہ رہ سکا بلکہ کچھ ہی دنوں بعد وہ مر گیا۔(۱)

****

(۱)۔بحار الانوار،ج ۵۲،ص ۷۰،۷۱

پالنے والے! میں تجھے ان چہاردہ معصومین کے پاک وجود کا واسطہ دیتا ہوں جن کے فضائل کے دریا کے چند قطرات اس کتاب میں ذکر کئے گئے ہیں، میں تجھے حضرت ولی عصر کے مقدس وجود کی قسم دیتا ہوں ہمیں ان کے مخلص شیعوں میں شمار کر اور دنیا و آخرت میں ان کی شفاعت عنایت فرما۔

هر چند پیر و خسته دل و ناتوان شدم

هر گه که یاد روی تو کردم جوان شدم

آیا شود پیام رسد از سرای تو:

خوش باش من به عفو گناهت، ضمان شدم

....انتظار کی رات بڑی طویل ہو گئی ہے....

ان ز کی کیا اس شب انتظار کی صبح نہ ہو گی؟

اختتام

الله